

دستور الفصاحت

(مقدمہ و حاتمہ)

مصنفہ

حکیم سید احد علی خان یکتا سید احمد علی خان لکھنوی

نصحیح

امتیاز علی خان عرشی

ناظم کتابخانہ رامپور

حساب الحکم و سرسروای رامپور، دام اقبالہم و ملکہم

ہندوستان پریس، رامپور

۱۹۴۳ع

مضامین

۱۱۷-۱	دیباچہ مصحح
۲۸-۲۳	رمانہ تالیف	۶-۱	تمہید
۳۰-۲۸	مآخذ کتاب	۱۲-۷	سوانح مصنف
۳۳-۳۰	چند نکات	۱۵-۱۲	کیفیت نسخہ
۱۱۷-۳۳	مآخذ حواشی	۲۳-۱۵	ترتیب مضامین
۱۳-۱	..		مقدمہ کتاب
۱۲۵-۱۴	..		حائمه کتاب
۷۱-۱۴	..		۱- طفقہ اول
۶۲-۶۰	۷- تانان	۲۲-۱۴	۱- سودا
۶۴-۶۲	۸- عشق	۳۵-۲۲	۲- میر
۶۷-۶۴	۹- فغان	۴۳-۳۶	۳- درد
۷۰-۶۸	۱۰- یقین	۵۰-۴۳	۴- قایم
۷۱-۷۰	۱۱- حاتم	۵۷-۵۰	۵- سور
	۱۲-	۶۰-۵۸	۶- اثر
۹۸-۷۲	..		۲- طفقہ ثانی
۸۴-۸۲	۷- بیان	۷۴-۷۲	۱- حسرت
۸۷-۸۵	۸- حس	۷۶-۷۴	۲- بیدار
۸۹-۸۷	۹- نثار	۷۷-۷۶	۳- مدوی
۹۳-۸۹	۱۰- مت	۷۸-۷۷	۴- تجلی
۹۶-۹۳	۱۱- مصحفی	۷۹-۷۸	۵- حیران
۹۸-۹۶	۱۲- رنگین	۸۲-۸۰	۶- نقا

مارا اول ۱۹۴۳ ع

-

حملہ حقوق محفوظ ہیں

اردو شعرا کوئی کے ابتدائی دور میں گجرات، دکن، پنجاب اور دواڑے کے شاعر مقامی بولیوں اور مخصوص محاوروں میں شعر کہتے تھے۔ حبِ پارہویں صدی ہجری کے لگ بھگ، دلی نے ادبی مرکز کی حیثیت اختیار کی، تو بیرون دہلی کے اہل سخن کو بھی شاہجہاں آباد کا رورمرہ سیکھنا پڑا، تاکہ اس میں الٰہ قوامی نئی زبان کے سہارے، ملک بھر سے زاد سخن حاصل کریں۔

مرکز سے دور رہنے والے شاعروں اور ادیبوں کو دلی کے مخصوص محاوروں اور اصطلاحوں کے سمجھنے میں حوشتواریاں پیش آتی ہونگی، اوں کو دور کرے کے لیے زبان کے ماہروں نے اردو لغت نویسی کی سا ڈالی، اور شمسہ عالمگیر کے وقت سے شاہ طہر، آخری تاجدار دہلی، تک متعدد کتابیں اس فن پر لکھی گئیں، جس میں سے مولانا عبدالواسع ہاسوی کی کتاب «عرائف اللغات» اس مبارک کوشش کا پہلا پھل ہے۔

آگرے کے مشہور محقق ادیب، سراج الدین علی خان آرزو نے ۱۱۵۶ھ (۱۷۴۳ع) میں اس کتاب پر اصلاحی نظر ڈالی اور ہاسوی کی کوتاہیوں کو خانقاہ طاهر کر کے، اس مجموعے کا نام «بوادر الالفاظ»

۱۲۵-۹۸		...	۳- طبقه ثالث
۱۱۴-۱۱۳	۷- لصیر	۱۰۱-۹۸	۱- حرأت
۱۱۷-۱۱۴	۸- منظر	۱۰۳-۱۰۱	۲- افسوس
۱۱۷	۹- رقت	۱۰۸-۱۰۳	۳- انسا
۱۱۹-۱۱۷	۱۰- عصر	۱۱۰-۱۰۸	۴- لوا
۱۲۰-۱۱۹	۱۱- عبور	۱۱۱-۱۱۰	۵- پروانه
۱۲۳-۱۲۰	۱۲- مهر	۱۱۳-۱۱۲	۶- لسیکن
۱۳۷-۱۲۷	.	..	مهرست اشخاص
۱۴۰-۱۳۷			مهرست مقامات
۱۴۸-۱۴۰		..	مهرست کتب
۱۵۱-۱۴۹			تصحیح و استدراک



مئی ۱۹۳۹ء میں سید احد علی یکتا لکھنوی کی «دستورالقصاحت» نام کی ایک کتاب، کتاب خانہ عالیہ رامپور کے لیے خریدی گئی، تو اوس کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ اشا کی «دریای لطافت» سے پہلے اوس کی تالیف کا کام شروع کر دیا گیا تھا، اور غالباً اس سے قبل ہی انجام بھی پا گیا تھا۔ مگر اشا کی حوش بختی کہ اوس کی کتاب تمام ہو کر ملک بھر میں پھیل گئی، اور یکتا کی بدقسمتی کہ اولاً تو رسوں کے بعد مسودہ صاف کرے کی مہلت ملی، تالیا مسودہ صاف ہو کر بھی ۱۹۳۹ء تک گوسٹ گمنامی سے باہر نہ آسکا۔ دستورالقصاحت اس کی کتاب کی طرح دلچسپ تو نہیں کہی جاسکتی، مگر جہاننگ فی افادی حیثیت کا تعلق ہے، اوس سے کسی طرح کم بھی نہیں ہے۔ اس کے شروع میں مصنف نے اردو زبان کی پیدائش، ترقی، اور حلقہ اثر سے بحث کی ہے۔ اس کے بعد چند ابواب اور دہلی مضامین قائم کر کے، صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، عروض اور قافیے کے قواعد و ضوابط بیان کیے ہیں۔ حاتمے میں ۳۰ ایسے شاعروں کا ذکر کیا ہے، جن کے شعر کتاب کے اندر سند میں پیش کیے گئے ہیں

چونکہ کتاب کا مقدمہ اردو زبان کی تاریخ پر مفید روشنی ڈالتا تھا، میر حاتمے کے مباحث شعرا کے بارے میں متعدد دلچسپ اور اہم بیانیوں اور نکتوں پر مشتمل تھے، اس سبب حسب ایمانے ہندوستان ہمایوں اعلیٰ حضرت فرمان رواے رامپور، دام اقبالہم و ماکہم، یہ دونوں حصے تصحیح و تخریص کیساتھ یکجا شائع کیے جارہے ہیں۔

اصل نسخے میں کتابت کی بہت سی غلطیاں بائی جاتی ہیں، یہ

رکھا (۱) آرو کے بعد ۱۱۸۰ھ (۱۷۶۶ع) میں رندۃ الاسماء، ۱۲۰۷ھ (۱۷۹۲ع) میں طیش کی تیس البیان، ۱۲۳۶ھ (۱۸۲۰ع) میں مفتاح اللغات عرف نام ملا، ۱۲۳۸ھ (۱۸۳۲ع) میں واصف کی دلیل ساطع، ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ع) میں ملگرامی کی نفائس اللغات، ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ع) میں رنک کی نفس اللغہ، ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۵ع) میں انفس النفائس اور ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۶ع) میں اس کے اصلاح شدہ نسخہ موسومہ بہ «منتخب النفائس» کی تالیف و ترتیب عمل میں آئی۔

مگر افسوس کہ ملک بھر میں اردو کے قواعد صرف و نحو کی طرف سے عرصے تک غفلت برتی گئی۔ جب یورپ کے اردو دانوں نے اس مضمون پر حمہ فرسائی کر لی، تب دیسی ادیبوں کو احساس ہوا، اور انہوں نے بھی رفتہ رفتہ اس راہ کی گامزنی شروع کی چنانچہ عام طور پر، ہندوستانیوں کی سب سے پہلی قواعد اردو کی کتاب، میراساء اللہ خان اشا کی «دریای لطافت» تیار کی جاتی ہے، جو سرراقتیل کی مدد سے ۱۲۲۲ھ (۱۸۰۷ع) میں تمام شوائب بھی

(۱) ملاحظہ ہو مجمع النفائس ۵۵۰ الف مگر عام طور پر یہ مراسلات ہی کہلاتی ہے کہات جائد عالیہ رامپور میں اس کتاب کے متعدد فلمی نسخے محفوظ ہیں۔ ان میں سے ایک کے اندر، دوسرے تمام نسخوں کے برخلاف، ہر ردیف کے لغات کے بعد اوسے ردیف سے تعلق رکھنے والے فقرہ معلیٰ کی بیگمات کے محاورے بعنوان «فصل» درج کیے گئے ہیں۔ اگر یہ فصلیں الحاقی ہیں (جیسا کہ ظاہر ان کو الحاقی کہنے کی کرنی وجہ موجود بھی ہے)، تو ہم ان کے درجے سے ۱۱۵۶ھ سے قبل کی بیگماتی زبان سے بخوبی روشناس ہو جاتے ہیں۔

رنگیں نے بھی «محاورات بیگمات» کے نام سے اسی مضمون کا ایک رسالہ لکھا تھا، جو عرصہ ہوا چھپ چکا ہے۔ آرو کی فصلوں سے اس رسالے کے لغات کا مقابلہ کرنے پر پتا چلا کہ رنگیں کا رسالہ آرو کی فصلوں کا لفظی ترجمہ ہے، جسمیں کہیں کہیں صرف لفظوں کی ترتیب میں فرق آگیا ہے۔ مگر یہ فرق اس درجہ ناقابل توجہ ہے کہ رنگیں سرفیہ کے الزام سے کسی طرح بری نہیں ہوتا۔

اصل کتاب سے پہلے مصنف کا حال، سسٹہ رامپورہ کی کیفیت اور زمانہ تالیف وغیرہ چند مباحث درج کیے گئے ہیں، تاکہ اس کتاب کا مالہ و ماعلیہ واضح ہو جائے۔ مآخذ کے عنوان سے اوں تمام کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن کے حوالے حواشی میں اٹھا دیے گئے ہیں۔ عام طور پر تذکروں کے بیانات تاریخی غلط فہمی پیدا کر دیتے ہیں۔ ان غلط فہمیوں کا مسابہ ہوتا ہے کہ بہت سے تذکروں میں سال تالیف یا تو سرے سے مذکور ہی نہیں ہوتا، اور مذکور ہوتا ہے، تو آغار یا اختتام تالیف کو ظاہر کرتا ہے۔ اب اگر تذکرے کے اندر کسی شاعر کے بارے میں یہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ اوس کے اقبال کو دو سال ہوئے، تو ہم یہ قیاس کرتے ہیں کہ جس سبہ میں اس کا آغار یا اختتام ہوا ہے، اوس سے دو سال پہلے موت واقع ہوئی ہوگی، حالانکہ سا اوقات یہ دو سال آغار و اختتام سے قبل کے ہیں ہوتے، بلکہ درمیان کے ہوتے ہیں اور مصنف تذکرہ کی مراد موت کثبات سے دو سال پہلے ہوئی ہے۔ میں نے کوسس کی ہے کہ حتی الامکان اس مسئلے سے سیر حاصل کر دوں۔ چونکہ خود مجھے بھی غلط فہمی ہونے کا امکان ہے، اس لیے چاہتا ہوں کہ ملک کے ارباب تحقیق اس حصے پر گہری نظر ڈال کر اپنی رائے کا اظہار فرمائیں، اور آئندہ کام کرنے والوں کو مرید دہت اٹھانا نہ پڑے۔

چونکہ حاشیوں میں ہر کتاب کا پورا نام دھرانا تصنیع اوقات کا موجب تھا، اس لیے ناموں کی جگہ اوں کے محقق استعمال کیے گئے ہیں، جنہیں مآخذ کی بحث میں ہر کتاب کے نام کے بعد ریکٹ میں ظاہر بھی کر دیا ہے۔ محقق کے ذکر میں تاریخ

املا بھی قدیم اُردو کا ہے۔ حقیر مصحح نے ان دونوں کی اصلاح کر کے بعض جگہ اس طرف اشارہ بھی کر دیا ہے، اور متن میں جا بجا حوالہ دے گئے تھے، ابھی ابھی طرف سے پورا کیا ہے۔ جہاں کہیں کوئی لفظ بڑھانا پڑا ہے، وہاں اضافے کو ریکٹ میں لکھا ہے۔ کتاب کا دوسرا نسخہ دستیاب ہونے کی بار فارسی متن کی تصحیح خاطر حواہ میں ہوسکی ہے۔ اللہ امتعار کی صحت میں دواویں یا دوسرے تذکروں سے کہیں کہیں مدد لی ہے۔

حواشی میں کوتاہی کی گئی ہے کہ ہر شاعر کے متعلق یہ بتا دیا جائے کہ اور کون سی کتابوں میں اس کا تذکرہ ملا ہے۔ اگرچہ اس بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حالات شعرا سے متعلق جملہ حوالے دیدیے گئے ہیں، تاہم یہ ضرور ہے کہ اعم رائے تذکرے اور تاریخ کی کتابیں نظر انداز نہیں ہوئے ہائی ہیں۔ ان کتابوں میں سے حوالہ طبع ہو چکی تھیں، ان کے نسخوں کا حوالہ دیدیا گیا ہے، اور جو چھپی ہیں اور وہ ہر جگہ دستیاب ہوتی ہیں، ان کو پوری پوری عمارت میں نقل کر دی گئی ہیں، تاکہ آئندہ حقیقی کام کرنے والوں کو رحمت اٹھانا نہ پڑے۔ یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ جس مطبوعہ تذکروں کے قلمی نسخے ہمارے ہاں موجود تھے ان کا حوالہ دینے وقت قلمی نسخوں کو سامنے رکھا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ مہربان کے سماع ہوئے سے پہلے ہی ملا کے ادیبوں کو ہمارے ان نسخوں کا علم ہو جائے۔ چونکہ تذکرہ بالعموم حروف تہجی پر مرتب ہوئے ہیں، امید ہے کہ مطبوعہ نسخوں میں ان شاعروں کی تلاش موجب رحمت نہ ہوگی۔

اصل کتاب سے پہلے مصنف کا حال، نسخہ رامپور

سوانح مصنف

مصنف کا نام سید احمد علی، تخلص یکتا اور باپ کا نام سید احمد علی خان ہے (۱)۔ اوس کی پیدائش گاہ کا ہمیں کچھ علم نہیں، مگر یہ یقینی امر ہے کہ پرورش لکھنؤ ہی میں پائی، اور یہیں اوس کی انتہائی تعلیم ہوئی۔ اوس کے استادوں میں سے صرف حکیم آقا محمد اقرابن حکیم معالج خان کشمیری کا نام معلوم ہے، جس سے اوس نے میر شیر علی افسوس کی ہمدرسی میں برسوں طب پڑھی تھی۔ (۲)۔

عالم اوس کا پیسہ طاعت تھا (۳)، اور لکھنؤ کے فاضل رئیس، مرزا نعر الدین احمد خان بہادر، عرف مرزا جعفر، اور اون کے بڑے بیٹے، مرزا قمر الدین احمد خان بہادر، عرف مرزا حاجی، قمر تخلص، کے دامن دولت سے وابستگی تھی۔ مرزا حاجی کے تذکرے میں اس تعلق کی طرف ناین الفاظ اشارہ کیا ہے (۴):

« عامی ار مدت ملک پروردہ و دست گرفتہ این حادثات ست۔ »

مرزا حاجی، قتیل کے شاگرد اور نسخ کے مرہبی تھے۔ دیگر شعرا اور ادیبوں نے بھی اون کے حوال کرم سے راہ ربانی کی تھی۔ عاری الدین حیدر کے عہد میں، آغامیر کے ہاتھوں یہ حادثات مصائب کا شکار ہوا، تو یکتا بھی سالہا سال تک دیوی پریشانی سے نہ

(۱) دستور ۲۔ آغا کتاب میں حاشیے پر مردان علی خان رعایا سے لکھوی لکھا ہے۔

(۲) دستور ۱۱۔

(۳) کتاب کے آخری ورق پر حکم سید احمد علی خان صاحب کے حوالے سے چٹنی کا ایک سہہ تحریر ہے۔ طاعت پیشگی کا قیاس اسی تحریر سے قائم کیا گیا ہے۔ (۴) دستور ۲۲۰ الف۔

تصنیف کے لحاظ سے تقدیم و تاخیر برتی گئی ہے۔ حو ناتیں ترتیب و طاعت کے بعد معلوم ہوئیں، اون علطیوں کے ساتھ، حو مجہہ سے یا کیورنٹر سے سررد ہوئی تھیں، «استدراک و تصحیح» کے ماتحت آخر میں شامل کردی گئی ہیں۔

اس کتاب کی تصحیح و تحشیہ میں حباب ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی (صدر شعبہ عربی و فارسی، الہ آباد یونیورسٹی) اور حباب قاصی عبدالودود صاحب باراٹلا (نانکی پور، پٹنہ) نے بڑے قیمتی مسورے عطا فرمائے ہیں۔ میں ان بررگوں کا بیحد شکر گزار ہوں۔ حنراہما للہ حیرالجناء۔

امتیاز علی عرشی
باطم ک۔ الحاح

کتاب حانہ، قلعة معلی، رامپور
۱۰ اکت سہ ۱۹۴۲ ع

دوسرا شعر کسی غزل کا ہے (۱) :-

چیں مشو کہ در افواہ خاص و عام افتی
 رخلق تشرم کی اکمون، اگر مروت بیست
 تیسرا شعر دیباچے کے آخر میں لکھا ہے، جو اسی موقع
 کے لیے فی البدیہہ کہا گیا ہوگا :

بدیل عفو پوئسد عیہای مرا
 گران کسد بحویء حود بہای مرا
 اردو شعروں میں سے چند جیسے ہوئے اشعار یہ ہیں :-
 ہر ایک دم یہ جو ہوتا ہے تو حقا، پیارے
 تاتو کھل کے۔ کہ ہے میری کیا حظا پیارے
 جو چاہتے ہو کہ دل میں کسی کے راہ کرو
 تو مسکرا کے ادھر بھی کھی نگاہ کرو
 عکس لب ہے ساعر میں، یا یہ سرخیء مل ہے
 رلف نکھری ہے رح یر، یا گلوں پہ سسل ہے
 حب سے گیا پہلو سے وہ، دل کی حگہ
 پہلو میں اک آگ کی چنگاری ہے
 توڑا ہی تمہیں گر نسئہ دل تھا میرا
 تشکل ساعر، مجھے یہ منہ نہ لگایا ہوتا
 اب بھی تو وہ نگار ہی منظور ہے مدام
 دل جس کے درد بھر سے رنخور ہے مدام
 حب سے چمکا ہے ترے عارض بورانی سے

(۱) ایضا : ۲۵ ب۔ ان کے ماسوا ، ایک قطعہ تاریخ تالیف حاتمے میں

چھوٹا۔ اس زمانے میں اوس کے قوای فکری اس درجہ ناکارہ ہوئے تھے، کہ دستور الفصاحت پر نظر ثانی تک نہ کر سکا (۱)۔

نصیر الدین حیدر، والیء اودہ، کے دربار سے توسل پیدا کر۔ کی خاطر اوس نے ایک مدحیہ قصیدہ بھی لکھ کر پیش کیا تھا (۲) دیباچے کے مقتدی فقرے، امام صاحب الرمان کی تعریف۔ اشعار، میر حاتمہ کتاب میں ہر طبقے کے اندر بارہ بارہ شاعرا کا مذکرہ، یہ قرائن بتاتے ہیں کہ یکتا کا مدح اثنا عشری تھا۔ یکتا اردو، فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتا تھا، لیکن او خود اعتراف ہے کہ اس میں اوسے کامل دستگاہ حاصل ہے اسی خیال سے اوس نے حاتمے میں شاعروں کیساتھ اپنا حال ایدے کلام کا انتخاب تک پیس نہیں کیا ہے (۳) المتہ کتاب کے اد ایسے مہت سے شعر مثالوں میں درج کیے ہیں۔ ان کے ذیکہ سے وہ اوسط درجے کا سخن گو ثابت ہوتا ہے۔

علیٰ اوس کی شخصیت اپنے زمانے میں فخر بہ تھی، اس تاریخ اور تذکرے کے صفحے اوس کے ذکر سے حالی ہیں۔ ہم یہاں اوس کے فارسی شعر لکھتے ہیں۔ ان میں سے نصیر الدین حیدر کی مدح میں ہے:-

ای نصیر الدین جہاں محسی کہ از اقبال هست
تبع عالمگیر تو، رور غفر، مالک رقاب

(۱) دستور ۲۲۱ ب

(۲) ایضا ۱۷۴ الف۔

(۳) ایضا ۲۲۱ ب۔

چیر کر دل کو مرے، دور کیا پہلو سے
اوس سے حو ہوسکا، مجھ پر وہ بلا لائے کیا

ربا عیات

حب بیٹھا اوٹھا بکدگر کا چھوٹا
حیے مرنے کا رشتہ سارا ٹوٹا
پھر بسا، اوڑٹا، کس نے دیکھا ہے؟ کہ اب
گھر وصل کا بھر نے ستم سے لوٹا
اپنے بیگانے سب ہیں حاضر تم پاس
ہوا بیروں کا پر رکھے ہے وسواس
حب اپنے سہمی طرح ہوں باب صحت
بیگانوں کو دو نکال، بیحوف و ہراس

اے بیحروا یہ اتنا عافل سوؤ
اوٹھو، چوبککو، ٹک اپنا منہ تو دھوؤ
دیا میں گھسوکے اوٹھے سیدھے، کب تک؟
ایسا نہ ہو، منہ پہ ہاتھ دھر کر روؤ
دیکھا، کہاں کا، تو نے س، لیل و نہار
رہا، نہ مل کسی سے، عافل، رہا
ہیں اپنی ہی اپنی، یہ، عرص کے، سب لوگ

ہشیار ہی رہا، پیارے، ہر دم ہشیار
کیا حایے، کیوں ہوا وہ مجھ سے بیراز؟
بیزار نہ ہوتا، تو نہ کرتا تکرار
تکرار سے اوس کی، دل جلے ہے اپنا

حسن کو سگ ہوا یوسف کنعانی سے
 نجانے، کیا یہ آمت ہے کہ حس کو چاہتا ہوں میں
 وہی دتہن مرا دیا میں دوبا صد سے ہوتا ہے؟
 نام سے میرے اوسے سگ ہے، مت یوجھو کوئی
 حس پر اپنے وہ ان روروں ہے معرور ہت
 سی کے ناع کا تارہ سجر، علی کا نہال
 بہار حصرت رہرا، حس کے دل کا نمر
 وصی حسین کا، رین العنا کے دل کا چن
 علوم باقر و جعفر اوسی میں سب مصر
 رمور موسیٰ کاظم سے، حوں علی، آگاہ
 امام تاس صامت کا اختر اور
 نقاوت اوس میں بقی کی، تقی کا حلم و وقار
 جہاں میں تمہرہ، حس عسکری کا نور بطر
 وہی ہے، کہتے ہیں حس کو حلیفہ الرحمی
 امام بارہواں، یعنی سمی پیغمبر
 سکہ باساریء رماء سے
 بوتہ مفلسی میں، ہوں میں گدار
 در بدر تسپہ صورت در قلب
 حوار کب تک بھروں، برای بیار؟
 کیا ہو، گر لطف تیرا، اے مدوح!
 کرے، اکسیر سان، مجھے ممتاز؟
 اوس نے تو پوجھا شب مجھے بیتاب حاکر
 پر آنکھوں میں پھری وہ مری، حواب آن کر

گرہہ گرسہ بود، صحرائی میدوید
 راع سستہ بر هگ، آن گرہ را بدید
 چون راع را گرفت، نظر موش بر فتاد
 حواہد کہ موش گمرد، راع ار دہان یرید
 حالی کہ بود رلب، ران تسمہ بی چکید
 ہکام بوسہ ددن، آن حال را کرید
 در آئہہ بدید، آن حال را بدید
 حیران حہان مماند کہ راع اردہان یرید

اشعار کے بیچے لکھا ہے: «کاتب الحروف مدہ شیخ دلاور علی ہاری بمقام موتہاری»۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سجدہ صوئہ ہمار کا بھی سہر کرچکا ہے ورق ۲ ب سادہ ہے۔ ۳ الف کے نالائی ناہیں گونے میں «موافقہ سنہ ۱۲۴۹ ہجری ار تالیف سید احد علی یکتا کھوی» مندرج ہے۔ غالباً یہ رعنا کے قلم کی تحریر ہے۔ اسی قلم سے ورق ۲۲۱ ب میں قطعہ تاریخ کے مادے کے اوپر اعداد ۱۲۴۹ لکھے گئے ہیں

حاشیوں پر متعدد توصیحی نوٹ بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ سب عربی لغات کی تشریح کرتے ہیں اور مستحب و غیرہ عربی لغت کی کتابوں کے اقتباس ہیں۔ کہیں کہیں متن کے اندر یا حاشیوں پر کتابی علطیوں کی بھی اصلاح کی گئی ہے۔ تاہم میں میں بہت سی املائی علطیاں ناقدی ہیں۔

آخر میں کاتب نے اپنا نام اسطرح لکھا ہے: «الکاتب الخاتمہ ہدایہ علی الموهانی»۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب موهان (صوئہ متحدہ) کا باشندہ اور غیر عربی دان تھا۔ مگر یہ

اپنا نہیں شیوہ، ورنہ، رنخش رنہار
میں دل سے ہوں ناعت اوس کا، بے کاوش و کد
حق نے جسے بجسی ہے شمعاعت کی سد
معلوم ہو صاف اوس کا اسم امجد
دیکھیں سرمصرع، گر بہ ترتیب و عدد

سجے کی کیفیت

یہ سجدہ $\frac{1}{9} \times 6,6 \times \frac{1}{3}$ باب کے ۲۱۹ ورقوں پر مستعمل ہے۔
شروع میں دو، اور آخر میں ایک نہ تین ورق فاصلہ لگے ہوئے ہیں،
حن کی رو سے کل تعداد اوراق ۲۲۲ ہوتی ہے۔ ورق ۳ ب
سے کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ ہر صفحے میں ۱۵ سطریں ہیں۔ خط
معمولی مستعلیق اور کہیں کہیں سہیحا آمیز ہے۔ طرزِ تحریر سے
اندازہ ہوتا ہے کہ دو کاتبوں نے ملا کر لکھا ہے۔ متن سیاہ اور
عنوانات سبگرمی ہیں۔ تقریباً ہر صفحے پر کرمخوردگی کے نشان
ہیں۔ کتابخانے میں اس کی نئی حلد تیار کرتے وقت، چند ابتدائی
احزا کا حوصہ اور کل کا پستہ بیا ڈال دیا گیا ہے۔

پہلے صفحے پر نواب مردان علی خان رعنا مراد آبادی
(تلمیذ مرزا غالب) کی سیاہ مربع مہر ہے، جس کے چاروں گوشے
کسب قدر ترستے ہونے کے باعث مٹمن شکل پیدا ہو گئی ہے
مہر کے اندر: «اللہ حافظ مہر کتب خانہ محمد مردان علی خان
رعنا ۱۲۸۲ھ» منقوش ہے۔

ورق اب اور ۲ الف پر کتاب کا تھوڑا سا دیباچہ نقل کیا گیا
ہے۔ اس کے بعد ترجمہ سطوروں میں حسبِ دلیل اشعار عنوان
رباعی تحریر ہیں:-

اے سالہ! بتا، یہ تو نے کیسی لے لی؟

اس تغیر و تبدل کے پیش نظر، میرا خیال ہے کہ ہمارا سحہ مصنف کے اوس سحے کی نقل ہے، جو رمصان علی لکھوی نے تیار کیا تھا۔ عالما اس میں بعض مقامات مستہ رہ گئے تھے، جن کے مقابل حاشیے ر مصنف نے اپنا شک ظاہر کیا تھا۔ ہمارے سحے کے کاتب نے حاشیے کی عبارتوں کو بھی نقل کر لیا۔ جب یہ سحہ مصنف نے دیکھا، تو حاشیوں کو قلمزد کر کے متن میں اون مقامات کی تصحیح کردی۔ پھر اس نظر میں وہ غلطیاں بھی درست کر دیں، جو پہلے سحے کے مطالعے کے وقت خیال میں نہ آئی تھیں۔

مدکورہ خیال کی تقویت اس امر سے ہوئی ہے کہ ہمارے سحے کے آخر میں ایک ورق مصمم ہے، جس پر چٹنی کا ایک سحہ »حاب حکیم سید احد علی خان صاحب قلعہ« کا تحور کیا ہوا درج ہے۔ میرے نزدیک ان حکیم صاحب سے، ہمارا یکتا مراد ہے، جو حکیم آقا مجدداقر لکھوی سے اپنے علم طب کے حصول کا حود ذکر کرتا ہے۔ اگر میرا قیاس درست ہے، جس کے خلاف یقیناً کوئی دلیل نہیں، تو دستورالاصاحت کا یہ سحہ قابل قدر ہے۔

ترتیب مصامیں

حمد و نعت کے بعد، مصنف نے عرص تالیف بیان کی ہے۔ بعد ازاں اصل مباحث کو ایک مقدمے، پانچ ابواب اور ایک حاتمے میں منقسم کیا ہے

مقدمہ (ورق ۴ ب- ۱۲ الف)

اس میں زبان اردو کا مصداق، اوس کی پیدائش کے

صرف حاتمہ کتاب کا کاتب معلوم ہوتا ہے۔ ابتدائی ابواب کے کاتب کا نام مذکور نہیں ہے۔ عالا وہ شیعہ دلاور علی بہاری ہوگا۔ ورق ۱۴۵ ب پر استقام تقریری کی بحث میں، میرسور کا یہ شعر میں کے اندر مذکور تھا:

تو حو کہا ہے: «گلہ میرا کیا حس تس کے»

ک کیا؟ کس حاکم؟ کس وقت؟ کس دم؟ کس کے؟

اس شعر کے محاذ میں حاشیے پر لکھا ہے: «معلوم ناد کہ شعر میر سور مستمل پر استقام انکاری بود۔ ار سہو خود در تقریری نوشتہ سدہ ۱۲»۔ اس عبارت کے بعد، خط نسخ میں تحریر ہے: «القل کلاصل»۔ بعد ازاں خہہ اور بھی محط استعاب مندرج تھا، مگر وہ حاشیے کے ساتھ کٹ گیا ہے۔ ہمارے نسخے میں سور کا شعر اور حاشیے کی دونوں عبارتیں خط ردہ میں

ورق ۱۴۲ الف پر «صعت ردالعصر من العروس مع التکرار و التحیس» کی مثال میں مصنف نے اپنی یہ رباعی لکھی تھی:

میں مرص کیا کہ اب پھر آوے لیلیٰ

وہ شخص کہاں، کہ حس تو ہواوے لیلیٰ

ٹک بھی اوسے بید میں حو باوے لیلیٰ

تاحسر بہ قیس کو اوٹھاوے لیلیٰ

اس رباعی پر خط کھیچ کر، حاشیے پر حسب دلیل رباعی تحریر کی گئی ہے:

بے مثل تھی، گو، بھر قیس لیلیٰ

تو حیسا ہے، یار، کہ تھی ایسی لیلیٰ

بید اوڑگئی جس سے میرے لیلوش کی

فصل دوم (ورق ۴۷ الف - ۴۶ ب) میں معروف و مجہول اور گردانوں کا بیان ہے۔

فصل سوم (ورق ۴۶ ب - ۴۵ الف) میں بعض اوت الفاظ سے بحث کی ہے، جن کے ماضی و حال کے صیغوں میں لفظی اختلاف پایا جاتا ہے۔

فصل چہارم (ورق ۴۵ الف - ۴۴ ب) میں لارم اور متعدی کا بیان ہے۔

فصل پنجم (ورق ۴۴ ب - ۴۳ ب) میں ضمائر کا ذکر ہے۔

فصل ششم (ورق ۴۳ ب) میں یہ بتایا ہے کہ اردو زبان میں، ہندی الفاظ کے ساتھ عربی و فارسی لفظ بھی ملے جلے استعمال کیے جاتے ہیں۔

اس باب کی فصلوں کے ساتھ، اول و دوم وغیرہ الفاظ استعمال نہیں کیے ہیں۔ اس کے پیش نظر، تیسری اور چھٹی فصل کے متعلق، میں سمجھتا ہوں کہ یہ فائدے ہیں، جن کے آثار میں اس راہ سہو کاتب نے لفظ فصل لکھ دیا ہے۔

باب سوم (ورق ۴۳ ب - ۴۲ الف)

اس باب میں اردو زبان کے قواعد نحو سے بحث ہے۔ یہ باب ایک تمہید اور ۱۶ فصلوں میں منقسم ہے:-

تمہید (ورق ۴۳ ب - ۴۲ ب) میں علم نحو کی تعریف،

ترتیب فاعل و مفعول اور علامات فاعل و مفعول سے بحث ہے۔

فصل ۱ (ورق ۴۲ ب - ۴۱ الف) حال و دو الحال کے بیان میں،

فصل ۲ (ورق ۴۱ الف) شرط و جزا کے بیان میں،

فصل ۳ (ورق ۴۱ الف - ۴۰ ب) مرکب غیر تام اور اوس کے

اسباب، حالص اور مستند رساں کے مرکز اور حروف تہجی سے بحث کی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف تک لکھنوی ٹیکسال کے سکون کو رواج عام کی سند حاصل رہی ہوئی تھی؛ اسلیے مصنف نے ساھماناد کے محاوروں اور وہاں کے فصحا کی بولچال کو مستند مانا ہے۔

باب اول (ورق ۱۲ الف - ۳۳ ب)

اس میں فارسی رساں کے اوں قواعد صرف و نحو سے بحث ہے، جن کا علم رساں اردو کے طالب علم کے لیے ضروری ہے۔ یہ باب ۳ فصلوں پر مشتمل ہے:

فصل اول (ورق ۱۲ الف - ۳۳ الف) حروف مفردہ کے بیان میں ہے۔

فصل دوم (ورق ۳۳ الف - ۴۰ ب) مخصوص دوحرفی اور سہ حرفی کلمات کے بیان میں ہے

فصل سوم (ورق ۴۰ ب - ۴۷ الف) میں اوں کلمات کا ذکر ہے، جو حداگاہ محلوں میں تنہا استعمال کیے جاتے ہیں۔

فصل چہارم (ورق ۴۷ الف - ۵۳ ب) میں متفرق ووائد کا تذکرہ ہے۔

باب دوم (ورق ۵۳ ب - ۸۴ ب)

اس میں اردو رساں کے قواعد صرف سے بحث ہے۔ یہ باب ایک تمہید اور ۶ فصلوں میں منقسم ہے:

تمہید (ورق ۵۳ ب - ۵۴ ب) میں لفظ کی تقسیم اور فصلوں کی تعریف بیان کی ہے۔

فصل اول (ورق ۵۴ ب - ۷۲ الف) میں صیغوں کا بیان ہے۔

فصل اول (ورق ۹۲ الف - ۱۲۱ الف) میں عروض سے تفصیلی بحث ہے۔ جو بحریں اردو اور فارسی دونوں زبانوں کے شاعروں نے ترک کردی ہیں، انہیں چھوڑ دیا ہے۔ بعض فارسی میں مستعمل بحریں، ہندی دوق پر پوری نہیں اوترتیں، اس لیے اساتذہ اردو نے ان میں شعر نہیں کہے ہیں۔ ایسے مواقع پر مثال کے لیے حود مصنف نے اشعار کہہ کر پیش کیے ہیں۔ بعض بحروں کے ذکر میں یہ بھی بتایا ہے کہ میر تقی میر نے اس میں بہت عمدہ عنایں لکھی ہیں۔

فصل دوم (ورق ۱۲۱ الف - ۱۲۹ الف) میں علم قافیہ سے بحث ہے۔

ساب پنجم (ورق ۱۲۹ الف - ۱۸۷ الف)۔

اس باب میں معانی، بیان اور بدیع سے بحث ہے۔ یہ چار فصلوں پر مشتمل ہے:

فصل ۱ (ورق ۱۲۹ - ۱۳۰ ب) میں فصاحت و بلاغت کی تعریف ہے۔

فصل ۲ (ورق ۱۳۰ ب - ۱۵۱ الف) میں علم معانی سے بحث ہے۔ اسے مصنف نے چند فوائد میں تقسیم کر دیا ہے۔

فصل ۳ (ورق ۱۵۱ الف - ۱۵۹ الف) میں علم بیان سے بحث ہے۔

فصل ۴ (ورق ۱۵۹ الف - ۱۸۷ الف)، جس میں علم بدیع کا ذکر ہے، دو قسموں پر مشتمل ہے۔ قسم اول

(ورق ۱۵۹ الف - ۱۶۹ ب) میں معنوی صنعتیں اور

قسم دوم (ورق ۱۵۹ ب - ۱۸۷ الف) میں لفظی

صنعتیں بیان کی گئی ہیں۔

اقسام کے بیان میں،

فصل ۴ (ورق ۵۹ ب-۶۱ الف) مرکب اضافی کے بیان میں،

فصل ۵ (ورق ۶۱ الف-۶۵ الف) مرکب اعدادی کے بیان میں،

فصل ۶ (ورق ۶۵) حروف ہدا کے بیان میں،

فصل ۷ (ورق ۶۵ ب) تمیز کے بیان میں،

فصل ۸ (ورق ۶۵ ب-۶۷ ب) عطف کے بیان میں،

فصل ۹ (ورق ۶۷ ب) تاکید و موکر کے بیان میں،

فصل ۱۰ (ورق ۶۷ ب-۶۸ الف) صلہ و موصول کے بیان میں،

فصل ۱۱ (ورق ۶۸ الف-۶۹ ب) اسم فاعل، صفت مشتبہ،

مستثنیٰ اور قسم کے بیان میں،

فصل ۱۲ (ورق ۶۹ ب) الفاظ کما یہ کے بیان میں،

فصل ۱۳ (ورق ۶۹ ب-۷۰ ب) معروفہ کے بیان میں،

فصل ۱۴ (ورق ۷۰ ب-۷۱ ب) اسم و فعل و حرف کے

بیان میں،

فصل ۱۵ (ورق ۷۱ ب-۷۲ ب) صمائر کے بیان میں، اور

فصل ۱۶ (ورق ۷۲ ب-۹۲ الف) حرف کے بیان میں ہے۔

ان فصلوں کے ساتھ بھی شماری الفاظ مذکور نہیں ہیں،

اس لیے چھوٹی چھوٹی فصلوں کے متعلق احتمال ہے کہ یہ دراصل

فائدے ہوں، اور کاتب نے غلطی سے ان کے عنوانوں میں

فصل لکھ دیا ہو۔

باب چہارم (ورق ۹۲ الف-۱۲۹ الف)

اس باب میں عروض و قافیہ سے بحث کی گئی ہے۔ یہ

دو فصلوں میں منقسم ہے:-

ورق ۷۶ الف پر مرراحان طیش کے یہ اشعار ذکر کیے ہیں۔

حب طیش کو نہ ملی بوسے کی اوس لب سے حبر
تب فقروں کی طرح، شعر یہ پڑھتا وہ چلا
لے ہوا ہیں، کسی پر رور ہیں، یا محبوب
دیوے اوس کا بھی بھلا، حو نہ دے اوس کا بھی بھلا

۸۴ ب پر آشفته کا یہ شعر لکھا ہے:

مرنے میں ملے وہ، دل، تو مرچک
ارمان رہے نہ یہ بھی، کرچک
ورق ۹۰ الف پر معر نواب کا حسب دلیل شعر ملتا ہے:
ایسا کس کام کا آنا؟ ارے چل، دور، جح
ح کہ کہا ہی نہ مانا، ارے چل، دور، جح
ورق ۱۱۷ الف اور ۱۶۴ ب پر محشر کے یہ دو شعر علی الترتیب
نقل کیے ہیں:

یارنے، محسر، تجھے رھر کا بھیٹا ہے حام
جی نہ چہا، میری حان، اب یہ پیا چاہیے
دور میں اوس چشم کے، گردوں کی آسائش نہیں
کس گھڑی، کس دم، نئے وقتے کی فرمائش نہیں؟
ورق ۱۵۹ ب پر حمام کا یہ شعر لکھا ہے:

رقیبوں پر، میان، پڑتا ہے تب سو سو گھڑے بانی
بلا حمام کو، حس رور تم حمام کرتے ہو

ورق ۱۶۲ الف پر برق کا یہ شعر مندرج ہے:
رقیب، صد سے، عث کیا بیداع حلتا ہے؟
کہیں بھی کالے کے آگے چراغ حلتا ہے؟

حاتمہ (ورق ۱۸۷ الف - ۲۱۹ ب)۔

اس میں اون شاعروں کے حالات اور منتخب اشعار پیش کیے گئے ہیں، جن کا کلام کتاب میں بطور مثال جاننا مذکور ہے۔ یہ شاعر، جن کی مجموعی تعداد ہمارے نسخے کے مطابق ۳۰ ہے، تین طبقوں میں منقسم ہیں۔ ان میں سے پہلے طبقے میں گیارہ اور باقی دوہوں میں بارہ بارہ شاعروں کا ذکر ہے۔ چونکہ مصنف اتنا عسری مذہب تھا، اس لیے عالما دوارہ امام کے شمار کے مطابق ہر طبقے میں بارہ شاعروں کا ذکر ہوگا۔ ہمارے نسخے میں طبقہ اولیٰ کا ایک نام سہوا چھوٹ گیا ہے۔

ان ۳۰ شاعروں کی تین طبقوں میں تقسیم، بالفاظ مصنف «نا غنار معلومات فی وقوت طبع و چستی، تالیف و سیریمی، کلام و شہرت حلق» کی گئی ہے۔

جیسا کہ تفصیل ماسی سے ظاہر ہے، کتاب کی ترتیب عربی اور فارسی قواعد کی کتابوں سے ماحود ہے۔ لیکن حاتمہ کتاب میں شعرا کا تذکرہ، عبدالباسط کی «منارالصوائط» کی نقل ہے، جو دستورالقصاحت کا ایک واحد ہے۔ اس کتاب کے حاتمے میں بھی اون فارسی شاعروں کا مختصر حال لکھا گیا ہے، جن کے شعر مثال میں پیش کیے گئے ہیں۔

مصنف نے حاتمے میں جن شاعروں کا ذکر کیا ہے، اون کے علاوہ بعض اور شاعروں کے کلام سے بھی استناد کیا ہے۔ چنانچہ ورق ۴۷ ب پر مرزا محسن کا شعر دیل لکھا ہے:

وہ تیر غمزنہ ستم، سب کے سب، نہ ایک نہ دو

چلن ہیں حتیٰ، سب اوس کے کڈھ، نہ ایک نہ دو

کس کے ہیں انتظار میں آنکھیں؟
حو کھلی ہیں منزار میں آنکھیں

اور تخی کے اس شعر کو سرقہ قرار دیا ہے:
یہ سوق دیکھو، یس مرگ بھی تخی نے
کس میں کھول دس آنکھیں، سما حویار آنا

سیخ عیسیٰ تمہا کے اس شعر کو:
دل کو ہاتھ اوس کے حو بیچوں، تو نہ کہتے ہیں رقیب:
»لیجیو تم اسے، بارار درا دکھلا کر«

مصحفی کے اس شعر سے ماحود بتانا ہے:
دل بھی کیا حس ربوں ہے؟ کہ خردار اس کے
ایتے ہیں، یہ اسے سو حیا پہ دکھا لیتے ہیں

چونکہ مصنف نے حاتمے میں صراحت کر دی ہے کہ کتاب
میں »احوال بعضی از شعرا« پر اقتصار کیا گیا ہے، اسلیے ہم
ان شاعروں کا ذکر نہ کرے کے سلسلے میں اوس پر حرف گیری
ہیں کر سکتے۔ ہاں، یہ سکایت ضرور ہے کہ صرف اس سا پر کہ
وہ اس میں پسند نام و سمرن نہ تھا، ایسا حال نہیں
لکھا۔

رمانہ تالیف

حاتمہ کتاب کے آخر میں، مصنف نے حسب ذیل قطعہ تاریخ
لکھا ہے:

صد شکر کہ اتمام پدیروت رسالہ
واصح شد اران، جملہ قوایں بلاعت

ورق ۱۶۳ ب پر اشرف کا یہ شعر لکھا ہے:
 لوٹے چمن میں گل کی، حراں یوں، بہار، حیف
 اور عمدلیب، تو رہے حیتسی، ہزار حیف
 ورق ۱۳۳ الف پر مرزا محسن صاحب کا یہ شعر درج
 کیا ہے:

کو کھتا ہے کہ مجھ پاس تم آو، بیٹھو؟
 جی لگے آب کا حن میں، وہیں حاو بیٹھو
 ورق ۱۵۸ ب پر سرقے کی بحث میں محسوب کا یہ شعر
 پیش کر کے:

بیٹھا تھا، مجھ کو دیکھ، ہاے سے اوٹھ گیا
 حس سلوک، آہ! رمائے سے اوٹھ گیا
 لکھا ہے کہ شگفتہ کا نہ شعر سراقہ ہے:
 آنکھیں چراکے، سب وہ ہاے سے اوٹھ گیا
 حرف مروب، آہ! رمائے سے اوٹھ گیا
 اس کے بعد محوں کا نہ شعر لکھ کر:
 پیسا میں قدح مے کو میں کھو خجھ س
 رہا مدام مرے حام میں اہو خجھ س
 کہتا ہے کہ میر سیر علی افسوس کا نہ شعر بھی سراقے میں
 داخل ہے:

ہنس کر کسی سے میں لے رہ کی باب خجھ نعیر
 روتے ہی، آہ! کٹ گئی یہ رات تھجھ نعیر
 اسی بحث میں (ورق ۱۸۶ الف) حقیق کا نہ شعر لکھا ہے:

سہادر عرف مرزا جعفر کے نام کے بعد «معذور، لارال دولہ، و اقبالہ» لکھا ہے۔ جامع میں ایک موقع پر «دام اقبالہ، معذور و مرحوم» اور دوسری جگہ صرف «دام اقبالہ» ہے۔ مرزا جعفر نے ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۴ع) میں وفات پائی ہے۔ لہذا دعای دوام اقبال کو اس سہ سے پہلے ہوا چاہیے۔ چونکہ یہ دعا حاتمہ کتاب میں بھی بائی جاتی ہے لہذا ضروری ہے کہ کتاب اس سہ سے قبل ہی ختم ہو چکی ہو، اور دعائے معمرت کا اضافہ تسمیص کتاب کے وقت کیا گیا ہو

(۳) سہادہ نصیر کے حال میں تحریر کیا ہے:

»گزشتہ کہ در سال گرشاد رتلاش یسر خود دلش، کہ گریختہ بود، لکھنؤ آمدہ، در مشاعرہ ہاں مرزا میرالین احمد، جان بہار، دام اوالہ، حاضر ی تہ و شعر خوانی می کرد« (ص ۱۱۳)

مولوی عبدالقادر چیف رامپوری اسے سہر لکھنؤ واقع

سہ ۱۲۲۹ھ (۱۸۱۴ع) کی روزانہ میں فرماتے ہیں:

»اس رمان آخر عہد ابواب سعادت عن حال بود۔ روری در محفل مشاعرہ کہ دران امام محمد مرزا جعفر می بود، رفتہ۔ مرزا محمد حسن محسنی قنبل و مصحفی و میر نصیر دہلوی دران رمرہ سرکردہ بشمار میرالین احمد و شیخ امام بخش ناسح را دران امام روری دریں کار بود« (ورق ۴ الف)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تنہا نصیر سہ ۱۲۲۹ھ میں لکھنؤ

میں تھے لہذا اب کا حال بھی سہ ۱۲۳۰ھ کے ایک، بھگ درج کیا گیا ہوگا (۱)۔

(۱) آج کی روایت کے مطابق نصیر نے لکھنؤ کے دو سفر کیے تھے۔ آخری سفر کے وقت لکھنؤ میں ناسح کا دور دورہ تھا۔ چونکہ مولوی عبدالقادر بھی اکتوبر ۱۲۲۹ھ میں نصیر کا لکھنؤ میں قیام اور ناسح کی شہرت کا تذکرہ کرتے ہیں، اس لیے ہماری نظر میں ان کا یہ دو سفر سہرا قرار پایا ہے

تاریخ تمامیش طلب کرد چو یکتا
فی العور خرد گفت کہ «دستور فصاحت»

اس قطعے میں مادۂ تاریخ «دستور فصاحت» ہے، جس سے
سہ ۱۲۴۹ھ (۱۸۳۴ع) برآمد ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ
یہ سہ مسودہ صاف کرنے کے وقت کا تعین کرتا ہے، سال
تالیف کو ظاہر نہیں کرتا، اس لیے کہ خود مصنف نے اس قطعے
سے پہلے لکھا ہے:

«محمی ماد کہ عرصۂ بعد و مدت مدید سپری گزیدہ کہ چہرہ
تسطیر این مقالہ و گزردہ تصویر این رسالہ، بر صحنہ و خود
نقش گرفتہ، سب تردد خاطر و شب بال، کہ یوحہ شتی
لاحہ حال من عرت مال مادہ، در محل تعلیل افسادہ بود۔ و
درین تعلیل کہ سالہا سال سر آمد، ہر گز طعت موخہ شد کہ
بظر ثانی پردازد، یا آن را بحوی کہ مطور بود، درست سارد،
کہ دوسی ار دوسان فقیر۔ سعی نہ شیخ رمضان علی صاحب
سلمہ رہ، ار باشندگان آکھٹو، کمرہمت سہ سقائش پرداختند و
سعی تمام در سادہ دیکھد این سال آن را تمام سجدہ»
(ص ۱۲۵)

اب اس بیان کو سامنے رکھ کر کتاب کا حائرہ لیا جائے
تو اس مدعا کے اثبات میں حسب ذیل تمہادتیں دستیاب ہوتی ہیں:
(۱) یکتا نے مرزا محمد حسن قتیل کو «سلمہ اللہ تعالیٰ» کے
ساتھ یاد کیا ہے (ورق ۱۲۸ ب)۔ قتیل نے سچر کے در
سچر کے وقت ۲۴ ربیع الاول سہ ۱۲۴۳ھ (۱۸۱۸ع) کو مرصو
اسسقا سے لکھٹو میں انتقال کیا ہے (۱)۔ اس سے یہ قیاس کہ
حاکمیتا ہے کہ «دستور الفصاحت» ۱۲۴۳ھ سے پہلے لکھی گئی ہے
(۲) دیباچے میں مرزا حاجی کے والد مرزا خوالدین احمد خان
(۱) شہر عشق ۵۰۰ ب۔

ان دونوں شہادتوں سے یہ نتیجہ مستسط ہوتا ہے کہ کتاب ۱۲۱۳ھ سے پہلے تالیف ہو چکی تھی۔

اگر یہ نتیجہ درست ہے، تو ہمیں یہ بھی ماساڑے گا کہ اس کی تالیف کا کام اشا کی دریائے لطافت سے پہلے انجام پا چکا تھا، جس کا سال احتتام ۱۲۲۲ھ (۱۸۰۷ع) ہے۔ چونکہ مصنف نے دساجے میں لکھا ہے کہ

» هیچ کفائی از کتب ایں من و رسائل ایں هر، که مذهب
مطلب و معین مقصد دریں باب می شد، در نظر نداشتیم که موافق
آن می نوشتیم و از حدّا مضوئ می ماندم «

اس لیے ہم پچھلے دلائل کی کلک پر کہہ سکتے ہیں کہ مصنف کی نظر میں دریائے لطافت کا بہ ہونا اس سائیر تھا کہ یہ ابھی معرض وجود ہی میں نہیں آئی تھی۔

پھر حال نتیجہ بحث یہ ہے کہ دستور الفصاحت ۱۲۱۳ھ (۱۷۹۸ع) سے پہلے لکھی گئی تھی۔ اوس وقت یہ کسی کے نام معنون نہ تھی۔ ۱۲۲۹ھ یا ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۵ع) میں مصنف نے اوس پر بطرانی کر کے مرزا حسی کے نام معنون کی۔ اس بطرانی کے دوران میں اوس نے جو اضافے کیے، اون کا پتا حاتم کے بعض مباحث میں صاف طور پر چل جاتا ہے۔ لیکن ابھی کتاب کا مسودہ صاف ہو کر شایع نہیں ہوا تھا کہ مرزا حسی کی ساط ریاست الٹ جانے سے مصنف بھی پریشان حال ہو گیا اور مسودہ تعطل میں پڑا رہا۔ آخر سہ ۱۲۴۹ھ میں شیخ رمضان علی لکھنوی نے اس کو صاف کرنے کا اقرار کیا۔ مصنف نے اس پر پھر نظر ڈالی، اور چند جگہ اضافے کیے، چنانچہ کتاب کے ورق ۱۸۲ الف پر مصنف نے ایسا یہ شعر لکھا ہے :

(۴) میر تقی میر کے ذکر میں لکھا ہے کہ »سہ چہار سال شدہ کہ در لکھنؤ وفات یافت« میر صاحب نے سہ ۱۲۲۵ھ میں انتقال کیا ہے، جس کی رو سے ان کا حال ۱۲۲۹ھ میں لکھا جانا چاہیے۔

(۵) مرزا جعفر کو اون کے صاحبزادے مرزا حاجی کے ذکر میں »دام اقبالہ« لکھا ہے اور اس موقع پر مرزا حاجی کے نام کے ساتھ اون کا خطاب بھی مذکور ہے، اس لیے یقیناً یہ حصہ سہ ۱۲۲۹ھ اور سہ وفات مرزا جعفر کے درمیان لکھا گیا ہے۔ عرص کہ ان باچہ شہادتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب ۱۲۲۹ھ اور ۱۲۳۰ھ کے درمیان تمام ہو چکی تھی۔

(۶) حاتمہ میں حواہ احسن اللہ بیان کے بارے میں لکھا ہے
 »می گد ید کہ تاحال ریدہ است باف دکھن در سرکار نظام علی
 جان عروا عمارتی سا د«۔ (ص ۳۰)

بیان نے سہ ۱۲۱۳ھ (۱۷۹۸ع) میں انتقال کیا ہے۔

قیام الدین محمد قایم رامپوری کے تذکرے میں (حو عام طور پر اپنے مولد کے لحاظ سے چاندپوری کہلائے ہیں) لکھا ہے:

»چند سال شدہ کہ بر یوفانیء دنیا بار عمده، ترک این جہاں فانی
 کرد، و در رامپور فص اللہ جان والہ، کہ از مدت مسکن او
 همان اللہ بود، مدفون گشت« (ص ۴۵)

قایم کے سال وفات میں اختلاف ہے بعضے ۱۲۰۸ اور دوسرے ۱۲۱۰ھ بتاتے ہیں۔ یکتا نے اون کا ذکر وفات کے »چند« سال بعد کیا ہے۔ لفظ چند عربی کے لفظ »بضع« کی طرح تین سے نو تک کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اہدا قام کا حال ۱۲۱۱ یا ۱۲۱۳ھ میں لکھا جانا چاہیے۔

ان دونوں شہادتوں سے یہ نتیجہ مستسط ہوتا ہے کہ کتاب ۱۲۱۳ھ سے پہلے تالیف ہو چکی تھی۔

اگر یہ نتیجہ درست ہے، تو ہمیں یہ بھی ماسا پڑے گا کہ اس کی تالیف کا کام اشا کی دریائے لطافت سے پہلے انجام پا چکا تھا، جس کا سال اختتام ۱۲۲۲ھ (۱۸۰۷ع) ہے۔ چونکہ مصنف نے دیباچے میں لکھا ہے کہ

« بیچ کنایہ از کتب این فن و رسائل این ہر، کہ مفید
مطلب و معین مقصد دریں باب می شد، در نظر برداشتم کہ موافق
آن می نوشتم و از حطا مصوٰں می ماندم »

اس لیے ہم پچھلے دلائل کی کک پر کہہ سکتے ہیں کہ مصنف کی نظر میں دریائے لطافت کا نہ ہونا اس سبب تھا کہ یہ ابھی معرض وجود ہی میں نہیں آئی تھی۔

ہر حال نتیجہً بح یہ ہے کہ دستور الفصاحت ۱۲۱۳ھ (۱۷۹۸ع) سے پہلے لکھی گئی تھی۔ اوس وقت نہ کسی کے نام معون نہ تھی۔ ۱۲۲۹ھ یا ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۵ع) میں مصنف نے اوس پر بطرانی کر کے مرزا حاجی کے نام معون کی۔ اس بطرانی کے دوران میں اوس نے حواصاف کیے، اون کا پتا حاتم کے بعض مساحت میں صاف طور پر چل جاتا ہے۔ لیکن ابھی کتاب کا مسودہ صاف ہو کر شایع نہیں ہوا تھا کہ مرزا حاجی کی ساط ریاست الٹ جانے سے مصنف بھی پریشان حال ہو گیا اور مسودہ تعطل میں پڑا رہا۔ آخر سہ ۱۲۴۹ھ میں شیخ رمضان علی لکھوی نے اس کو صاف کرنے کا اقرار کیا۔ مصنف نے اس پر پھر نظر ڈالی، اور چند جگہ اضافے کیے، چنانچہ کتاب کے ورق ۱۸۲ الف پر مصنف نے اپنا یہ شعر لکھا ہے :

(۴) میر تقی میر کے ذکر میں لکھا ہے کہ «سہ چہار سال شدہ کہ در لکھنؤ وفات یافت» میر صاحب نے سہ ۱۲۲۵ھ میں انتقال کیا ہے، جس کی رو سے ان کا حال ۱۲۲۹ھ میں لکھا جانا چاہیے۔

(۵) مرزا حعفر کو اون کے صاحبزادے مرزا حاجی کے ذکر میں «دام اقبالہ» لکھا ہے اور اس موقع پر مرزا حاجی کے نام کے ساتھ اون کا خطاب بھی مذکور ہے، اس لیے یقیناً یہ حصہ سہ ۱۲۲۹ھ اور سہ ۱۲۳۰ھ مرزا حعفر کے درمیان لکھا گیا ہے۔ عرصہ کہ ان باجی شہادتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب ۱۲۲۹ھ اور ۱۲۳۰ھ کے درمیان تمام ہو چکی تھی۔

(۶) حاتمہ میں حواحدہ احسن اللہ بیان کے بارے میں لکھا ہے:

«می گر بند کہ تاحال زندہ است، تبارف دکھن در سرکار نظام علی
خان عروا عمارتی دارد»۔ (ص ۸۳)

بیان نے سہ ۱۲۱۳ھ (۱۷۹۸ع) میں انتقال کیا ہے۔ قیام الدین محمد قیام رامپوری کے تذکرے میں (حو عام طور پر اپنے مولد کے لحاظ سے چاندپوری کہلائے ہیں) لکھا ہے:

«چند سال شدہ کہ بر بوفائیء دنیا، طار عموذہ، ترک این جہاں فانی
کرد، و در رامپور فیض اللہ - ان والہ، کہ از مدت مسکن او
ہماں بللہ بود، مدفون گشت» (ص ۴۵)

قیام کے سال وفات میں اختلاف ہے بعضے ۱۲۰۸ھ اور دوسرے ۱۲۱۰ھ بتاتے ہیں۔ یکتا نے اون کا ذکر وفات کے «چند» سال بعد کیا ہے۔ لفظ چند عربی کے لفظ «بضع» کی طرح، تین سے نو تک کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اہدا قائم کا حال ۱۲۱۱ یا ۱۲۱۳ھ میں لکھا جانا چاہیے۔

(۳) مبار الصوائط

ورق ۲۸ ب اور ۳۳ الف پر عبدالساط کا حوالہ ہے۔ یہ اقتباسات اوس کی کتاب مذکورہ بالا (ورق ۹ الف و ۱۱ الف) میں پائے جاتے ہیں۔ التہ سائل کے تساہل کی بنا پر الفاظ میں قدرے اختلاف نظر آتا ہے۔

(۴) میر تمس الدین فقیر

ورق ۱۰۴ ب پر ان کا حوالہ ملتا ہے۔ لیکن حقائق البلاء میں اس کا پتا نہیں چلا۔

(۵) معيار الاشعار

یہ کتاب حواحد بصیر الدین طوسی (متوفی ۵۶۷ھ = ۱۲۷۴ع) کی تصنیف ہے۔ یکتا نے ورق ۱۲۲ الف و ۱۲۸ الف پر ان کا حوالہ دیا ہے موناخراند کر مقام پر کتاب کا نام بھی مذکور ہے۔

(۶) جمع الصنائع

یہ کتاب نظام الدین احمد بن محمد صالح الصدیقی الحسینی کی تالیف ہے، جو عہد عالمگیر کا ایک صوفی مش فاضل تھا۔ یکتا نے ورق ۱۵۹ ب پر اس کا حوالہ دیا ہے، جو نسخہ مطبوعہ (مطبع۔ حسنی لکھنؤ) کے صفحہ ۹۰ پر موجود ہے۔

(۷) رسائل بلاغت

ورق ۱۶۲ ب پر عبدالواسع کے نام سے حواقیق دیا ہے، وہ عبدالواسع کے رسائل بلاغت (مطبع مصطفائی، لکھنؤ، ۱۲۶۱ھ) میں صفحہ ۵۲ پر پایا جاتا ہے۔

(۸) تذکرہ ہندی

یکما چو حسـت سال وفاتس، چو اسـک رحـت
نی تعمیہ، رحامۃ او «تالـک رحـب»
اس مادۃ تاریخ سے سنہ ۱۲۳۶ھ نکلتا ہے۔

اسی طرح ورق ۱۷۴ الف ر حسب دیل سـعر بطـر آنا ہے :
اے بصـر الدین حـماں محـسی، کہ اراقـال ہست

بـع عالمگیر تو، رور طـغر، مالک رقاب

ماں بصـر الدین حـندر نادسـاہ اودھ مراد ہں، حو ۱۲۴۴ھ سے

۱۲۵۳ھ تک حکمران رہے تھے، اس لیے یقین ہے کہ ان سـعروں
کا بعد میں اصافہ کیا گیا ہے۔

کتاب کے مآخذ

کتاب کے دساجے یا حامی میں مآخذ کے ذکر کا دستور
ہت پرانا ہے، لیکن "ارے مصنف نے اس کی پاسدی نہیں کی۔
تاہم حسب دیل مآخذوں کا پتا چلتا ہے :

(۱) فرہنگ رسنای

یہ فارسی لغت کی مشہور کتاب اور عبدالرسید مدنی، ساکن
ٹھٹھہ (سندھ، متوفی سنہ ۱۰۷۷ھ = ۱۶۶۶ع) کی تصنیف ہے یکما نے
ورق ۲۲ ب و ۲۳ ب پر اس کا حوالہ دیا ہے۔

(۲) موہبہ عظمی

ورق ۲۶ ب اور ۲۷ ب پر مصنف نے حان آرو (متوفی
سنہ ۱۱۶۹ھ = ۱۷۵۵ع) کے حوالے نقل کیے ہیں، ان میں کا
یہا قول موہبہ عظمی (ورق ۲۵ الف) میں موجود ہے۔ دوسرا
اقتباس اس کتاب میں نہیں ملا۔ ممکن ہے کسی دوسری تصنیف
کا ٹکڑا ہو۔

کے لفظوں کے استعمال کا حساسی تناسب بھی مقرر کیا ہے۔
 کہتا ہے کہ یہ لوگ ایسی بولچال میں تین چوتھائی عربی
 و فارسی اور ایک چوتھائی ہندی کے لفظ استعمال کرتے ہیں
 (ورق ۳۵ ب)۔

(۳) میر اور سودا کے کلام کے فرق کو ان الفاظ
 میں ظاہر کیا ہے:

» اگرچہ کلام فصاحت و طامش، مثل سعدی، ظاہر آسان نظر می
 آید، ولی بمنع است بیشتر شعرا مقلد او هستند و مطلق طورش
 می یابد۔ بخلاف مرزا محمد رفیع، کہ باوجود کمال یختگی کہ
 دارد، تقلدش ہر صاحب مہمی را ممکن « (ص ۲۵)۔

اکثر ادبوں اور نقادوں نے ان دونوں ہگت استادوں کے
 رنگ کا فرق بتایا ہے۔ لیکن یکتا نے جو حد مقرر کی
 ہے وہ اچھوتی اور واقعی ہے

(۴) میر کے حال میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

» نواب آصف الدولہ معفور و مرحوم ہم بعد رحلت مرزا، میر
 را از شاہ جہاں آزاد محرابہ طلب داشتہ، منصب عالی ملازم
 ساخت «۔ (ایضاً)۔

حالانکہ تمام تذکرہ نویس یہ لکھتے ہیں کہ میر صاحب
 از خود لکھتو گئے اور حب آصف الدولہ کے دربار میں رسائی
 ہوئی، تو تحوواہ مقرر کی گئی۔

(۵) لطف اور آزاد دونوں نے میر صاحب کی بارک مراچی کا
 ذکر کیا ہے۔ صاحب «گل رعنا» کو اس قسم کے واقعات سچے
 ہیں معلوم ہوئے لیکن یکتا بھی لطف و آزاد کا ہم خیال
 ہے، اور ان کی بارک مراچی سے متعلق ایک واقعہ لکھتا

حاتمہ کتاب میں شعرا کا ذکر کرتے ہوئے، متعدد مقامات پر یکتا نے اس تذکرے کے ٹکڑے نقل کیے ہیں۔ ان میں سے دو جگہ (صفحہ ۶۹ و ۷۰) لفظ تذکرہ کے ساتھ اور بقیہ مقامات (صفحہ ۷۷ و ۸۰) پر مصحفی کے نام کے ساتھ ان اقتباسات کو پیش کیا گیا ہے۔

مدکورہ بالا تمام حوالے، صرف و نحو ہدی کے ماسوا دوسرے مباحث کے اندر پائے جاتے ہیں۔ صرف و نحو ہدی پر کوئی کتاب یکتا کے سامنے نہ تھی، اس لیے یہاں کوئی حوالہ بطور نہیں آتا۔

چند نکات

کتاب میں حاشا ادنیٰ و تارخی نکتے بھی مذکور ہیں۔ ان میں سے دو چار کا تذکرہ دلچسپی سے حالی نہ ہوگا۔ مثلاً :

(۱) یکتا اسے ناپسند کرتا ہے کہ فصحا کے محاورے کے بحلاف، الفاظ کے تلفظ میں صحت اعراب یا ادای مخرج کا لحاظ کیا جائے۔ چنانچہ اس کے خیال میں «عدار» کو، حوام طور پر عس کے رر کے ساتھ بولا جاتا ہے، نکسر عس، بر ورن ارار، ٹرہما اور رردستی حلق سے عیس اور حای حطی کا نکالنا سامعین کو ایسے آپ پر ہسانا ہے۔ ہاں، اگر کوئی لفظ عوام کی بولیچال میں تلفظ اصلی سے ہٹ جائے، تو اسے ضرور صحیح طور پر استعمال کرنا چاہیے۔

(۲) یکتا نے ایسے عہد کے شروفا اور مستند شاعروں کے کلام میں عربی اور فارسی الفاظ کے ساتھ ٹھیٹھ ہدی

اسی طرح نکتا ے بہ بھی لکھا ہے کہ آخر میں آئینا دوا ے ہو گئے تھے، اور اسی حالت میں فوت ہوئے۔ (ص ۱۰۷)

اس معاصرانہ زمان کے اس نظر، مرزا اوح کے دوانگی سے اختلاف کی کمزوری ظاہر ہوئی ہے۔ اور آراد ے رنگیں کی دہائی اوب کا آخری حال جو کچھ لکھا ہے، اوس پر بھی آتا ہے (۱۱)

(۱۰) افسوس کے متعلق پتہ چلتا ہے کہ اوہوں نے نکتا کی حمد، سی . بی حکیم محمد سائر صاحب لکھنوی سے رسوں ط بڑھی تھی، اور مرزا خزائن احمد صاحب سہادر، عرف مرزا جعفر کے نوشط سے کلکتے میں مصعۃ اردو ذالی دلازم ہوئے تھے۔ نکتا ے افسوس کا قطعۃ تاریخ وہ بھی لکھا ہے، جس سے ۱۲۲۴ھ برآمد ہوئے جس، وردہ انتک بدکروں میں صرف سال غسوسی ۱۲۰۹ ملتا تھا۔

(۱۱) اس کتاب سے ہمیں اس مشاعروں؛ (۱) مشاعرۃ مرزا حاجی، (۲) مشاعرۃ دواوی محبت اللہ (۳) اور مشاعرۃ سید مہر اللہ حان غور کا پتہ چلتا ہے، جن میں سے عالم دوسرے مشاعرے کا ذکر اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔

مآخذ حواشی

اس کتاب کے حاشیوں کی ترتیب میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے، ان کی تفصیل حسب دہل ہے:-

(۱) صاحب گل رعنا ے بھی (ص ۲۸۸) مرزا اوح کی روایت کو قبول کرتے ہوئے انشا کے حوں سے انکار کیا ہے۔

ہے۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے، تو پھر آراد کے بیان کردہ قصوں کو نہ مانے کی کوئی وجہ نہیں۔ (ایضاً)

(۶) قیام الدین قایم رامپوری کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے کلام میں مرزا کی تالیف کلمات اور سدش الفاظ اور میر کی برشتگی و شکستگی یکجا نظر آتی ہے۔ یہ نثر صرف اسی اک شاعر کو نصیب ہوا ہے کہ اس کا قصیدہ قصیدہ اور عرل عرل کہلانے کی مستحق ہے۔ ورنہ اکثر یہ دیکھے میں آیا ہے کہ یا تو قصیدہ عرل ہو کر رہتا ہے، اور یا عرل قصیدہ بن جاتی ہے۔ اسی طرح قام کی مثنویاں اور رباعیات اپنے اپنے حصائص کی حامل ہیں۔

(۷) مصحفی کو اداسدی میں ثناء میں سور لکھا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب یہ لکھٹو پہچے، وہاں حرأت کا طوطی بول رہا تھا۔ کسی نے ان کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ ساچار یہ حرأت کے مقابلے میں آڈٹے اور بیس سال تک حرأت اور اوس کے ساگردوں کے پورے لکڑے سے تن تمہا جگ کر کے، اہل ادب کو اپنی طرف مائل کیا اور آخر کار حرأت کے برابر، بلکہ اوس سے زیادہ شہرت حاصل کر لی۔ (ص ۹۴) تعجب ہے کہ اس سلسلے میں نکتا نے اس کا نام نہیں لیا۔ حالانکہ آبجیات میں «مصحفی و مصحفن» والا معرکہ اوہیں سے پیش آیا تھا۔

(۹) انسا کی عمر کا ذکر عام تذکروں میں نہیں ملتا۔ مگر یکتا نے لکھا ہے کہ اوہوں نے ۶۰ سال سے یکھ زیادہ عمر پائی۔

مصنف نے دساجے میں یہ بھی بتایا ہے کہ اوہیں اس کی تربیت کا خیال کس طرح اور کب پیدا ہوا، اور اس طویل اور وقت طلب کام میں کس کس نے اوں کا ہاتھ بٹایا۔

اس کے واقعی آغاز کا تعین دشوار ہے، تاہم کتاب کے بعض مقامات سے پتہ چل جاتا ہے کہ ۱۱۶۴ھ سے کتنا پہلے مصنف اس کی ترتیب میں مشغول تھا۔

(۱) لطف اللہ خاں ثنّار کے ذکر میں آروے لکھا ہے:

» دریں سنہ کہ ہزار و یکصد و پچاس ، بہ ہجریست ، دو ماہ پیش از رحلت ایردی پیوست « (۴۶۴ ب) ۔

اریخ مجددی (۹۶۰ ہ) میں عرۃ ربیع الاول سنہ ۱۱۵۹ھ (۷۶۷ ع) اریخ وفت مندرج ہے۔ لہذا ثنّار کا حال حمادی الاولیٰ سنہ مذکورہ میں لکھا جا چھوے۔

(۲) کہ الحائۃ عالمۃ رامپور میں، اس تذکرے کی پہلی جلد کا ایک نسخہ محفوظ ہے جس کے ایک ورق پر چند سطرس، خود آروے کے قلم کی لکھی ہوئی ہیں۔ چونکہ اس جلد کی تربیت حروف پہنچنے کے مطابق نہیں ہے، اس لیے یہ طور پر اسے مسودہ کہا جاسکتا ہے۔ اس مسودے میں قزلباش خاں امید کو »سلمہ رہ« کے الفاظ سے یاد کیا ہے (۳۶ الف)۔ اریخ مجددی (۹۶۰ ہ) میں ان کی تاریخ وفات، و حمادی الاولیٰ سنہ ۱۱۵۹ھ لکھی ہے۔ لہذا آروے نے ان کا حال حمادی الاولیٰ سنہ مذکورہ سے پہلے لکھا ہوگا۔

(۳) اسی مسودے میں تسبیح علیٰ حزن کے متعلق لکھا ہے:

» بہ سال یا زیادہ باشد، کہ وارد ہندوستان گشتہ از تسلط نادر شاہ قلمرو ایران، دریں ملک آمدہ، و درہنگامیکہ شاہشاہ بر ہندوستان بر مسلط گردید، و شاہجہاں آباد دہلی تصرف او

۱۔ مجمع المقائس، علمی۔

یہ فارسی گو شاعروں کا تذکرہ ہے، جسے ہندوستان کے مایہ ناز نقاد، سراج الدین علی حان، آرزو، اکبر آبادی متوفی سنہ ۱۱۶۹ھ (۱۷۵۶ع) نے تصنیف کیا ہے۔

دیباچے میں مصنف نے لکھا ہے کہ میرے شاگرد، استاد، تلمیذ، نے اس کے حوالہ دے کر اس کی نسبت تالیف کی ہے:

ایں تذکرہ، شعوراں گماں

یمن چو نوشت سراج الدین حان

مدار، آرزو چیں کرد رقم

«گلزار حمال اہل معینہ جہاں»

چونکہ جو میرے مضموع کے ۱۱۶۹ھ عامہ شروع ہوا، اس سے ۱۱۶۹ھ (۱۷۵۰-۵۱ع) میں اس کا حتم ہونا چاہئے۔ دوسرے سواحد بھی ایسی تالیف کے مؤلف ہیں مثلاً میرا ہی میرے کتاب المعر میں جو قریباً ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۱ع) کی تصنیف ہے، اس کا کئی جگہ حوالہ دیا ہے۔ میرا علام علی آزاد بلکرامی نے، سرو آزاد (ص ۱۲۸) میں جو کئی سال کی کوشش کے بعد ۱۱۶۶ھ (۱۷۵۲ع) میں حتم ہوا تھا، اس کا رپرتائیف ہونا بیان کیا ہے، اور حزانہ عامرہ (ص ۱۱۷) میں، جو ۱۱۷۶ھ (۱۷۶۲ع) کی تصنیف ہے، لکھا ہے کہ یہ تذکرہ مذکورہ بالا سنہ ۱۱۶۹ھ میں مرتب ہوا ہے۔

لیکن مصنف نے اس تذکرے کی ابتدا اس تاریخ سے رسوں پہلے کردی تھی۔ شروع میں یہ معجب اشعار کی ایک بیاض تھی۔ رفتہ رفتہ اس نے تذکرے کی حیثیت اختیار کرلی۔

چونکہ اعام ملے ۵ واقعہ عمدہ الملك کے الہآباد سے واپس
 ہوئے کے بعد کا ہے۔ لہذا یہ دیکھا جائیے کہ عمدہ الملك الہآباد
 کب حاکم کس وقت واپس ہوئے۔ مہر ولی اللہ نے تاریخ
 ورح آباد میں لکھا ہے کہ عمدۃ الملك ۱۱۵۲ھ (۱۷۳۹ع) میں الہآباد حاکم
 ہوئے ورح آباد سرسرف لائے تھے (۸۰ الف) حراۃ عامرہ (ص ۷۶)
 میں بھی ان کے الہآباد کی صوبیداری پر مقرر ہوئے کا یہی
 سال تحریر ہے۔ قائم نے محرن نکات (ص ۳۲) میں اخام تحلیص کے
 تحت ان کا ذکر کرے ہوئے یہ لکھا ہے کہ

« آخر الامر بوشنة اعتمادالدواہ بہادر بحضور آمد۔ سہ سال تمام
 برآں کشید کہ قصا برگ پاں بصورت حمدہر مولاد ساتھ
 برای رحمت روح او فرستاد۔ »

عمدہ الملك نے ۲۳ دجنبر ۱۱۵۹ھ (۱۷۴۶ع) کو دہلی میں سہادت
 پائی ہے (تاریخ مجددی، تحت ۱۱۵۹ھ)۔ مآثر لکھتا ہے کہ اوہیں الہآباد سے
 واپس آئے ہوئے یورپ سے ۳ برس پہلے ہوئے ہیں۔ اس حساب سے
 اوہیں ۱۱۵۷ھ (۱۷۴۴ع) کے آغاز میں دہلی واپس آنا چاہیے لیکن آزاد نے
 حراۃ عامرہ میں لکھا ہے کہ یہ ۱۱۵۶ھ (۱۷۴۳ع) میں بادشاہ
 کی طلب و دہلی و اس آئے۔ حاکم کے دیوانہ زادہ میں (۱۳۱ب)
 انک عرصی عمدہ الملك کے نام مندرج ہے، جس کا سنہ تالیف
 ۱۱۵۶ھ بتایا گیا ہے۔ اس سے آزاد کے بیان کی تائید ہوتی ہے؛
 کیوں کہ اگر عمدہ الملك اس سنہ میں دہلی کے نواحی الہآباد میں
 ہوئے، تو اس عرصی کا وہاں ہجرت لکھنا زیادہ قریں قریں
 ہے تھا لہذا اس سال کے بعد حزن کو اعام دلاسا چاہیے۔
 چونکہ آرو نے حزن کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اوہیں

در آمد ، طرف آگره رفته ، در گوشه حریده بود بعد از رفتن افواج شاهي بار مذهبي آمده - چون کسی ، چنانکه باید ، پدر او ، شایع ، مردم و ذیات عارم لاهور گشیه ، بشهر تنوایست رفت - از می که عمده الملك امیر خان مهادر از انّه آزاد حصو رسیدند موقع پدر شناسی بار شاهجهان آزاد آمد چند گاه دیگر شن کما و اتفاقاً پیواری درس شهر بود ، که بخش مدد کرد و اعطاش باور شد ، باعهده الملك دوارده لك دام حد ار بادشاه برای او كم فید حالا خدمت و اوفال منكر را بر رساله مشاعله حب و س . س . س . س . جمع و داشته ، دفعه مهال بلند داد « (۳۱۰ الف) »

آررو نے جس وقت وہ الفاظ لکھے ہیں، وہ وہ (الف) جس میں ابھی سو سو عمری لکھا چکے ہیں، (ب) وہیں غم و غم میں آنے اور اس سے ختم شدہ عرصہ ہو گیا تھا، (ج) اور وہیں غم و غم میں ہزار کی تقریب پر مدد دے ۱۲ لکھا کھڑے۔ ام ایسی سطر وہ دے ہے، جس کے سب سے اوپر کی دہائی آرام سے اور سے لکھی ہو

(اب) حرر لے ہی سوا نفعہ می ۱۵۰ (۱۷۷۸) لے آخر
دس حمہ کی ہے چہ بیچہ اس کے حاتمے دس اکھتے ہوں :

« ا - حسن و ودشاهجیان آزاد ا - حال خود بر. که آخر سال
ایع و خمس و مائه بعد الالف است سه سال و کسری گزاشه
که درین مده اوقات سه روزه و پیوسته در حال حرکت و نجات
ازین کشور که نجات مابم افاده بوده ام - و از کثرت
مواضع غایقه میسر آمده » (ص ۱۲) -

- اس سے دو ماہیں معلوم ہوئی تھیں: پہلی یہ کہ اس کا احتمال ۱۱۵۴ھ کے آخر میں ہوا۔ اور دوسری یہ کہ اوس وقت تک اوہیں کوئی انعام نہیں ملا تھا، جس کے باعث سے اطمینان خاطر کے ساتھ یہاں زندگی میں گزار سکے تھے۔ لہذا یہیں ہے کہ آدروے جس کا حال ۱۱۵۴ھ کے گزر جانے کے بعد لکھا ہے

لکھنؤ روانہ ہوئے سے قبل تک جاری رہا ہے۔ چنانچہ مجدد علی رائیچ سساکوٹی کے متعلق لکھا ہے کہ «باردہ، ساؤدہ ساسست کہ رحمت اردی پیوستہ» (۱۶۷ب)۔ آراد بلگرامی نے سرو آراد (ص ۲۰۸) اور حرانہ عمرہ (ص ۲۸۸) میں رائیچ کا سال ووت ۱۱۵۰ھ (۱۷۳۷ع) بتانا ہے۔ میں نے انک کتاب میں «ناد حشرش بعلی حندر» مادہ تاریخ ٹھا ہے۔ اس کا پہلا مصرع یاد ہے رہا۔ اگر اس حکمہ ہمیدہ ہے، تو اس کے اعداد ۱۱۶۹ ہوئے ہیں۔ بہر حال رائیچ کا تذکرہ ۱۱۶۸ھ، ۱۱۶۹ھ، ۱۱۷۰ھ میں لکھا گیا ہے۔

شیخ سعد اللہ گلشن کے درے میں لکھتے ہیں کہ «ناسب و پنج سال پس از سن عالم علوی حرامدند» (۳۸۵ الف)۔ تہیح نے سرو آراد (ص ۱۹۹) کی زوایا کے مطابق ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۱۶۸ھ (۱۷۵۲ع) کو رحلت کی ہے۔ اس حساب سے ان کا حال ۱۱۶۶ھ (۱۷۵۲ع) میں لکھا جا چاہیے۔

فعالی کے ذکر میں فرماتے ہیں:

«دریں ایام تبع دیوان مذکور اختیار کردہ ام۔ چنانچہ در عرصہ ۳۵ چہار ماہ شصت عزل گمہ شدہ۔ اگر عمر وفا میکند، دیگر ہم گفتہ می آید، اشاء اللہ تعالیٰ، والاخر۔

تبعست و چہارم شہر ربیع الاول ۱۱۶۶ھ تا زدیف وں رسدہ ام۔ اگر ارادہ ارلی متعل شد، عام کردہ حواہد شد۔ اما در شورش دہلی و فساد ہندوستان صہرہ ۳۵ ماہہ واقع شدہ، الا بیش از۔ تا عام میر رسد۔ مہ عمی عنہ۔

دیگر، محمی عالم کہ اس عسراں کہ تدع بنا کردہ اند، عر سرلہائی معلود نگہتہ اند۔ ہچ کس تدع تمام دیوان کردہ۔ الا ملا شانی نکلی و اس عاصی ہرچند تا عام رساییدہ، اما اند قوی از حباب کریم مطلق است کہ بوفی آن ناند، ہرچند در مرحلہ شصت و ہشتم است از عمر یاد دادہ اللہم (وقتی) بماتحب و

ہندوستان آئے ہوئے نو برس نا اس سے زیادہ گزر چکے ہیں، اور یہ آزاد کے زمان کے مطابق (سرو آزاد: ۲۲۵، حوالہ عامرہ: ۱۹۴) سنہ ۱۱۴۷ھ (۱۷۳۸ع) میں سمندر کے راستے سے بندرگاہ ٹھٹھہ میں اورے پہے، لہذا اس تاریخ کو سامنے رکھ کر آرزو کے نو برس نا اس سے زیادہ کا حساب لگایا جائے۔ نو محمدا ۱۱۵۷ھ ہی نتیجہ نکلتا ہے۔ یعنی ان کے انعام ملے اور پھر آرزو کے بد کرنے میں ان کا حال لکھے جانے کا یہی سال قرار پاتا ہے۔ چونکہ آرزو نے لفظ «حالا» بھی استعمال کیا ہے۔ سو برس یہ خیال درست ہوگا، کہ ان کا ذکر کرنے وقت، بادشاہ کے حضور سے انعام ملے زیادہ عرصہ گزرے ہیں پتا چلا۔ اور انعام تقریباً ۱۱۵۷ھ میں ملا ہے۔ پس ان کا حال بھی اسی سال کے اندر لکھا جانا چاہیے۔

مصرے میں آرزو نے حجاز کے سفر مکہ اور قدم مدرس کا ذکر «ذریعہ» لکھ کر کیا ہے۔ جو سرو آزاد (ص ۲۲۵) کے مطابق، ۱۱۶۱ھ (۱۷۴۸ع) کے بعد کا واقعہ ہے۔ اس لیے یہ خیال صحیح رہے ہوگا کہ اس سال کے بعد، کتاب کو مرتب کرنے وقت، تاریخ واقعات کا اضافہ کرنا گیا ہے۔ جس کی مثالیں خود اس کتاب کے اندر بھی لکھ کر دی گئی ہیں۔

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ ۱۱۶۷ھ کے بعد مصنف نے کہاں کہاں اور کس کس سال میں نئے معلومات کا اضافہ کیا ہے۔ کتاب کے معزز مطالعے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آرزو نے آئندہ بین سال میں جانچا برہم کی ہے، اور یہ سلسلہ محرم سنہ ۱۱۶۸ھ (۱۷۵۴ع) میں

هے، اوس سے یہ معلوم هوتا هے كه عالمگیر ثانی كی تحت سنی كے بعد اور معین الملك كے انتقال سے قبل راحه ناكرمل نائب ورر مقرر كیے گئے، اور «مهاراحه عمدہ الملك» خطاب ملا۔ لیكن ہاں واقعات كی برتب درست نہی هے۔ كیونكه عالمگیر ثانی ۱۰ شعبان ۱۱۶۷ھ (۳ حون ۱۷۰۴ع) كو تحت سنی هوا تھا، اور معین الملك، حرانہ عامره (ص ۹۸) كے بیان كے مطابق، محرم سنہ ۱۱۶۷ھ (نومبر ۱۷۰۳ع) میں كھوڑے سے گر كر فوت هوا هے۔ بهرحال یہ یقینی امر هے كه ناكرمل عالمگیر ثانی كے عهد میں نائب ورر پایا گیا تھا چنانچه مولوی قدرت الله سنوق رامپوری نے جام حهان نما (۵۴ الف) میں، عالمگیر ثانی كے سال اول حلوس میں لكھا هے كه

« ناكرمل در عهد محمد شاه خدمت دیوانیء حاله داشت، و در عهد احمد شاه دیوانیء تن هم بران مرید شد، و درین وقت بیات و رادت ناو موص گشت »۔

ان امور كے پدش نظر یہ یقینی هے كه آرو نے میر تقی كا حال شعبان ۱۱۶۷ھ (حون ۱۷۰۴ع) كے بعد لكھا هے۔ لیكن ہاں به امر واضح كر دنا ضروری معلوم هوتا هے كه ۱۱۶۶ھ اور ۱۱۶۷ھ كے سابق الذكر دونوں واقعات اور میر تقی كا حال میری رائے میں اصل سحے كے حاشیوں پر ٹھائے گئے هوں كے۔ بعد میں اس سحے كے كآب نے اون كو متن میں شامل كر لیا هے۔ اسكا ثبوت به هے كه پہلے دونوں اضافوں كے ساتھ الفاظ « منہ عمی عه » كآب نے متن میں نقل كر دیے هیں۔ حو همیشہ مسہبات كے ساتھ حاشیوں پر لكھے جاتے هیں۔ میر كا حال اگر چه متن میں اس لفظ كے ساتھ نقل نہیں كیا گیا هے، مگر یہ ۳، ۴ ورق متن كے خط سے مختلف عمدہ سسعلیق میں كسی دوسرے نے لكھے

راضی مہ عہی سنہ «

اس عبارت کا دوسرا پیرا گراف ۲۴ ربیع الاول ۱۱۶۶ھ کو
ٹھہرا گیا ہے اور بسرا ۶۸ وں سال کی عمر میں۔ آرو کی
پیدائش کا سال « بول غم » سے ظاہر ہوا ہے جس کے اعداد
۱۰۹۹ میں اگر ان دونوں عددوں کو جمع کیا جائے تو ۱۱۶۷
حاصل جمع ہوگا چرکہ اس دوسرے پیرا گراف کو « ذکر » کے
اخط سے شروع کیا ہے۔ اسیسے بقیا اسے دوسرے کے بعد لکھا
جاسا چھوٹے اور کچھ بعد میں کہ ۱۱۶۷ھ (۱۷۵۳ع) ہی میں ٹھہرا
گیا ہو۔

سروآراد (ص ۲۲) میں آرو کا سنہ پیدائش دسہای صدی۔
باردھہ اور حسرتہ عامرہ (ص ۱۱۷) میں ۱۱۱۱ھ بھی ملتا ہے۔
ان دونوں صورتوں میں لٹکڑ ۱۶۸ھ (۵۰۷ع) ۱۱۶۹ھ (۱۷۵۵ع) میں
تحریر ہوگا مگر دوسری رائے میں سن مسہ لے نام کام آرو لے
دعویٰ میں انھم دے ہوں گے جو وہ ک و ط ہو چکا تھا۔
آخر محرم سنہ ۱۱۶۸ھ میں رھلی چھوڑ کر لکھنؤ پہنچے مگر
انتداء بلاش معاش اور بعد ازاں موت لے اسی مہاب ک
سی ہوئی کہ ذکرے میں تعروسل لے لے

میں بھی مہ کے ذکر میں لکھا ہے:

«ار چند سال بحال علی القاب عمدة الملك مبارحه بہادر ..
میگراند مبارحه کہ در عہد فرحیدہ مہد حضرت فردوس
آرامگاہ و بعد ازاں در زمان خلافت و آواں سلطنت احمدشاہ بادشاہ
مرتب بشی چار نالشی دیوانی و حالہ شریہ و دیوانی تر و
ازان بار مرتبہ عالی مرتبہ نائب الوارۃ کامروای بامداران
عالم و صاحب السف و القلم شدہ» (۴۰۴ الف)۔

میں نے اسی سواخموری (ص ۷۵ و ۷۶) میں جو کچھ لکھا

۳۔ نکات الشعرا (نکات)، قلمی -

یہ استاد شعرای ہند، میر محمد تقی میر، متوفی سنہ ۱۲۲۵ھ (۱۸۱۰ع) کی تصنیف ہے، جس میں ۱۰۳ اردو گو شاعروں کے مختصر حالات اور منتخب کلام مندرج ہے۔

میر صاحب نے کسی جگہ تصنیف کا سال صراحہ نہیں بتایا ہے۔ البتہ اندرام مخلص، متوفی ۱۱۶۴ھ (۱۷۵۱ع) کے حال میں کہتے ہیں کہ «قرب نکسالت کہ درگزشت» (ص ۸)۔ اس سے ڈاکٹر اشیرنگر (۱) یہ قیاس کرتا ہے کہ اس کا سنہ تالیف ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۲ع) ہے۔ مولوی عبدالحق صاحب نے بھی اسے تسلیم فرمایا ہے، اور یہ لکھا ہے کہ چونکہ گردیری نے اپنا تذکرہ میر صاحب ہی کے حوا میں لکھا ہے، اس لیے اس سنہ کی صحت کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے (۲)۔

کتاب کے مطالعے سے اس کے آعار و انعام پر حسب دلیل روئسی پڑتی ہے:-

۱۔ جعفر علی حان رکی کے ذکر میں میر نے لکھا ہے:

«بادشاہ محمدشاہ، ر او فرمایش مثنویء حقہ کردہ بود۔ دو سہ شعر موزوں کرد۔ دیگر سرانجام ارو بیافت۔ اکوئ شیخ محمد حاتم، کہ نوشتہ آمد، با تمام رساید۔ و آن مثنوی حالی ار مرہ بیست» (ص ۱۳۶)

حاتم نے «دیوان رادہ» میں اس مثنوی کے عنوان پر لکھا ہے کہ «حسب الحکم محمد شاہ بادشاہ، معروف جعفر علی حان صادق»

(۱) مہرست کہ انعامی شاہ اودہ ۱۷۵۰

(۲) مقدمہ نکات، طبع ثانی، صفحہ ج -

ہیں۔ اس خط کے لکھے ہوئے اشعار اور الفاظ کتاب کے دوسرے حاشیوں پر بھی جانچا نظر آتے ہیں، جس سے میں یہ قیاس کرتا ہوں کہ یہ کتاب کے مصحح کا خط ہے۔ میر کا حال وغیرہ پہلے کاتب نے نہیں لکھا تھا۔ مصحح نے نئے ورق داخل کر کے، وہ مصرع حوسابق الذکر شاعر کا آئندہ صفحہ پر تھا، اور اوسکی ترك چھیل کر میر کے حال کے شروع میں لکھ دی ہے، اور اسطرح آخری صفحہ پر جگہ نہ رہنے کے باعث یکچھ میر کے شعر حاسیے پر بھی لکھے ہیں۔ اس کتاب کے دو نسخے کتابخانہ عالیہ رامپور میں محفوظ ہیں۔ جس نسخے کا حواشی میں حوالہ دیا گیا ہے، وہ حاشی کے بیان کے مطابق ۱۱۷۸ھ (۱۷۶۴ع) میں میر تقی کے مربی، مہاراجہ عمدہ الملك بہادر، کے لیے حسبت رائے کھتری نے کومہر میں نقل کیا تھا۔ یہ $\frac{۲۲ \times ۱۸}{۴}$ سائز کے ۵۲۱ اوراق پر مستمل ہے، اور ابھی تک طبع نہیں ہوا ہے۔

۲۔۔ گلشن گفتار، مطبوعہ۔

یہ حواحدہ خان حمید اور رنگ آبادی کی تصنیف اور فارسی زبان میں اردو کے ۳۰ ساعروں کے حالات پر چھوٹی سی کتاب ہے، جسے بجا طور پر اردو کا سب سے پہلا تذکرہ کہا جاسکتا ہے، کیونکہ دساجے میں مصنف نے «گلشن برم گفتار ہے» اسکا مادہ تاریخ لکھا ہے، جس سے ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۲ع) برآمد ہوئے ہیں۔ یہ تذکرہ سید محمد صاحب، ام۔ اے۔ ے، حیدرآباد سے ۳۰ بہمن ۱۳۳۹ ف کو ایک معید دساجے اور حواسی کے ساتھ چھوٹے سائز کے ۶۸ صفحات پر چھاپ کر سایع کر دیا ہے۔

تو اوس کا سال انتقال ۱۱۶۲ھ قرار پائے گا، اور اس صورت میں مر صاحب نے اوس کا حال ۱۱۶۲ھ سے قبل یا اسی سال، انتقال سے پہلے، لکھا ہوگا۔

تین مقامات پر میر صاحب نے حان آرو کے تذکرے کا حوالہ دنا ہے۔ آرو کا یہ تذکرہ ۶۴۰ھ -- ۱۱۵۷ھ (۱، -- ۱۷۴۴ع) میں تمام ہوا تھا۔ اسی طرح دکنی شاعروں کے حال میں سید عبدالولی عزالت سورتی کے حوالے بطور آتے ہیں۔ خود ان کے ذکر میں مر صاحب نے لکھا ہے کہ یہ تارہ وارد ہندوستان ہیں۔ آزاد بلگرامی نے سرو آزاد (ص ۲۴۶) میں اور عاشقی نے شتر عشق (۴۵۶ الف) میں تحریر کیا ہے کہ ان کا دہلی میں ورود ۲۔ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۱۶۴ھ (۷ اپریل ۱۷۵۱ع) کو ہوا تھا۔

ان دونوں باتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مر صاحب نے اس سنہ و ماہ کے بعد تذکرہ مکمل کیا۔

مخلص، متوفی ۱۱۶۴ھ، کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کو مرے ایک سال کے قرب ہوا۔ مخلص کی وفات کا مہینہ ہمیں معلوم نہیں ہے البتہ یہ ہمارے علم میں ہے کہ احمد شاہ، بادشاہ دہلی، کے حلوس کا چوتھا سال تھا۔ احمد شاہ ربیع الثانی سنہ ۱۱۶۱ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ لہذا اس کا چوتھا سنہ حلوس، ربیع الثانی ۱۱۶۴ھ سے شروع ہو کر ربیع الثانی ۱۱۶۵ھ پر ختم ہوا چاہے۔ اس لیے ہم قس کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ربیع الثانی ۱۱۶۵ھ کے لگ بھگ نکات السعرا لکھا جا رہا تھا اور

یہ مثنوی نظم کی گئی ہے (۱۸۹، الف)۔ اگر لفظ «اکنون» حو،
میر صاحب ہی کا لکھا ہوا ہے، اور کاتبوں نے اپنی طرف سے
اس کا اصاوہ یا کسی دوسرے لفظ کی جگہ اس کی سست د
ارکاب میں کیا ہے، تو اس کا یہ مطاب ہوگا کہ بکات السعرا کی
یہ عمارت مجد ساء، متوفی ۱۱۶۱ھ (۱۷۷۸ع)، کی رندگی میں یا اوسر
کے انتقال سے یکھ بعد لکھی گئی تھی۔ چونکہ حام کے مسعر
۱۱۶۱ھ میں میر صاحب نے صرف ایک مسعر (۱) اوسر لکھا تھا
حو ۱۱۶۱ھ کے کسی مساعرے کی طرح میں لکھی گئی تھی
اس سائر قمرس فاس یہ ہے کہ رکی اور حام کا حال اسی
سمہ میں تحریر کیا ہے۔ اگر میر صاحب نے حام کا حال زیادہ
بعید زمانے میں لکھا ہوتا، تو اوں کی بعد کی کتبھی ہوئی
عزلوں کے مسعر بھی چلتے، حو دلی کے مساعروں میں برابر پڑھی
حالی رہی تھیں۔

۲۔ دلاورخان بمرنگ کو میر صاحب نے رندہ بتایا ہے
(ص ۱۵۱)۔ گردیری لکھتا ہے کہ «سالی چند ارس پیش، مراحل راہ
مرگ ایود»۔

اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ گردیری نے بمرنگ کا حال آخر
۱۱۶۵ھ میں لکھا ہے، اور «چند» سے صرف ۳ سال مراد ہیں،

(۱) وہ شعر یہ ہے،

دلوں کی راہ حطراتک ہو گئی آیا؟

کہ چند روز سے موقوف ہے یام و سلام

یہ شعر دیوان رادے کے علمی مسعود کتب خانہ راجپور میں ورق ۱۷ پر

موجود ہے۔

(۱۳ نومبر ۱۷۵۲ع) کو حتم ہوا تھا۔

اس تذکرے کی بعض عبارتوں سے اس کے آثار، اور حتم تالیف کے بعد کے اَصافوں پر حسب دیل روشنی پڑتی ہے۔
میر ناصر سامان، ولی اللہ استیاق سرھندی، اور اسد دار خان اسان کو لکھا ہے کہ ان کے انتقال کو چند سال ہوئے۔
سیر عسوی (۳۱۷ الف) میں سامان کا سال وفات ۱۱۴۷ھ (۱۷۳۴ع) اور استیاق کا (۷۸ ب) ۱۱۵۰ھ (۱۷۳۷ع) اور تاریخ مہدی (۵۹۶ الف) میں اسان کا سنہ وفات ربیع الاول ۱۱۵۸ھ (۱۷۴۵ع) مندرج ہے۔
 «چند» کا لفظ ۳ سے ۹ تک کے اعداد پر بولا جاسکتا ہے اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ گردیری نے ہر جگہ «چند» سے تین سال مراد لیے ہیں، تو ان مرحومین کے سالہای وفات کے پیش نظر، ان کا حال ۱۱۵۰ھ، ۱۱۵۳ھ اور ۱۱۶۱ھ میں لکھا جانا چاہیے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ گردیری کی مراد ہر جگہ نو ہے، تو پھر ان کا حال علی الترتیب ۱۱۵۶ھ، ۱۱۵۹ھ اور ۱۱۶۷ھ میں لکھا گیا ہوگا۔ اور اگر سنہ ۱۱۶۵ھ سے حساب کیا جائے، تو پھر علی الترتیب «چند» کا اطلاق ۱۸، ۱۲ اور ۷ برس پر ہوگا۔ ان میں سے آخری استعمال تو صحیح رہتا ہے، مگر دو پہلے قطعاً درست نہیں، یہ حساب کی رو سے اور یہ ہمارے رور مرہ کے اعتبار سے۔ اس بنا پر میرا خیال یہ ہے کہ گردیری نے «چند» سے نو سال مراد لیے ہیں،

(بقہ) قرلاش خان کا -مخلص امید تھا۔ اگر -مخلص کے لحاظ سے اس کا ذکر کا حانا، تو حرف الف میں حانا چاہیے تھا، اور اگر نام کے اعتبار سے ذکر ہوتا، تو حرف ق میں حانا حرف پا میں کسی طرح مذکور نہ ہوتا۔ چنانچہ رامپور کے قلمی نسخے میں اور مصر الکلمات میں یہ سب شعر پاکار ہی کے نام سے لکھے ہیں۔

چونکہ حسب بیان ذکر میر (ص ۷۲ و ۷۳) میر صاحب نے،
شعبان ۱۱۶۵ھ (جون ۱۷۵۲ع) میں، نواب بہادر کے مقتول ہوجانے
کے بعد، اپنے سوتیلے ماموں، خان آرو، کی ہمسایگی چھوڑی
ہے، اس لیے بعید ہیں کہ اس تاریخ سے قبل ہی تذکرہ حتم
کر چکے ہوں، ورنہ تذکرے میں، انہیں «استاد و پیر و مرشد
سدہ» کے اعظموں سے یاد نہ کرے۔

بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ میر صاحب نے تقریباً ۱۱۶۱ھ میں
یا اس کے کچھ بعد اپنا تذکرہ لکھنا شروع کیا تھا۔ اوس وقت
تک اس موضوع پر کسی کتاب کا لکھا جانا میر صاحب کے علم
میں نہ تھا۔ سہ ۱۱۶۴ھ میں وہ اس کام میں مشغول تھے۔ مخلص
کی وفات کے ایک برس بعد تک بھی یہ کام حتم نہیں ہوا تھا۔ اور
آرو کے متعلق انہوں نے جو عمدہ تعریفی کلمات استعمال کیے
ہیں، وہ شعبان ۱۱۶۵ھ کے قبل کے لکھے ہوئے ہیں، جب کہ
وہ آرو کے یہاں یا اوب کے یڑوس میں رہنا کرتے تھے
۴۔ تذکرہ رحیمہ کو یاں (گردری)، قلمی۔

۵۔ سید فتح علی خان گردری دھلوی، متوفی ۱۲۲۴ھ
(۱۶ ستمبر ۱۸۰۹ع)، کامرت کیا ہوا، ۹۷ اردو گو شاعروں کا تذکرہ
ہے (۱۱)، جو حامی کی تصدیح کے مطابق ۱۱۶۶ھ

(۱) مولوی عبدالحق صاحب نے سچہ مطبوعہ کے دیباچے میں ۹۸ شاعر نامائے
ہیں۔ لیکن دراصل پاکار کے ذکر میں مصنف نے لکھا تھا، کہ «اس شعر خوش گاہ
قرائش خان مرحوم است» اور اس کے بعد پاکار کا وہ شعر لکھا تھا اس کو
مولوی صاحب نے قرائش خان کا ذکر خیال کر کے ان قرار دے دیا، اور اس
طرح ۹۸ شاعر شمار کر لیے۔ اولاً تو اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ پاکار کا یہ
شعر قرائش خان کو پسند تھا۔ ثانیاً گردری کا تذکرہ حروف تہجی پر مرتب ہے۔ انانی

اون كى ربانى سال پيدائش كا ذكر نه سا هو، يا بصورت ديكر،
اون كى عمر كا صحيح انداره نكيا هو۔ مررا صاحب كا سال ولادت
۱۱۱۰ھ (۱۶۹۸ع) سے ۱۱۱۳ھ (۱۷۰۱ع) تك نساا حاتا هـ۔ اگر
على الاقل ۱۱۱۰ھ هى كو احبار كرليا جائے۔ تو اون كا حال ۱۱۱۷ھ
(۱۷۰۶ع) ميں لکھا حانا چاهے۔

آحر ميں نه سوال باق رھتا هے كه كيا ۱۱۵۶ھ ميں گردري كى
اسى عمر تھى كه وه كوئى تذكره مرتب كرنے كا اهل هوتا۔ اس كے متعلق
نه عرص هے كه ستر عشق (۱۷۹۰ الف) ميں لکھا هے كه اوس ے
۹۵ رس كى عمر پاكره شعبان ۱۲۲۴ھ (۱۶ ستمبر ۱۸۰۹ع) كو رحلت
كى هے، اور « انتخاب سلف » ماده تاريخ وفات هے۔ اگر يه بيان
صحيح هے، تو ۱۱۵۶ھ ميں اوس كى عمر ۲۷ رس كى هوگى۔ نه عمر
اس قسم كا كام احكام ديسے كے لسے بالكل موروں هے۔ خود
مير صاحب كى عمر تذكره حتم كرے وقت ۳ رس كى تھى (۱)۔

اس تذكرے كا ايك فلمى نسخہ، حس ميں دساچه اور ايك دو
راحم ساوط هیں، عالماً سيد محسن على، مصنف سراپا سخن، كا
لكھا هوا، كتابخانه عاليه رامپور ميں موجود هے۔ انجمن روى
اردو ے اسے بهى چھاپ كر سائع كرديا هے۔

۵۔ فص الكلمات (فص) قلمى۔

نه ساه مجد حمزه مارھروى، متوفى ۱۱۹۸ھ (۱۷۸۴ع)، كا كسكول
هے، حس ميں مدهى، تصوف، تاريخى اور ادبى معلومات كا
عظيم الشان دحيړه جمع كيا گيا هے۔ كتاب ۲ حلدوں ميں منقسم
هے، اور هے مسح « كلمه الله » يا صرف « كلمه » سے شروع

(۱) ملاحظه هر مقدمه كليات مير، مرتبه آسى لكهوى و مطوعه نولكشور يريس لكهوى۔

اور اس کا آغار ۱۱۵۶ھ کے قریب کیا ہے۔

۵ محرم ۱۱۶۶ھ کو تذکرہ ختم کر کے، بعد میں بھی گردیری لے لکھے باتیں بڑھائی ہیں۔ چنانچہ دلاور خان بیرنگ کو لکھا ہے کہ چند سال ہوئے کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ یہ شخص نکات السعرا کی ترتیب کے وقت زندہ تھا۔ اگر یہ تسلیم کیا جائے، کہ ختم نکات تک زندہ تھا، تو پھر اس کا یہ مطلب ہوگا کہ گردیری نے اس کا حال کم از کم ۱۱۶۸ھ میں لکھا ہے۔

عمدہ الملك امیر خان اخام کو لکھا ہے کہ آج سے چھ سال قبل رحمت اردی سے حاملے انہوں نے ۲۳ دیکھ سنہ ۱۱۵۹ھ (۲۷ دسمبر ۱۷۴۶ع) کو شہادت پائی ہے۔ طاہر ہے کہ ۵ محرم ۱۱۶۶ھ کو انہیں شہادت پائی، ۵ برس ۱۱ دن ہوئے تھے۔ اس صورت میں کسی طرح انہیں «تشن سال پس از» متوفی نہیں کہا جاسکتا۔ لہذا یہ عمارت ۱۱۶۶ھ کے آخر یا ۱۱۶۷ھ کے آغار میں لکھی جانی چاہیے۔

مرزا حاشاخان مظہر کے حال میں لکھا ہے:

«از بدو حیات الی یومنا ہذا، کہ عمر شریفش بہ پیمائش
خطوہ سنیں است، از بلند مشی توکل و اروا سر بردہ»۔

اس عمارت میں «خطوہ ستین» قابل غور ہے۔ اس فقرے کے لغوی معنی ہیں، «ساتھواں قدم» چونکہ گردیری عام طور پر عمر میں لکھتا، اس لیے نسبتاً اوس نے سوچ سمجھ کر مرزا مظہر صاحب کی عمر کا اندازہ لکھا ہوگا۔ مرزا صاحب دہلی میں مقیم تھے، اور حود گردیری بھی وہیں رہتا تھا، اور اون کا ہم مشرب اور مداح تھا۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ اس نے حود

شعراى ریحتمہ کتباتى تصیف نگردیده، و تا این زمان هیچ اسانى ار
ماحرای شوق افراى سحران این فن سطرى تالیف رسانیده۔ بار
این فقیر مولف محمد قیام الدین، قائم، بعد کوشش تمام و سعی تمام
دواویں این اعزہ فراهم آورده، یارہہ آیات ار ہر کدام بر سبیل
یادگار در دیل این بیاض، کہ محرن نکات موسوم است، نقد قلم
در آورده۔»

نظاہر حال مصنف کے اس بیان کو کسی طرح تسلیم نہیں کیا جاسکتا
ہے کہ انتك ریحتمہ گو شعاعروں کے متعلق ایک سطر بھی کسی نے نہیں لکھی
ہے، کیوں کہ ۱۱۶۵ھ کے آخر ك حاکسار کا «معسوق چہل سالہ حود»، میر
کا «نکات السعرا» اور گردری کا «تذکرہ ریحتمہ گویان» مرتب ہو چکے
تھے۔ اور نہ باور کیا جاسکتا ہے کہ اوسے ان تذکروں کا علم نہیں ہوا،
کیوں کہ وہ اوس زمانے میں دہلی کے اندر موحود تھا۔ مگر تذکرے کے
مختلف بیابوں پر غور کرنے سے عیاں ہوا تھا کہ قائم کا یہ دعویٰ صحیح ہے۔
بہیاً حب وہ اپنا تذکرہ لکھتے بٹھا، تو اوس وقت ك مدکورہ والا تذکرے
شائع نہیں ہوئے پائے تھے۔ اس دعویٰ کے وحوہ حسب دلی ہیں :

(۱) قائم نے شاہ ولی اللہ اشتقاق کے متعلق لکھا ہے کہ «مدت ہفت
سال سد کہ مدار العا انتقال نمود»۔ (ص ۱۸)

اشتیاق ہے، بشر عسق (۷۸ ب) اور صبح گلش (ص ۲۵) کی روایت
کے مطابق ۱۱۵۰ھ (۷۳۷ ع) میں رحلت کی ہے۔ لہذا قائم نے ان کا حال
یضاً ۱۱۵۷ھ (۷۴۴ ع) میں لکھا ہے۔

(۲) اس سبب کی تائید اس واقعے سے بھی ہوئی ہے کہ میر نے نظاہر

۱۱۶۲ھ میں اور گردری نے ۱۱۶۶ھ سے قبل، دلاور خان کا ذکر
ییرنگ مخلص کے ماتحت کیا ہے۔ گردری نے اور یکھہ نہیں لکھا، مگر میر
نے نہ صراحت کر دی ہے کہ یہ یہاں ہیرنگ مخلص کرتے تھے، فی الحال

ہوتا ہے۔ اس کی ایک جلد کتابخانہ عالیہ رامپور میں اور دوسری جلد خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ، میں موجود ہے۔

رامپور کے نسخے کے آخر میں «م فصل الکلام» لکھا ہے، جس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ فصل الکلام اس کا نام ہے۔ مگر موجودہ نسخہ سب سے خانقاہ مذکورہ نے اپنی ایک گرامی تحریر میں بتایا ہے کہ اس کتاب کا نام «فصل الکلام» ہے۔ یہی نام اون کے تذکرے میں برمرہ تصنیفات میں نے بھی دیکھا ہے۔ شاہ صاحب نے اس کسکول میں شعرای فارسی و اردو کے حالات بھی لکھے ہیں۔ کتاب کے ورق ۴۱۶ ب سے ۴۲۷ ب تک گیارہ ورق، اردو کے شعاعروں کے حالات پر مشتمل ہیں۔ شاہ صاحب نے صرف دو چار جگہ مس کے نکات الشعرا سے اور دو چار جگہ اپنی معلومات سے یکجہ لکھا ہے، بقیہ حالات گردیزی کے تذکرے سے خود اوسی کے لفظوں میں نقل کر دیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ورق ۳۴۸ ب پر سعاں ۱۱۹۷ھ (جولائی ۱۷۸۳ع) کا ذکر، سال حال کے لفظوں میں پڑھے کے باوجود، میں نے اس کو «تذکرہ گردیزی» کے بعد جگہ دی ہے۔

۶۔ محرن نکات (محرن) مطبوعہ۔

یہ قیام الدین محمد قائم، فائم مخلص، چاندپوری المولد، رامپوری المدرس، متوفی ۱۲۰۸ھ (۱۷۹۳ع) کا مرتب کردہ شعرای اردو کا تذکرہ ہے، جس میں ۱۱۸ شعاعروں کے حالات ۳ طبعوں میں تقسیم کر کے لکھے گئے ہیں۔

حواحد اکرم نے اس کی تاریخ «محرن نکات» سے نکالی ہے، جس سے ۱۱۶۸ھ (۱۷۵۴ع) برآمد ہوئے ہیں (ص ۶۶)۔ لیکن کتاب کے دیباچے میں مصنف لکھتا ہے :

«محنی و محب عالمند کہ الی الآن در ذکر و بیان اشعار و احوال

مراد آباد رفتہ بود۔ جوں در آنجا ما فوج علی محمد روہیلہ یای جنگ
ایں آمد، ہما معاً مع حان مذکور محرمات تمام کشتہ شد» (ص ۲۶)۔

واقعہ یہ ہے کہ نواب سید علی محمد حان بہادر کے ۳ شوال ۱۱۶۲ھ (ستمبر
۱۷۴۹ع) کو فوج ہو حائے کے بعد، صمد ر جنگ نے روہیلوں کی قوت توڑنے
کے لیے، قطب الدین حان کو روہیل کھنڈ کی ریاست کا بیروانہ بادشاہ سے
دلا کر مراد آباد روانہ کیا تھا۔ اوں کے ساتھ صرف چند سو آدمی تھے۔
روہیلوں نے مدد نہ کر کے اوبہیں فوج کے ساتھ قتل کر دیا۔ اس واقعے کی صحیح
تاریخ نہیں ملی، لیکن مختلف کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دسمبر ۱۱۶۲ھ
(نومبر ۱۷۴۹ع) میں والیء فرح آباد کی روہیل کھنڈ پر فوج کسی سے قبل نہ
معرکہ پیس آیا تھا۔

میرے «نکات السعرا» میں اور گزیرے ایسے «تذکرہ ریحہ گویاں»
میں بھی حسمت کے متعلق یہی لکھا ہے کہ وہ قطب الدین حان کے ہمراہ
روہیلوں کی جنگ میں مارا گیا۔ مگر اوبہوں نے زمانے کا تعین نہیں کیا قائم
اس کے برخلاف یہ کہا ہے کہ دو سال ہوئے جو حسمت، قطب الدین حان
کے ہمراہ مراد آباد چکر، جنگ میں کھیت رہا۔ جس کے نہ معنی ہیں کہ آخر
۱۱۶۷ھ (۱۷۵۱ع) یا آغاز ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۱ع) میں ایسے دانی معلومات کی بنا پر
اوس نے یہ حال لکھا ہے۔

بعض بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ فائیم نے ۱۱۶۸ھ کے بعد بھی جاخا
اصافے کیسے ہیں، جو ۱۱۶۹ھ (۱۷۵۵ع) سے ۱۱۷۶ھ (۱۷۶۲ع) تک کے زمانے
کو ظاہر کرتے ہیں۔

(۱) آرو کے ذکر میں حان آرو کو دعا دی ہے کہ «خدا سلامت شد دارد»
(ص ۱۴)، اور بعد ازاں میر کے حال میں اوں کا ذکر بصیغہ ماضی کیا ہے،
اور لکھا ہے کہ «در خدمت حان آرو، کہ حالوی او بود، تختی داش

اس کو ترک کر کے ہرنگ احیاء کیا ہے۔ چونکہ اس بیان کے اندر مبرے لفظ «حالا» استعمال کیا ہے، اس لیے ہم اسے دوران تالیف کا واقعہ مانے پر مجبور ہیں۔

قائم نے اس شخص کا تذکرہ ایسے الفاظ میں کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہنور «ہرنگ» تخلص کرتا ہے۔ اس سے میں قیاس کرنا ہوں کہ اس نے دلاور خان کا حال تبدیل تخلص سے قبل لکھا تھا۔ اگر یہ قیاس درست ہے، تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اسے مبرے کے تذکرے سے قبل کا نہ مانیں، اور لکھہ عید میں کہ یہ ۱۱۴۷ھ کے فوراً ہی شروع کیا گیا ہو۔

(۳) رسوا تخلص نو مسلم کا ذکر مبر (ص ۱۲۱) اور گردری (ص ۶۴) نے اصطلاح اموات کیا ہے۔ گلزار ابراہیم (ص ۱۳۶) میں لکھا ہے کہ محمد شاہ کے عہد میں فوت ہوا۔ نجات (ح ۳ ص ۴۰۳) کے مصنف فرماتے ہیں کہ اکبر شاہ ثانی (۱۷۰۳ - ۱۷۰۶ ع) کے عہد میں تھا یہ رائے تو یکسر غلط ہے، کیونکہ مبر اور گردری برسوں قبل اس کو مردہ لکھ چکے ہیں۔ المہ گلزار کی روایت قابل غور ہے۔

قائم نے اس شخص کے متعلق لکھا ہے کہ «مدب چند ماہست کہ ہمین احوال از حہاں رف» (ص ۶۳)۔ اگر گلزار کی روایت صحیح ہے، تو پھر اس کا یہ مطلب ہوگا کہ رسوا نے ۱۱۶۱ھ (۱۷۴۸ ع) کے قبل انتقال کیا تھا۔ قائم نے اس کا تذکرہ مبر کے چند ماہ بعد کیا ہے۔ اس سے ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ کم از کم ۲۹ ربیع الآخر ۱۱۶۱ھ (مارچ ۱۷۴۸ ع) میں محمد شاہ کے انتقال سے قبل قائم نے یہ حال لکھا ہے۔

(۴) قائم نے محمد علی حسمت کے متعلق لکھا ہے کہ

«سابق بریں دو سال، رفاقت قطب الدین علی خان .. سمت چکا»

۱۱۷۲ھ (۳۱ مارچ ۱۷۵۹ع) سے قبل انجام کو پہنچ چکا تھا۔ قائم نے ان کے والد کے متعلق لکھا ہے کہ

«والد شریف حواجہ محمد ناصر، کہ بیکر اور اولیٰ رورگار و مشائخ کمار است، نہ است مریدی و مریدی وی افتخارها دارد»۔

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ابھی تک میر درد کے والد تنقید حیات تھے، لہذا قائم نے میر درد کا حال رحب ۱۱۷۲ھ میں لکھا ہوگا۔ اور چونکہ والد درد (ص ۲) میں درد نے لکھا ہے کہ صحیفہ واردات کے تمام کرتے وقت میری عمر ۳۹ سال کی تھی، اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قائم نے ان کا حال ۳۹ سال کی عمر میں ۱۱۷۲ھ میں لکھا ہے۔

(ن) بول رائے وفا کے ذکر میں لکھا ہے کہ

«میں برادرش رادہ، گلزاری، دیوان مدارالمہام امیرالامرا بواب بحالدولہ بہادر است» (ص ۷۲)۔

نجیب الدولہ کو منصب امیرالامرائی، حزانہ عامرہ (ص ۵۳) کے مطابق ۱۱۷۰ھ (۵۷-۱۷۵۶ع) میں احمدشاہ اندالی نے عطا کیا تھا۔ اوس کی مراجعت کے بعد عمادالملک نے انہیں برطرف کر کے خود یہ منصب سنبھالا۔ بعد ازاں بابائی پت کی مشہور جنگ (حمادی آخرہ ۱۱۷۴ھ مطابق جنوری ۱۷۶۱ع) کے بعد، احمدشاہ اندالی نے پھر انہیں کو یہ عہدہ عطا کیا۔ صاحب حدیقہ الاقالیم نے ۱۱۷۰ھ میں نجیب خان کو بحیب الدولہ خطاب ملنے اور ۱۱۷۴ھ (۶۱-۱۷۶۰ع) میں «مدارالمہام امیرالامرا» کا خطاب و منصب عطا ہونے کی تصریح کی ہے (ص ۱۳۷)۔

ان کی امیرالامرائی کا ابتدائی زمانہ کم ہے۔ بعید معلوم ہوتا ہے کہ اس مختصر سے عرصے میں انہوں نے دیوان وغیرہ بھی مقرر کر لیے ہوں، اور قائم انہیں وفا کے ذکر میں امیرالامرا لکھ بھی دے۔ اغلب یہ ہے کہ

اندوختہ « (ص ۴۱)۔

حان آرو کا انتقال ۲۳ ربیع الثانی سنہ ۱۱۶۹ھ (۲۶ جنوری ۱۷۵۶ ع) کو ہوا ہے۔ لہذا یقینی امر ہے کہ میر کا حال یا اوس کا یہ حصہ اس ماہ و سال کے بعد لکھا گیا ہے۔

(۲) محتشم علی حان حشمت مخلص کو کہتا ہے کہ « قبل اریں ہفت سال بمرگ فعہ ار حمان رف » (ص ۲۷)۔ حان آرو فرماتے ہیں کہ ان کا انتقال، نجم الدولہ کے مرنے سے دو تین مہاسے پہلے ۱۱۶۳ھ (۵۰-۱۷۴۹ ع) میں ہو گیا تھا۔ (جمع الفائس: ۱۳۵ الف) دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی یہی سال وفات لکھا ہے۔ اس صورت میں قائم کا یہ ٹکڑا ۱۱۷۰ھ (۵۷-۱۷۵۶ ع) کے لگ بھگ لکھا جانا چاہیے۔

(۳) حواہ مہر درد کے حال میں اوں کی تصنیفات کے متحملہ «صحیفۂ واردات» کا نام بھی لکھا ہے۔ یہ کتاب حوہ حواہ صاحب کے بیان کے مطابق ۱۱۷۲ھ (۵۹-۱۷۵۹ ع) میں لکھی گئی ہے۔ حواہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

« و بیشتر اریں رسالہ، یعنی اکثر وارد، در حضور اقدس حاب امیرالمحمدیین حضرت ولہ گاہی دامت برکاتہ در سنہ یکہزار و یک صد و ہشتاد و دو ہجری تحریر یافتہ بود۔ و در ہمیں سال تاریخ دوم ماہ مبارک شعبان المعظم روز شنبہ بین العصر و المغرب رحلت آنحضرت شدہ است » (علم الکتاب ص ۹۱)۔

سمع محفل (ص ۳۲۰) کے آخر میں فرماتے ہیں:

« چنانچہ ار اتفاقات ورود صحیفۂ واردات بحضور پر نور در سال وصال آن ربدة الواصلین۔۔۔ حواہ محمد ناصر۔۔۔ اعی یکہزار و یکصد و ہشتاد و دو شدہ بود۔ »

ان اقتباسوں سے معلوم ہوتا ہے کہ واردات کا زیادہ حصہ ۲ شعبان

اس کے بعد عماد الملک نے ربیع الآخر ۱۱۷۳ھ (نومبر ۱۷۵۹ء) میں عالمگیر ثانی کو قتل کرنے کے بعد احمد شاہ اندالی کی آمد آمد سن کر، سو درجہ حمل حادث کے پاس پناہ لی (۱)، اور ۱۱۷۶ھ (۱۷۶۲ء) تک، جو حیرانہ عامرہ کا سال تالیف ہے، وہیں مقیم رہے (۲)۔ تاریخ فرح آباد سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً اسی سال فرح آباد میں پھر تشریف فرما ہوئے۔ یواب احمد خان نے بڑی خاطر مدارات کی اور گہرا اوقات کیلئے سہرا حاصل کیا مقرر کردی (۳)۔ مولوی ولی اللہ لکھتے ہیں کہ شاہ عالم نادر شاہ کے الہ آباد سے دہلی واپس جانے تک فرح آباد ہی میں قیام رہا۔ جب کہ خبر ملی کہ نادر شاہ اس نواح سے گزر رہے، تو اس خوف سے کہ کہیں نادر شاہ اپنے باپ کے قتل کا انتقام نہ لیں، وہاں سے ہمیشہ کے اسے رخصت ہو گئے، اور پنجاب و سندھ وغیرہ ہوتے ہوئے مکہ معظمہ چلے گئے۔ حج سے واپسی کے بعد کالیہ میں ٹھہرے، اور وہیں ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۰ء) میں انتقال کیا (۴)۔ انہیں مولوی ولی اللہ نے نادر شاہ کی الہ آباد سے روانگی کا سنہ ۱۱۸۳ھ (۱۷۷۰ء) بتایا ہے (۵)، جس کا یہ مطلب ہے کہ عماد الملک کا فرح آباد میں قیام ۱۱۷۶ھ سے ۱۱۸۳ھ تک رہا تھا

ظاہر یہ ناممکن ہے کہ سودا عماد الملک کے ساتھ ۱۱۷۰ھ میں فرح آباد گئے ہوں، کیونکہ انہیں دیکر وہ سو سوں نے شاہ عالم نادر شاہ کا استاد بنا ہے، جو ۱۱۷۳ھ (۶۰-۱۷۵۹ء) میں تخت نشین ہوئے تھے۔ اگر یہ ۱۱۷۰ھ (۵۷-۱۷۵۶ء) میں فرح آباد چلے گئے ہوئے، تو یہ استاد ہی ساگر دی کا رستہ بید الوفوع تھا۔ بستر عشق سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دہلی سے

- (۱) مقالات الشعرا (۱۰ ب) میں، جو ۱۱۷۳ھ کی تالیف ہے، ان کا اندالی کے دُور سے بھاگ کر سو درجہ حمل کے پاس بھرتور میں قیام پایا ہے۔ چونکہ اس زمانے میں مصنف مقالات وہاں موجود ہے، اس لیے اس کی شہادت پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔
- (۲) حیرانہ عامرہ: ۵۴ (۳) تاریخ فرح آباد اردو ۲، ۹۲ (۴) تاریخ فرح آباد: ۱۲۷ ب (۵) ایضاً ۱۲۱ ب۔

۱۱۷۴ھ کے بعد اوس نے وفا کا حال لکھا ہے، جب کہ بحیب الدولہ اطمینان کیساتھ اس عہدے پر کام کر رہے تھے، اور «مدار المهمام امیر الامرا» دونوں لفظوں کے مستحق ہو چکے تھے۔

(۵) مہربان خان رند کے حال میں (ص ۵۵) لکھا ہے کہ

«دین اثنا مہربان محمد رفیع سودا، سلمہ اللہ تعالیٰ رفاقت
وربہ الملک عوای الدین خان بہادر درلندہ فرح آباد
رسیدہ خان موصوف از عوای و در درجہ واسعہ مہربان موصوف
از رفاقت خود گرفت»۔

ظاہر ہے کہ یہ لکڑا سودا کے فرح آباد خانے کے بعد لکھا گیا ہے۔ چونکہ اس میں قاتلہ نے سودا کا فرح آباد خانہ، عوای الدین خان کے ہمراہ بتایا ہے، اس لیے یہ سب لکھا چاہئے کہ عوای کس زمانے میں فرح آباد گئے۔ مولوی ولی اللہ، تاریخ فرح آباد (۶۷ الف) میں لکھے ہیں کہ عوای الدین خان (۱) ۱۱۷۰ھ (۵۷-۱۷۵۶ع) میں مہربان خان سے محسوس اور مہربان خان کے ساتھ فرح آباد آئے۔ عوای احمد خان نے بڑی سدا و سکوت کے ساتھ استقبال کیا، اور یہ سب لکھا بدر کمر دیا۔ آزاد بلگرامی نے بھی حیرانہ عامرہ (ص ۵۳) میں یہی واقعہ لکھا ہے۔ مگر اس کے بعد یہ بھی فرماتے ہیں کہ فرح آباد سے اودھیر چڑھائی کی، اور عوای سعد اللہ خان کے بیچ میں بڑھ کر صلح کرانے کے بعد، ۱۱۷۰ھ کو فرح آباد واپس ہوئے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۱۱۷۰ھ سے قبل ان کا فرح آباد میں ورود ہوا تھا۔ بعد ازاں اس تاریخ کو صوبہ اودھ سے لوٹ کر آئے۔

(۱) شیخ حاسم رحوم نے «سودا» (ص ۵) میں لکھا ہے کہ عماد الملک شہ درانی کے مشورے سے ۱۱۶۷ھ میں شاہزادوں کے ہمراہ دو آنے میں روپیہ وصول کرنے آئے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ تمام تاریخی حقائق یہ ہیں کہ یہ واقعہ درانی کے ۱۱۷۰ھ کے حوالے کے بعد کا ہے۔

ان مقامات کے ماسوا عاصمی اور درد وغیرہ کے حالات دوسری تاریخوں تک رہمائی کر سکتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس دوسرے درائع سے معلومات مہیا ہو جائیں۔

بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قائم نے پہلے اپنا تذکرہ بیاض کی صورت میں مرتب کیا تھا۔ اس بیاض کے آغار کے بارے میں سب سے پہلی تاریخ ۱۱۵۷ھ (۷۷۷ع) ملتی ہے۔ اوس وقت تک اردوگو شعاعوں کا کوئی تذکرہ مرتب ہوا تھا ۱۱۶۷ھ (۷۸۴-۷۸۵ع) میں احمد شاہ کے معرول ہو جانے اور عالمگیر ثانی کے تخت پر ہونے کے بعد اس بیاض نے تذکرے کی شکل اختیار کر لی، اور مصنف نے اسکا تاریخی نام ”محرر نکات“ رکھا، جس سے ۱۱۶۸ھ برآمد ہوئے ہیں اس تاریخ کے بعد بھی اوس نے کچھ اضافے کیے، جس کا سلسلہ ۱۱۷۶ھ (۷۹۲ع) تک جاری رہا۔ کتاب کا دہاچہ، بحر نام کے، آغار تصنیف بیاض کے وقت کا ہے۔ اور حاتمہ، جس میں مصنف نے انقلاب سلطنت کا ذکر کیا ہے، ۱۱۶۸ھ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے

یہ تذکرہ انجمن ترقی، اردو کی طرف سے عرصہ ہوا چھپ کر تئاع ہو چکا ہے۔ کتابخانے میں اسکے پہلے دو طبعوں کا اردو ترجمہ فلمی شکل میں موجود ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ محسن علی محسن، مصنف سراپا محسن، اس کے مرجم ہیں۔ اس ترجمے میں مرجم نے بھی ممتاز طور پر کچھ اضافے کیے ہیں۔

۲۔ مقالات الشعراء، فلمی۔

یہ ۱۵۹ فارسی گو شعاعوں کا تذکرہ ہے، جسے قیام الدین حیرت ولد شہخ امان اللہ اکمرآادی نے، ریاض الشعراء والہ،

«دریں هنگام، کہ سد یکم رار و یک صد و ہفتاد و سہ ہجری و شعبہ

انگریز آتش ہنگامہ مسطور کرت ٹاسی است» (وری ۲ پ)۔

لہذا سودا کو ۱۱۷۴ھ کے بعد دھلی کو حیر، باد کمہا چاہیے۔
سودا کے دیوان میں نواب مہربان خان کی مسدی کا قطعہ شہیت
پایا جاتا ہے، جس کے مسدوے ساری "ہوا" ہے وصل مہا و مستری کا،
سے ۱۱۷۶ھ برآمد ہوئے ہیں۔ چونکہ عماد الملک ۱۱۷۶ھ میں بھرتیور
سے مرجع آباد گئے ہیں، اس لیے اعلیٰ یہ ہے کہ سودا احمد شاہ
کے دوسرے حملے کے بعد عماد الملک کے پاس بھرتیور پہنچے، اور
وہاں سے اوں کے ساتھ ہی ۱۱۷۶ھ میں مرجع آباد چلے گئے۔ اس صورت
میں قائلے نے ان کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، وہ ۱۱۷۶ھ کے بعد کا
اصافہ ہو گا۔

سید ۱۷۶ھ کا یہ اضافہ تھا جس میں ہے۔ دردمند کے بارے میں لکھا ہے۔

«جایچه منوی ساقی نامه مع دیگر آلات بر صحنه روزگار ارو
یادگار است» (صحنه ۴۹).

یہ الفاظ اوں اشخاص کے ایسے استعمال کیے جاتے ہیں، جو اس
 دیبا سے رحاب کر چکے ہوں۔ دردمند ہے، گلزار ابراہیم اور گلشن ہند
 (ص. ۱۳) کے مطابق ۱۱۷۶ھ میں انتقال کیا ہے اہدا یہ حصہ بھی
 سنہ ۱۱۷۶ھ کے بعد لکھا جاتا ہے۔

جوں ردیا ہرمت سوی حاس یا رح یا کہ ماہ شمعان بود
حیرت ار سال رحلتش هاتف دادحرم «مدیم رضوان بود»

اس مادے سے ۱۱۲۳ھ (۶۰-۱۵۹ع) برآمد ہوئے ہیں، اور شعر اول سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رح یا سعبا سنہ مذکورہ میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ لہذا ان مہینوں تک کار ترتیب کا جاری رہا طائر ہوتا ہے۔

مقالات الشعراء سے ۱۱۲۳ھ (۶۱-۱۶۰ع) نکلتے ہیں۔ اشتیراگرے اسی کو سال تالیف قرار دیا ہے۔ مگر مصنف اسے ”بقصاں پنج سمن مادہ“ سال تالیف کو طائر کریوالا بتاتا ہے، جس کے یہ معنی ہیں کہ کتاب ۱۱۲۳ھ ہی میں ختم ہو چکی تھی، اور حب اوس نے ”مقالات الشعراء“ نام رکھا ہے، تو اوس وقت ۱۱۲۴ھ کے شروع ہوئے ہیں ۵ یا ۶ مہینے باقی تھے۔

حواہ محمد ناصر عبدایب نے ۱۱۲۲ھ (۵۹-۱۵۸ع) میں وفات پائی ہے۔ حیرت نے انکا ذکر اسے نقطوں میں کیا ہے، جس سے معلوم ہونا ہے کہ یہ بقید حیات تھے۔ اس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ترتیب کا آغاز ۱۱۲۲ھ سے مل ہوا ہے۔

اپنے متعلق حیرت نے لکھا ہے کہ میرے والد کا نام شیح امن اللہ اور اکبرآباد وطن ہے، ۳۰ سال کی اس وقت عمر ہے، اور دیوان کسن حی، طیب ٹھاکر سورحمل، والی، بھر پور، کے بچوں کی الیہی کی خدمت پر متعین ہوں، اور بھرتپور میں قیام ہے (۲۹ الف)۔ میان محمد حیات گوپاموی سے، جنہوں نے عرصے سے اکبرآباد ہی میں سکونت اختیار کر لی تھی، فارسی پڑھی ہے (۲۹ الف) اور محمد نعیم بیار سے، جو نے بدل مدنی اور شاعر تھے،

مجمع الفانس آرو، اور سقیۃ شوق رای سرسکھرای کی مدد سے مرتب کیا ہے

موحرالذکر کتاب کا مصنف، احمد شاہ اندالی کے سنہ ۱۱۷۰ھ میں دلی پر حملہ آور ہونے کے بعد نقل وطن کر کے مع اہل و عیال اکبر آباد چلا آتا تھا۔ اور اس نقل و حمل کے زمانے میں بھی وہ بدکرمے کو مرتب کرتا رہا تھا۔ حیرت ایک برس اور چند مہینے اس کی خدمت میں رہا۔ (۴۵ ب)۔ عالمًا اسی زمانے میں ”سقیۃ الشوق“ دیکھ کر، حیرت کو تذکرہ مرتب کرنے کا حمال پیدا ہوا ہوگا۔ مگر وہ دعاچے میں یہ لکھتا ہے کہ حب ہندوستان میں احمد شاہ اندالی کی پہلی بار بھیلانی ہوئی قتل و غارت کی آگ بجھی، خوش بختانہ مجھے مذکورہ بالا تذکروں کے دیکھنے کا موقع ملا دل میں آتا کہ عہد اورنگ زیب عالمگیر سے زمانہ عالمگیر تابی تک حوسنا کر رہے ہیں، اوں کے حالات پر مشتمل ایک کتاب ترتیب دوں۔ کچھ دن تک یہ مما دل میں کھٹکتی رہی

» دریں هنگام کہ سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد و سہ ہجری و شعلہ انگری و آتش ہنگامہ مسطور کرت ثانی است، سیم قول سر عجبہ امیدار مہم الطاف مولی و ریدہ و نکبت انتظام اس گلدستہ بہار پیام مشام آرو و را معطر گرداید .. ترتیب این رسالہ .. بہ حروف تہجی مادہ، و بہ مقالات الشعرا کہ مصنف تاریخ تالیف است بقصاص بیح شمشاہ، موسوم ساحت» (۲ ب و ۳ الف)۔

محمد نعم بیار کے ذکر میں لکھا ہے۔

» دریولا کہ حروف آتش شیدہ ام، از تلخی عم، شربت عیش و رماق طبیعت بگوار است۔ .. احقر تاریخ و وفاتش کہ از رور و ماہ حاصل شدہ، جیں یافتہ

اور قطعہ تاریخ بھی بعد کو اضافہ کیے گئے ہیں (ص ۵۱۹)۔
اس تذکرے کو بھی انھیں برقیہ اردو کے کتابخانہ آصفیہ (حیدرآباد)
کے واحد نسخے سے مرتب کر کے شائع کر دیا ہے۔
۹۔ تذکرۃ الشعراء، قلمی۔

یہ میر علاء الدولہ اشرف علی خان کا تالیف کردہ تذکرۃ شعرائی فارسی
ہے (۱)، جو خود مصنف کے ماں کے مطابق ۱۱۷۸ھ (۱۷۶۴ء) میں
بر نالیف تھا۔ ولایت کے حال میں لکھتا ہے:

»در حین تالیف تذکرہ، در سنہ یکہزار و یکصد و ہفتاد و ہشت در سن
ہفتاد و ہشت سالگی عرض اسماں موصول بحق گردید (۵۳۳ الف)

میرزا عبدالرضا متین، متوفی ۱۱۷۸ھ (۶۱-۱۷۶۰ء)، کو لکھا ہے:
چہار سال پیش از تحریر تذکرہ بروصۃ رضوان حراید (۳۵۷ الف)۔

اس سے بھی مذکورہ بالا سہ کی تائید ہوتی ہے۔ بر حسن کو میر
تمس الدین فقیر کے ذکر میں »دام بقاءہ« کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔
سیح ۱۸ حمادی الاولیٰ ۱۱۸۰ھ (اکتوبر ۱۷۶۶ء) کو فوت ہوئے ہیں۔ لہذا
اس تذکرے کو اوں کی حیات میں تالیف ہونا چاہئے۔ ۱۱۷۸ھ میں وہ
یقیناً زندہ تھے اس لیے مذکورہ سہ کی مرید تائید ہوجاتی ہے۔

کتابخانہ عالم رامپور میں اس تذکرے کا ایک نسخہ محفوظ ہے،
جو علی سرہندی کے حال سے نواب محبی خان کے ذکر تک ہے۔ اس سے
یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شروع سے تقریباً نصف اور آخر سے چند اوراق
کم ہواگئے۔ بے یہ مسودہ معلوم ہوتا ہے، کیونکہ عبارت مختلف معمولی
خطوط میں متنی اور حواشی دونوں جگہ لکھی ہوئی ہے۔ عنوان اب جگہ
جگہ سادہ چھوڑے گئے ہیں۔ ورق ۱۳۲ الف اور ۱۹۵ اب پر دو تحریریں
ہیں، جن کے آخر میں »مکین« درج ہے۔ یہ مرزا ناصر مکی کی تنقیدیں

(۱) میر علاء الدولہ کے بیٹے، میر محمد الدین حسن، بحر تلخیص، کے ذکر میں میر حسن سے
بھی اس تذکرے کا ذکر کیا ہے۔

نظم و شعر پر اصلاح لی ہے۔

کتابخانہ عالیہ رامپور میں اس تذکرے کا ایک محظوطہ محفوظ ہے۔ جو چھوٹے سائز کے ۸۲ ورقوں پر ۱۲۲۸ھ (۱۸۱۳ع) میں معمولی اور پر اعلاطہ استعلیق خط میں لکھا گیا ہے۔ اس نسخے میں ۱۵۹ شاعروں کا ذکر ہے۔ اشیرنگر کے نسخے میں ۱۶۰ درج ہیں (۱)۔ وہ شاعر، حس کا ذکر ہمارے نسخے میں نہیں ہے، جسی لال احسان تخلص ہے۔

۸۔ چمنستان شعرا (چمنستان)، مطبوعہ۔

یہ اچھمی برائیں تنقید اور رنگ آبادی کا مرادہ تذکرہ ہے۔ حس میں

۲۱۴ رختہ کوئوں کے حالات اور منتخب کلام مدرج ہے

دناچے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۷۵ھ (۱۷۶۱ع) میں اس کا احتتام

ہوا ہے۔ یہی سال اس کے نام سے بھی برآمد ہونا ہے۔ مدرعلی اکبر دمال کے ذکر میں مصنف نے ایک رائجہ نقل کیا ہے (ص ۱۵۴)، اور وہاں

۶ رمضاں ۱۱۷۵ھ (۳۱ مارچ ۱۷۶۲ع) تاریخ لکھی ہے۔ نحات کی تاریخ

وفات عرۃ سوال ۱۱۷۵ھ (۲۶ اپریل ۱۷۶۲ع) تحریر کی ہے (ص ۳۲۴)۔ ان

دوئوں مقامات سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ۱۱۷۵ھ کے آخر تک

کام جاری رہا ہے۔

سفیق نے اپنے سوانح لکھتے ہوئے (ص ۴۹۴) بتایا ہے کہ صفر

۱۱۵۸ھ (فروری ۱۷۴۵ع) میں مری ولادت ہوئی ہے، اور اب اٹھارہ

سال کی عمر ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مصنف نے اپنا حال

حتم کتاب کے ایک سال بعد لکھا ہے۔ اسی طرح رنگیں کی تاریخ وفات

(۱) مگر سپر طاعت سے محافے ۱۶ کے ۱۵۰ جہت گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو مہرست

کتابخانہ شاہ اودہ ۱۵۲

اب اس کے سال آغار کا مسئلہ باقی رہتا ہے۔ کتاب کے مختلف مقامات سے اس پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ سب سے پہلے «رمورالعاریں» مصنفہ ۱۱۸۸ھ (۱۷۷۴ع) کا ذکر ہے، جس کا نواب صدربار حنگ ہادر نے ارشاد فرمایا ہے۔ اسکے ماسوا، احس اور سودا کے حال میں لکھا ہے کہ وہ دونوں نواب شجاع الدولہ بہادر کی سرکار میں ملازم ہیں، جس کے وہ معنی ہیں کہ یہ حالات شجاع الدولہ کی زندگی میں لکھے گئے۔ شجاع الدولہ ۲۴ دیقعدہ ۱۱۸۸ھ (آخر جنوری ۱۷۷۵ع) کو فوت ہوئے ہیں۔ لہذا یہ حالات اس تاریخ سے پہلے لکھے گئے ہونگے۔ اسی طرح نواب مجددی حان ہادر، متوفی دیقعدہ ۱۱۸۸ھ، کو «حدائم دارد» لکھا ہے۔ گویا ان کا ذکر بھی اس ماہ و سال سے پہلے لکھا ہے۔

اب یہ طے کرنا چاہیے کہ نواب شجاع الدولہ اور نواب مجددی حان بہادر کے انتقال سے کتنا پہلے کام شروع کیا۔ میرزا مظہر کے بارے میں میر حسن لکھتے ہیں:

«الحال بطرف سبھل مراد آباد استقامت دارد و ہماں حاو عظمی فرماید۔»

میرزا مظہر، علیہ الرحمہ، کے ایک خط میں اوں کے سفر روہیلکھنڈ کی طرف انتشارہ کیا گیا ہے۔ اس خط کو تنہا بعیم اللہ ہڑانتچی نے معمولات مظہرہ (۱) میں نقل کیا ہے۔ میرزا صاحب اپنے مرید پیر علی کو لکھتے ہیں:

«آیچہ ار عالم تدبر معاش بوشہ اند، محاسن۔ اما فقیر را طاعت حرکت و دماغ سر و سیاحت ہر گز نہماندہ۔ برای رداحت باران طریقہ کہ ار اطراف هجوم کردہ اند، آمدہ ام۔ بعد دو ماہ بدہلی میروم کہ متعلقان آغا ہسند و ار ہر طرف فتہ قصد دہلی می کنند۔ نا اس ہمہ دیاداران این حدود با فقیر معرفتی ندارند۔ عقیدت معلوم۔»

معلوم ہوتی ہیں۔ سودا کا کلیات دیکھئے والوں کو علم ہے کہ اس تذکرے پر مکیں نے جو اصلاحیں دی تھیں، اون کی تردید میں سودا نے «عسرة العافیں» نامی رسالہ لکھا ہے چونکہ مولف تذکرہ اون اصلاحوں کے خلاف تھے، اس لیے ممکن نہ تھا کہ وہ صاف شدہ نسخے میں بھی اونہیں نامی رکھے۔ اس بنا پر اعلیٰ یہی ہے کہ ربوہ بطر نسخہ مسوہ ہو۔

۱۰۔ تذکرۂ شعرا (حسن)، قلمی۔

یہ تذکرہ ۳۰۴ اردو کو شاعروں کے حالات اور مصحح کلام پر مشتمل ہے، جسے میر حسن دہلوی، متوفی عسرة محرم سنہ ۱۲۰۱ھ (۱۹ اکتوبر ۱۷۸۶ع)، نے فارسی زبان میں لکھا ہے۔ محدودی نواب صدربار حنگ ہادر مطوعہ نسخے کے مقدمے میں سال تصنیف کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

«تذکرہ ہذا میں مرصع اح لے جو ہم سب ایسی تصنیف کی لکھی ہے، اس میں مثنوی رموز العارفین ہے، گہرا دارم ہیں ہے۔ رموز العارفین کا سال تصنیف سنہ ۱۱۸۸ھ ہے اور گہرا دارم کا سنہ ۱۱۹۲ھ۔ رموز العارفین کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مشہور ہو چکی ہے۔ اس سے واضح ہے کہ تذکرہ سنہ ۱۱۸۸ھ اور سنہ ۱۱۹۲ھ کے مابین لکھا گیا۔» (ص ۲، طبع ثانی)

حود مرحسن نے جامعۂ کتاب میں یہ لکھا ہے کہ «ذریع تاریخ بکھرار و یکصد و نو و نیک ہجری با تمام رسد» (صفحہ ۲۰۸، طبع مذکور)۔ اس سے یہ قیاس کرنا خاص ہے کہ کتاب کی تالیف و تریب کا کام ۱۱۹۱ھ (۱۷۷۷ع) میں ختم ہوا تھا۔ البتہ بعد میں بھی مصنف نے اضافے کیے ہیں، جن میں سے ایک شہادۂ فصیح کی تاریخ وفات ہے، جو ۱۱۹۲ھ (۱۷۷۸ع) میں واقع ہوئی تھی۔

دلی کا رح کیا تھا، مگر نواب نجیب الدولہ بہادر نے فرخ آباد کی تسخیر کی طرف متوجہ کر دیا۔ آغار ۱۱۸۴ھ (۱۷۷۰ع) میں یہ مہم مرہٹوں نے شروع کر کے قلعہ شکوہ آباد روہیلوں سے لیسے کے بعد صلح کر لی۔ اسی سال غالباً رح میں نواب نجیب الدولہ بہادر کا انتقال ہو گیا، اور مرہٹے دہلی کی طرف بڑھے۔ چنانچہ سنہ ۱۱۸۵ھ میں صابطہ خان دہلی چھوڑ کر چلے گئے، اور اس پر مرہٹوں کا قبضہ ہو گیا۔ دہلی پر قبضہ کر کے مرہٹوں نے شاہ عالم کو الہ آباد سے بلا کر تخت سیس کیا، اور اب صابطہ خان پر یورش کر کے سکر تال میں اوہیں شکست دی۔

اس سے یہ قیاس کرنا بیجا نہیں کہ ۱۱۸۴ھ میں میرزا صاحب آولے یا سہل میں تھے۔ چونکہ اوہوں نے ۸ سے ۱۰ شوال تک آولے میں قیام طاہر کیا ہے، اور تقریباً اسی زمانے میں مرہٹوں نے فرخ آباد کی مہم سر کی ہے۔ اس لیے یہ سہر شوال ۱۱۸۴ھ (جنوری ۱۷۷۱ع) میں واقع ہونا چاہیے۔ اور اس زمانے میں اولکا یہ لکھا درست ہے کہ فتح دہلی کا قصد کر رہا ہے، اہدا میں دو مہینے کے سہر کے بعد دہلی واپس جانا چاہتا ہوں۔

اب اگر میر حسن نے ان کے حالیہ سہر کا ذکر کیا ہے، تو اس حصے کی تالیف شوال ۱۱۸۴ھ یا اس کے قریب قریب ہونی چاہیے۔ اس کی نائند نعیم کے ذکر سے ہونی ہے۔ میر حسن نے اوس کا حال اس انداز سے لکھا ہے، کہ ہمیں اوس کی زندگی کا یقین ہوتا ہے۔ مصحفی نے اپنے «تذکرہ ہمدی گویاں» (۸۵ ب) میں لکھا ہے کہ سکر تال کی لڑائی کے بعد نعیم کا انتقال ہوا۔ مولوی قدرت اللہ شوق نے «تکملہ الشعرا» میں بتایا ہے کہ ۱۱۸۵ھ (۱۷۷۱ع) میں

یاد ندارند کہ رور ملاقاتیں قصہ را مفصل باشا گفته ام کہ
حاشامان و بخشی، یعنی فتح خان و سردار خان، را در تمام عمر خود
گاهی ندیده ام، و دوندے خان را، کہ ارادہ ملاقات فقیر داشت، مع
کردم کہ باید، و حافظ رحمت خان، کہ بیش فقیر حاضر شدہ بود،
صحت او ما فقیر نادرست افتاد، و پسران علی محمد خان را هرگز نمی
شناسم۔ ربط کما و سفارش معلوم۔»

اس خط سے مقام کثالت پوری طرح متعین ہیں ہوتا۔ لیکن ایک
اور خط، نام میر محمد معین صاحب، میں فرمایا ہے :

«امروز، کہ دہم شوالست، بقرب عربت حضرت صاحب
یعنی والد بر گوار شما، کہ جامع ہزاران مناقب بودند، و ار انتقال
ارین عالم داعی یادگار گراشتند کہ من، در آہ آہ حاضر م، و بعد توقف
سہ شاہہ رور فردا مراجعت بہ سہیل خواہم نمود۔» (ایضاً ۱۱۵)

ان دونوں خطوں کے پڑھنے سے ہم اس نتیجے تک پہنچ جاتے ہیں
کہ (الف) میرزا مظہر، رحمہ اللہ علیہ، کا یہ سفر بواب دوندے خان کی
حیات میں واقع ہوا تھا، (ب) اوس زمانے میں چاروں طرف سے
فتنہ و فساد دہلی کا رخ کر چکا تھا۔ اس لیے میرزا صاحب دو ماہ کے
بعد اپنے متعلقین کی خبر گیری اور حفاظت کے خیال سے دہلی واپس
جانا چاہتے تھے۔ (ج) اور ۸ سے ۱۰ شوال تک آولے میں قیام کر کے
گیارہویں تاریخ کو سہیل کی طرف سفر کرنے کا قصد تھا۔

احمد رضا صدید میں بواب دوندیخان مہادر کی تاریخ وفات۔ ۳ محرم
۱۱۸۵ھ (۱۸ اپریل ۱۷۷۱ع) بتائی گئی ہے۔ لہذا میرزا صاحب کا سفر
روہیل کھنڈ اس سہ کے شروع ہونے سے قبل کا واقعہ قرار پاتا ہے
حس مئے کا میرزا صاحب نے اپنے مکتوب میں حوالہ دیا ہے۔
اوس سے مرہٹوں کی دلی پر چڑھائی مراد ہے۔ انہوں نے ۱۱۸۳ھ
(۱۷۶۹ع) میں بہت بڑے لشکر کی صورت میں دریای چنبیل عبور کر کے

فصیح کی تاریخ وفات ہے، جو سنہ ۱۱۹۲ھ میں واقع ہوئی تھی۔
اس تذکرے کا ایک قلمی نسخہ کتابخانہ عالیہ رامپور میں
موجود ہے۔ اس میں حاشا سادہ صفحات یاد دس دس پانچ پانچ سطروں
کی بیاضیں پائی جاتی ہیں۔ ہر آخری حال دوسرے خط کا لکھا ہوا
ہے، جس سے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ خود مصنف کا نسخہ ہے۔
کہیں کہیں مطبوعہ نسخے سے متن میں اختلاف بھی ہے۔ یہاں صرف
مصحفی کے متعلق ایک حملے کے اختلاف کا ذکر مناسب ہوگا۔ مطبوعہ
نسخے میں عبارت یوں ہے:

«ار محای امروہہ۔ مولدش اکریور کہ قصہ است متصل دہلی،
وطن برگاش ار قدیم۔ الحال در شاہجہان آباد نہ بیشہ تجارت سر
ن برد۔»

ہمارے قلمی نسخے میں یہ عبارت اس طرح ہے:
«ار محای امروہہ۔ مولدش اکریور کہ قصہ است متصل۔ الحال در
شاہجہان آباد نہ بیشہ تجارت سر می برد»

مطبوعہ نسخے کی عبارت سے نہ معلوم ہوتا ہے کہ مصحفی جس
اکرپور نامی قصبے میں پیدا ہوا تھا، وہ دہلی کے متصل ہے اور قلمی
نسخہ اس کے برخلاف یہ بتاتا ہے کہ قصبہ مذکور امروہے کے پاس
واقع ہے یوپی کے ڈسٹرکٹ گریٹر (ج ۱۶ ص ۱) میں قصبہ اکرپور
کا ذکر امروہے کے ساتھ کیا گیا ہے، اور ہندوستان گریٹر میں
دہلی کے قرب کسی اکرپور نامی قصبے کا ذکر نہیں ملتا۔ اس سے
یہ یقین ہوتا ہے کہ رامپور کے اس نسخے کی عبارت صحیح ہے اور
مطبوعہ نسخے میں کاتبوں نے کتبیوت کر دی ہے

اس نسخے کے ۱۵۸ اوراق، خط عمدہ نستعلیق مگر کہیں کہیں غلط
اور تمام صفحات مجدول ہیں۔

رحلت کی ہے۔ چونکہ سکر تال کی حگ بھی اسی سال کا واقعہ ہے، اس سا پر ان دونوں سیاوں میں کوئی تناقص نہیں پایا جاتا، اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ میر حسن نے اوس کا حال ۱۱۸۵ھ سے قل لکھا ہے، جو بعید نہیں کہ ۱۱۸۴ھ ہی کا واقعہ ہو، جب کہ اوس نے میر را مظہر کا حال لکھا تھا۔

منزید سائید میں میر حسن کے اوس حملے کو بیس کیا جاسکتا ہے، جو مصحفی کے بارے میں لکھا ہے، کہ «الحال در شاہجہاں آباد یہ پیشہ تجارت سر می برد» میری راے یہ ہے کہ میر حسن نے جس زمانے میں یہ فقرہ لکھا ہے، مصحفی دلی سے نکل کر ٹانڈے، اور وہاں سے لکھنؤ نہیں گئے تھے۔ اگر لکھنؤ کا سفر اختیار کر چکے ہوئے، تو ناممکن تھا کہ مصنف اس کا ذکر نہ کرتا۔ مصحفی نے لکھنؤ کا یہ سفر ۱۱۸۵ھ میں سکر تال کی حگ کے بعد اختیار کیا تھا۔ اس ما پر یقین ہے کہ ان کا حال بھی ۱۱۸۴ھ کے لگ بھگ لکھا گیا ہے۔ اسی سلسلے میں میر شمس الدین فقیر کے متعلق یہ فقرہ قابلِ لوحہ ہے:

«در یولا طرف کر بلاے معلیٰ تشریف بردہ عداں حاجو اور رحمت

اردی یوست۔»

فقیر کا انتقال اس سفر سے واپسی پر ۱۱۸۳ھ (۱۷۶۹ع) میں ہوا ہے۔ «در یولا» ایسے واقعے کے متعلق استعمال کیا جاسکتا ہے، جو حال ہی میں طہور پذیر ہوا ہو۔ اگر یہ صحیح ہے، تو پھر ان کا حال بھی ۱۱۸۴ھ کے قرب لکھا ہوگا۔

ان دلائل کے بیس نظر میں یہ قیاس کرتا ہوں کہ میر حسن نے ۱۱۸۴ھ (۱۷۷۰ع) میں یا اس سے کچھ پیشتر تذکرہ شروع کر کے ۱۱۹۱ھ (۱۷۷۷ع) میں ختم کر دیا تھا بعد کے اضافوں میں صرف تباہ

کا پہلا نسخہ سنہ ۱۱۸۸ھ (۱۷۷۴ع) میں مرتب ہوا تھا، مصنف نے ۱۲۰۹ھ (۱۷۹۴ع) میں نظر ثانی کر کے اسے تکمیل کو پہنچایا ہے۔

شوق نے «تکملۃ الشعرا» میں اسکا متعدد حکموں پر حدا حدا ناموں سے ذکر کیا ہے۔ کہیں اس کا نام «تذکرۃ ہدی»، کہیں «حقیقۃ الشعرا» اور کہیں «تذکرۃ طمقات شعرا ہدی» لکھا ہے۔ چونکہ مطبوعہ نسخے میں موحرالذکر نام اختیار کیا گیا ہے، اس لیے میں نے بھی اسی کو عنوان میں درج کیا ہے۔

۱۳۔ تکملۃ الشعرا (تکملاہ)، قلمی۔

یہ شوق کا فارسی گو شاعروں کا تذکرہ ہے۔ کتابخانۂ عالیۂ رامپور میں اس کے ۲ قلمی نسخے ہیں۔ ایک ۱۲۱۸ھ (۱۸۰۳ع) میں حافظ علام محی الدین، صاحبزادہ مظفر علیخان بہادر کے لیے رامپور میں لکھا ہے۔ دوسرا مصنف کے دستخطی نسخے سے ۱۲۴۴ھ (۱۸۲۸ع) میں چند کاتبوں نے نقل کیا، اور مالک کتاب محمد عبدالسلام المہاشمی نے ۱۲۴۵ھ (۱۸۲۹ع) میں ربیع الاول کی ۱۱ تاریخ کو اس کا منقول عمدہ سے مقابلہ انجام کو پہنچایا ہے۔

اول الذکر نسخے کے دیاچے اور حاتمے میں اس کا نام «تکملاہ الشعرا» حام حمشید، اور دوسرے کے دیاچے میں «تکملاہ الشعرا و مخزن در» اور حاتمے میں «تذکرۃ تکملۃ حام حہان نما معروف بہ تذکرۃ مخزن در» لکھا ہے۔

کتاب میں سال نالیف مذکور نہیں۔ التہ دیاچے میں مصنف نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ «حام حہان نما» سے وراعت کے بعد، بعض اغزا و احباب کی فرمائش سے اسے تصنیف کیا ہے۔ «جام حہان نما» ۱۱۹۱ھ

۱۱۔ حام حہان نما، قلمی۔

یہ مولوی قدرت اللہ شوق رامپوری، متوفی ۱۲۲۳ھ (۱۸۰۹ع) کی تصنیف ہے، اور فارسی زبان میں عالم کی تاریخ ہے۔ حاتمہ کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۹۱ھ (۱۷۷۷ع) میں اس کی تالیف ہوئی تھی۔ مگر دہلی بیر روہیلوں کے حالات میں حاجا اصاف بھی کیسے گئے ہیں۔ چنانچہ دوسری جلد کے ورق ۷۳ ب پر ۱۱۹۲ھ، ۷۱ ب پر ۱۱۹۳ھ، ۷۵ ب پر ۱۱۹۵ھ، ۷۶ الف پر ۱۱۹۶ھ، ۷۸ الف پر ۱۲۰۳ھ، ۸۲ الف پر ۱۲۰۸ھ، ۸۷ الف پر ۱۲۱۲ھ، ۸۸ ب پر ۱۲۱۳ھ، ۹۰ الف پر ۱۲۱۸ھ، ۹۴ ب پر ۱۲۲۱ھ اور ۹۵ الف پر ۱۲۲۳ھ پائے جاتے ہیں۔ موحرالذکر کو شوق نے «اکبوں» سے تعمر کیا ہے۔

علاوہ ازیں، مولوی علام طب سہاری کو لکھا ہے کہ ۱۱۹۷ھ (۱۷۸۳ع) میں رامپور کے اندر انتقال کیا۔ میورد اور ملا حسن فرنگی محلی کی وفات ۱۱۹۹ھ (۱۷۸۵ع) میں بتائی ہے۔

اس تاریخ کا ایک قلمی نسخہ کتابخانہ عالیہ رامپور میں محفوظ ہے۔ شیخ عبدالرحمن والد شیخ تھو، ساکی محلہ گوحر ٹولہ، بے ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۳-۵۴ع) میں اسے رامپور میں لکھا ہے۔ جلدسارے اس نسخے کو دو جلدوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اوراق کی تعداد ۳۳۳ اور سائنز درمیانی ہے۔ خط مستعریق اور کتابت پر اعلاط ہے۔

۱۲۔ طقات شعرا (طفا) مطوعہ۔

یہ شوق کا تذکرہ شعراے اردو ہے، جس کا خلاصہ علی گڑھ سے شائع ہو چکا ہے۔ اصل تذکرہ حباب معرا ورحمہ اللہ بیگ صاحب انجمن برقیہ اردو کے لیے مرتب فرما رہے ہیں۔

شیخ چاند مرحوم نے سودا کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ اس

کتاب میں بھی جگہ جگہ ہی سہ « اکھوں » یا « الحال » کے ساتھ مذکور ہے، اور مصنف کا دعویٰ بھی ہے کہ کتاب ٹھوڑے عرصے میں تصنیف ہو گئی تھی، اس لیے یہ قیاس کرنا بیجا ہے ہوگا کہ اسی ایک سال کے اندر کارنالیف سے متلا ورع ہو گیا تھا۔

دہاچے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰ سال کی عمر میں ایک دیوان فارسی اور اوسے زمانے میں فارسی گو شاعروں کا ذکر مسمیٰ بہ « گلدستہ دعائی » بھی متلا لے لکھا تھا « سترعشق (۶۵۳ الف) میں اس ذکر کا نام « نظم دعائی » بتایا ہے اور کہا ہے کہ یہ سال دایف کو طاهر کرنا ہے چونکہ اس سے ۱۱۶۱ھ (۱۷۷۸ع) مدحرج ہوئے ہیں، اس لیے بعید نہیں کہ متلا کی بدداس ۱۱۴۱ھ (۱۷۲۸ع) کے قریب ہوئی ہو۔ اگر یہ صحیح ہے، تو گلشن سخن کی تالیف کے وقت اوس کی عمر ۳۵ سال کی ہوگی۔

نتائج الافکار (ص. ۴۱) میں متلا کی وفات بارہویں صدی ہجری کے آخر میں بتائی ہے۔

ستامحائے عالیہ رامپور میں اس ذکر کے ایک فلمی نسخہ پایا جاتا ہے، جسے مہات بدخط اور غلط نویس کاتب نے اعمل کیا ہے۔ المحم ترمیء اردو کے لیے اس نسخے کی اعمل اسار کی گئی ہے۔ امید یہ ہے کہ اساء اللہ اسے جلد چھاپا جائیگا۔

۱۵۔ گلزار اسراہم (گلزار)، قلمی۔

یہ نواب امین الدولہ علی اسراہم خان مہادر بصیر جنگ، حایل محلص، کی تالیف ہے، جس میں رختہ گو شاعروں کے حالات فارسی زبان میں لکھے گئے ہیں۔

میں حتم ہوئی تھی، لہذا اسے اس سہ کے بعد شروع ہونا چاہیے۔ چونکہ میرزا مظہر اور سودا، متوفی ۱۱۹۵ھ (۱۷۸۱ع) کو متوفی اور میر تقی میر کو لکھنؤ میں مقیم بتایا ہے، اور میر ۱۱۹۷ھ (۱۷۸۳ع) کے قریب وہاں گئے ہیں، اس لیے قیاس یہ ہے کہ اسی سال میں اس کا آغار ہوا۔

رہیں کو، حو «عقد ثریا» کی ترتیب کے وقت (۱۱۹۹ھ) ردہ تھا، لکھا ہے کہ اس کے انتقال کو دو برس ہوئے۔ حواحہ میر درد، متوفی ۱۱۹۹ھ (۱۷۸۵ع) کے انتقال کو چند سال تائے ہیں۔ بیدار، متوفی ۱۲۰۹ھ (۱۷۹۴ع) کو ردہ لکھا ہے۔ قائم، متوفی ۱۲۰۸ھ (۱۷۹۳ع) یا ۱۲۱۰ھ (۱۷۹۵ع) کو کہتا ہے کہ چند سال پہلے فوت ہو گئے۔ شاہ عالم بادشاہ دہلی کو لکھا ہے کہ ۴۰ سال سے تخت دہلی پر متمکن ہیں۔ انہوں نے ۱۱۷۳ھ (۱۷۵۹ع) میں تخت پر قدم رکھا ہے۔ اس حساب سے چالیسواں سال ۱۲۱۳ھ (۱۷۹۸ع) میں ہونا چاہیے حکم عطاء اللہ عمیں کو ردہ بتایا ہے، اور اوکا قطعۂ وفات چیری صاحب نقل کیا ہے، جس سے ۱۲۱۳ھ برآمد ہوئے ہیں۔ اس سے یہ قیاس کیا جاا ہے کہ ۱۲۱۳ھ کے بعد اس کی تکمیل ہوئی ہے۔

۱۴۔ گلشن سخن۔ قلمی۔

یہ میرزا کاظم، مخاطب بہ مردان علی حان لکھنوی۔ مستلاً تحلص، اس محمد علیحان بہادر کی تصنیف اور اردوگو شعاعروں کے حالات اور منتخب کلام پر مشتمل ہے۔

دیباچے میں مصنف نے «آج بھولا ہے سخن کا گلشن» مادہ تاریخ لکھا ہے، جس سے ۱۱۹۴ھ (۱۷۸۰ع) برآمد ہوئے ہیں چونکہ

حاشیے پر لکھا ہے:

«شاہ قدرت اللہ، قدرتِ تخلص، می گفتند کہ این ہر دو اشعار، کہ سست
ہے شاہ عالم بادشاہ می کند، گفتند یکی از شاگردان مست، کہ در بلدہ
مرشد آزاد بودہ» (۲ الف)۔

محولہ والا شعر یہ ہیں:

صبح ہو حام سے گسرتی ہے شب دلا رام سے گسرتی ہے
عاقب کی خبر جدا حالے اب ہو آرام سے گسرتی ہے

(۲) رصا ثلی آسفتہ پر حاشیہ ہے:

«رصا ثلی آشفہ از تلامذہ مر سورت۔ و برادر مرزا بہو جو نامی،
درہ تخلص، ہدہ۔ بطور مر سورت اشعار می گفت» (۱۸ ب)۔

(۳) احسن اللہ بیان پر حاشیہ ہے:

«چنگ نامہ حواہ احسن اللہ بیان، کہ نام سیار حاوران دران در حست،
مشہور است کہ مطالعش ایست

میرزا فیض کی چنگ مر گئی حوس حالے جگ کے ویراں کر گئی
میرزا عمگین ہوں، چہاں شاد ہوں گہو سلے چڑوں کے یوں آزاد ہوں»

(۲ الف)

حود حاشیوں پر اور میں میں نئے اسماء یا اسمعار کا اضافہ بھی کیا

کیا ہے: چنانچہ

(۱) ورق ۵۶ الف پر حرف «دال» کے شروع میں حاشیے پر یہ

اصافہ پایا جاتا ہے:

«دائم تخلص، اسمش دائم جان، پسر و فرخدار محمد جان و برادر حود
فرخدار دائم جان، کہ در عہد نواب و وزیر الممالک شجاع الدولہ ہادر عر
اقتدار داشت، و در وقت نواب آصف الدولہ ہادر ہدار و عگئی فیضانہ کلان
معرر بود و دائم مذکور معروفیت طبع گاہی فکر شعر ریخہ می
نمود، و در لکھنؤ می گزرا۔ این چند بیت مرسل یادگار آں سندہ۔
اطوار دریں تذکرہ نوکریر حامد ہدرت نگار گشت۔»

مصنف نے دیباچے میں سال احتمام ۱۱۹۸ھ (۱۷۸۴ع) بتایا ہے۔ سال آغار متعین نہیں ہے۔ لیکن میر سور کے حال میں ۱۱۹۰ھ (۱۷۷۶ع) کو سال حال بتایا ہے۔ اس لیے بعید نہیں کہ اسی سال اس کو شروع کیا ہو حلیق کے ذکر میں ۱۱۹۹ھ (۱۷۸۵ع) لکھا ہے۔ راجس متخلص بہ معموم (یا محیط) کے بیان میں لکھا ہے کہ «در سنہ ۱۱۹۹ھ اراقم آتم۔ ربارس ملافی شد» (۱۹۲ ب)۔ اس سے میں یہ قیاس کرتا ہوں کہ ۱۱۹۸ھ میں کتاب ختم کرے کے بعد بھی حلیل نے اضافے کیے ہیں، جو ۱۱۹۹ھ کے بعد تک جاری رہے تھے۔

کتابخانہ عالیہ رامپور میں اس تذکرے کا حصہ نسخہ ہے، اوس کے اوراق کی تعداد ۳۱۵ ہے، اور دو کاتوں نے اوس کی کتاب کی ہے، جس میں سے ایک کا خط تحتہ مستعلق ہے۔ اس نسخے میں متعدد مفید حواسی بھی نظر آئے ہیں، جو سب کے سب ایک ہی خط میں ہیں، اور اوس کاتب کے لکھے ہوئے معلوم ہوئے ہیں۔ جس نے راجس کا حال ۱۶ سطروں میں اضافہ کیا ہے۔ چونکہ آخری اوراق بھی اویسی کے ہوتے ہیں، اور اوس نے حاتمۃ کتاب میں لکھا ہے:

«عام شد گلزار اسراہیم، ذکرہ بالغ بواب علی اسراہیم ماں مادر
بصر حنک، جعل الله تعالى له الخیر»۔

اس لیے یہ تسلیم تو نہیں کیا جاسکتا کہ یہ حواسی خود مصنف کے قلم کے ہوئے۔ البتہ یہ گمان غالب ہے کہ جس نسخے سے ہمارا نسخہ نقل کیا گیا ہے، وہ مصنف کا ترمیم کردہ آخری نسخہ ہوگا۔ چونکہ یہ حواشی مفید ہیں، اس لیے یہاں ان کا نقل کرنا نامناسب نہیں۔

(۱) شاہ عالم بادشاہ دہلی، آفتاب تحلیص، کے حال کے محاذ میں

کے حاشیے پر بھی حقِ تخلص کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے مگر وہاں صرف ایک شعر لکھا ہے۔

(۴) عدسِ تخلص کے بعد حسبِ ذیل اضافہ متن میں کیا ہے:

«عاجز نامش شودیال ملقب بہ یرم همس درویشی است در بلاد فارس۔»

(۵) ورق ۱۶۱ کے حاشیوں پر فدوی لاہوری کے ۱۹ شعر اور درج

ہیں۔ اسی طرح قدرتِ دہلوی کے اسمعار بھی ۱۶۵ الف وب اور ۱۶۶

الف پر تحریر ہیں۔ محبوں کے ۱۵ شعر ۱۹۴ ب اور ۱۹۵ الف پر ٹھائے

ہیں۔ واقعِ دہلوی کے ۱۰ شعر متن میں اور ۷ حاشیے پر مندرج ہیں۔

(۶) ولی پر حاشیہ ہے:

«کسی در وصفِ ولی گتہ

سعر شاعرانِ ہندی برداست ولی کشورِ ہند»

رامپور کے مسیحے میں ضائع بلگرامی، عجائبِ رای عاشق اور امیر خسرو

کا ذکر یہیں ہے۔ میرِ کمترین دہلوی کے حال سے کافرِ دہلوی نک کی

عبارت کاتب نے سہواً اڑک کر کے، اس طرح لکھا ہے:

«کمترین دہلوی اسمش مرعلی نقی آہ۔»

مطبوعہ مسیحے میں مدنی رامچس کا تذکرہ معمولِ تخلص کے ساتھ

کیا گیا ہے، اور ۲۳ شعر انتخاب کیے ہیں۔ لیکن رامپور کے نسخے میں

یہ حصہ دوبارہ تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے، اور انتخاب بہت طویل

ہے۔ چنانچہ محیطِ تخلص کے ماتحت لکھا ہے:

«محیطِ تخلص، موسوم بہ رامچس کھری براد عرفِ مہرہ حلف لالہ

گنگا شس متخلص عاجز، متوطن لاہور۔ مدش دہلی۔ بیشتر معمول

(ماں حاشیے پر مسیحے کا نوں لکھ کر «یعم» تحریر کیا ہے) تخلص

می کرد الحال بہ تخلص محیطِ آشنا شدہ۔ اردل رشتگانِ موسوم عشق

اسکے بعد ۳ شعر اویسی صفحے پر اور ۴ شعر ۵۶ ب پر «تمنہ دائم»

کے عنوان کے ماتحت درج کیے ہیں۔

(۲) راعب اور رفعت کے درمیان میں لالہ خواہر سنگھ، رام محلص،

کا اضافہ کیا ہے، جو حسب ذیل ہے:

«رام محلص، اسم لالہ خواہر سنگھ کھری براد، عرف مہر، مولدش
لاہور، حنف لالہ گنگا کش محلص بھادر، برادر حور، مہشی رام محلص
محلص نہ محیط، از مسکن سرکار تمارالدولہ مسر حاسن بادر بود۔
بعد ازاں علاوہ داروغگی برمت جاری ہو رعایت مسر دکن صاحب دار
مائدہ طبعی رسا و مورون دارد۔ ایر چند اشعار ادگا از وی درین
تکرہ ثبت افادہ۔»

اس کے بعد ۶ اسمعار نقل کیے ہیں۔

(۳) ورق ۱۴ ب کے حاسیے پر انک ام کا اضافہ ہے، جس کی

عبارت یہ ہے:

«عش محلص، نامش مراد شاہ در اہل علی محلص کی کہ
بعد ازاں حر محلص فرار داد مہدی حر بود۔ در لکھنؤ امام مولی
ما سابعان یلثی اب آب آصف الدولہ بادر کہ صفا کیس بدد ار
شدن حرف ناملاہم تھا در آ، بچہ، حد کیس را کشہ و مجروح
ساحہ، خود ہم آخر الامرحمہای کریں برداشت، و بعد مدت صحت
ناوت۔ و از آخا در بادیہ عظیم آباد و کلاکہ افادہ، در صحت مر را
گہنٹا عش محلص سر می برد۔ پس ازاں مالی دکن گشہ، از دست
بذراہای شکر علی بادر رحم بھالا بر کلمہ حورده و نک کیس از بڈارہا
را شمشراں پا در آورده، در قصہ سنی چہارہ سلامت رسید۔ و بعد
چند روز بھان رحمہ کلمہ شربت مرکب چشیدہ، در نیکہ جمعا شاہ درویش
مدفون گشت چون لمع مورون داشت دیوان اشعار رنجہ ترب دادہ،
ابن چند شعر از رادہای طبع اوست»

اس کے بعد حاتمیں پر ان کے ۱۱ شعر نقل کیے ہیں۔ ورق ۱۶ ب

کے شخص کی طرف منسوب کرنا پڑیگا، کیونکہ اس میں محیط الاسرار، محیط معرفت، اور محیط اعظم کے اقتباسات پائے جاتے ہیں، حوالی الترتیب ۱۲۱۶ھ (۱۸۰۱ع)، ۱۲۱۸ھ (۱۸۰۳ع) اور ۱۲۲۰ھ (۱۸۰۵ع) کی تصنیف ہیں۔ چونکہ بالعموم متن کے اندر مصنف کے ماسوا کوئی شخص اصافہ کرنے کی حرارت نہیں کرتا، نہ کہ مرے علم میں اس کی کوئی ایسی مثال نہیں ہے کہ مابعد کے کسی عالم نے اپنا نام طاہر کیسے تعبیر کیا ہو، اس لیے میں مصنف کے ۱۲۰۸ھ میں فوت ہو جانے کی طرف سے مستمہ ہو جاتا۔ اگر لطف نے گلشن ہمد، مصنفہ ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۱ع) میں علی السراہیم حوالہ کو مرحوم نہ لکھا ہوا۔ چونکہ یہ تاریخ وفات یقینی معلوم ہوتی ہے، اس لیے مجھے اس اصافہ کریوالے پر افسوس اور حیرت کا اظہار کرنا پڑا ہے۔

گلزار السراہیم کو احمس ترمی اردو نے شائع کر دیا ہے۔ اس سحر میں ۳ شعرا کا ذکر ہے، جن میں سے ۳ کتابخانہ عالیہ رامپور کے سحر میں مذکور ہیں، اور ۲ شعرا سحر رامپور کے میں ہیں اور ۲ حاشیوں پر ایسے مذکور ہیں، جن کے حال سے مطوعہ سحرہ حالی ہے۔ اس حساب سے ۱۹ شعرا ہمارے سحر کے متن میں مذکور ہوئے ہیں، اور کل شعرا کی تعداد ۳۲۱ ہوتی ہے۔

۱۶۔ گلشن ہمد (لطف) مطوعہ۔

یہ میرزا علی لطف، متوفی ۱۲۲۸ھ (۱۸۱۳ع)، کی تصنیف۔ اور گلزار السراہیم کے ۶۸ شعروں کے حالات کا ترجمہ مع اصافات ہے۔ اس کا اختتام، خود دیباچے کے مطابق ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۱ع) میں ہوا ہے۔ مگر مکرمی قاصی عبدالودود صاحب (پٹنہ) کا خیال ہے کہ حصہ نظم میں اس

دیباچہ مصحح

و مسلمان سرکار ممتاز الدواہ مسٹر حاسن مہادر بوندہ است۔ در سنہ ۱۱۹۹ھ
 ما راقم آثم در بارس ملاقی شد۔ بعد ازاں سر رشتہ داریء بر مٹ صلح
 بارس مامور گشت۔ و اشعار مدونست۔ و بیح محوی، کہ فی الحقیقت
 «بیح گنج» است، موسوم بہ «حمسہ عشقہ» تصنیف کردہ مشویء اول
 ہیر و راجا مسمی بہ «محیط عشق»، و مشویء دوم سسی و یو موسوم
 بہ «محیط درد»، و سیومی مشویء مرزا صاحبان مسمی بہ «محیط عم»، و
 چہارم مشویء «حسن بخشی»، و پنجم مشویء دادہ بل و کام کمدن
 مسمی بہ «حسن و عشق» است۔ و بیح مشویء دیگر در تصرف دارد۔ یکی
 از اہملہ ترجمہ بہگرت گیا مسمی بہ «محیط الحقائق»، و دوم مشویء
 ترجمہ بہگت مالا موسوم بہ «محیط الاسرار»، و سیومی مشویء ترجمہ
 یوتھی پر بوندہ چندراودی ناٹک مسمی بہ «گلشن معرفت»، و چہارم
 مشویء ترجمہ خوگ داشت مسمی بہ «محیط معرفت»، و سجدہ مشویء
 «محیط اعلم» ترجمہ یوتھی جہم سا کہی مشعر بر احوال گر و انک
 محل اول تا بہ گرو گز بدسگہ، محل دہم و رچی احوال ماہر داس
 مخاطب بہ بندہ، مضامین دارد و بر سجدہ دیگر ترجمہ اوار سہیلی
 عرف کلامہ دہمہ مسمی بہ «محیط دانش» تصنیف نمودہ۔ داد سحوری
 دادہ۔ رچی از اشعار آندارش دریں تذکرہ اثبات می یابد۔

اس کے بعد عربیات و دشویات کے منتخب اشعار ورق ۱۹۸ الف
 سے شروع ہو کر ۲۹۶ ب پر ختم ہوئے ہیں۔

صاحب گلزار کی تاریخ وفات۔ ڈاکٹر اسیرنگر (ص ۱۸۰) اور بلوم ہارٹ
 نے حرأت کے اس مصرع تاریخ کی بنا پر: «لو، آہ، مثلاً مطلع دیوان عدالت»
 ۵۱۲۰۸ (۱۷۹۳ع) بتائی ہے۔ محدومی مولوی عبدالحق صاحب
 نے بھی، گلشن ہمد کے مقدمے میں اسی سہ کو دھرایا ہے۔ (۱) اگر یہ
 سنہ وفات صحیح ہے، تو سجدہ رامپور کے اس اصافے کو کسی مابعد

(۱) کنہا بھارت رامپور کے ۲ سجون میں حلیل کا مطلع تاریخ وفات پایا جاتا ہے۔ مگر
 وہ ناقص الامط اور غلط ہے۔ الفاظ دروں سجون میں یہ ہیں «تو آہ مطلع دیوان عدالت»

اندارہ بھی لگانا چاہتا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے دینا چاہیے کہ اس بیان پر غور کرو

چاہیے کہ:

» تا آنکہ مرزا محمد حسن، قتیلِ تحلی، از ساحت اشکر نواب
دوالفقار الدولہ جادر بہ شاہجہاں آباد گزر افگندہ مسون تالیف
تذکرہ معاصرین نگوشتم دیدہ، اسامیٰ چند از اہل قلم تحریر من در
آوردہ، مسودہ احوال بعضی را در باب مختصری بدست من نویسدہ،
یاد آوردن اراں و دوساں بادم داد.. در ایام دوری آن آشیای
صادق چون شمع می سوختم و مسودہ سرگشت ہر یک را از
مردہ ورنہ بر بارہ کاغذ می نگاشتم«۔ (ورن ۱ ب)

اس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ مصحفی نے قتیل کے ورود
دہلی کے زمانے میں یہ صرف خود انہیں کی فرمائش سے اس کام کو
سروع کیا، بلکہ دو چار شاعروں کے حالات ان کی ربائی بوٹ بھی
کیسے اب یہ دیکھا ہے کہ قتیل کس زمانے میں دہلی آئے۔ یہ تو خود
مصحفی نے بتا دیا ہے کہ یہ نواب دوالفقار الدولہ مرزا نجف خان بہادر
کے لاسکر سے آئے تھے۔ جسکا مصحفی کے دوسرے بیان کے مطابق شاہدرے
کے قریب دہلی کے باہر پڑاؤ تھا (ص ۵۴ - مطوعہ)۔ مسٹر بیل نے،
مفتاح التواریخ (ص ۳۵۹) میں لکھا ہے کہ نجف خان ۳ ہزار سوار
اور پیادوں کی حمیہ کے ساتھ شاہ عالم کی ملازمت میں داخل
ہوا، اور ۱۱۸۵ھ (۱۷۷۱ع) میں بادشاہ کے ہمراہ دہلی آیا۔ اس عرصے
میں بہت سے کارہای نمایاں انجام دیے گئے تھے۔ «دوالفقار الدولہ نواب
نجف خان بہادر غالب جنگ» خطاب اور اسکے بعد عہدہ امیرالامرائی
سے معزز و مفتخر ہوا، اور ۸ جمادی الآخرہ ۱۱۹۶ھ (اپریل ۱۷۸۲ع)

سال کے بعد بھی اضافے معلوم ہوئے ہیں۔
یہ تذکرہ اولاً ۱۹۰۶ء میں مولوی عبداللہ خاں کے اہتمام سے حداگانہ
اور بعد ازاں ۱۹۳۴ء (۱۳۵۲ھ) میں انجمن ترقیء اردو کی طرف سے گلنار
ابراہیم کیساتھ چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔
۱۔ عقد ترنا (عقد قلمی)۔

یہ تدبیر علامہ ہمدانی مصحفی، متوفی ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۴ء)، کا مرتب
کیا ہوا فارسی گو شعاعوں کا تذکرہ ہے، جسے دیباچے کے بیان کے
مطابق مصنف نے ۱۱۹۹ھ (۸۵-۱۷۸۳ء) میں حتمہ کیا تھا لیکن حواہ
میر درد، متوفی ۱۱۹۹ھ، کو لکھا ہے کہ ان کے انتقال کو چند سال ہوئے۔
بیحمر ناگرمی کو لکھا ہے کہ ۱۲۰۲ھ (۸۸-۱۷۸۷ء) میں دہلی کے اندر
فوت ہوئے، اور فصیح کا حال ۱۲۱۲ھ (۹۷-۱۷۹۷ء) میں داخل تذکرہ
کیا ہے۔

محمد علی فروغ کو لکھا ہے کہ اس نے چند سال قبل بارس میں وفات
پائی۔ ستر عشق اور دور روس (ص ۵۲) میں اس کا سال ولادت
۱۱۴۰ھ (۱۷۲۷ء) لکھا ہے، اور موح الدکر میں ستر سال کی عمر میں
وفات بتائی ہے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ فروغ نے ۱۲۱۰ھ (۱۷۹۵ء) میں انتقال کیا
تھا۔ اگر یہ صحیح ہے، تو اس کا حال بھی ۱۲۱۲ھ یا اس کے بعد لکھا گیا
ہوگا۔ کتابخانہ عالیہ رامپور کے نسخے میں کرپا دبال مصطر کے حال
میں ۱۲۱۳ھ (۱۷۹۸ء) مذکور ہے۔ اس بنا پر ویس کیا جاتا ہے کہ
مصحفی نے بعد میں بھی اضافے کیے ہیں۔

مصنف نے اس کے آعار کی طرف کوئی کھلا ہوا اشارہ نہیں کیا۔
مگر کتاب کے پراگندہ ٹکڑے جمع کرنے سے سال آعار کا محمی

ماہ و سال سے قبل کا مکتوبہ ہوا چاہیے۔

شیخ طہور الدین حاتم کے بارے میں کہتا ہے:

«قولش تاریخ تولدش صرف «طہور» باشد۔ ار حاک باک شاہجہاں
آباد است۔ ہشتاد و سہ سال عمر دارد»۔

لفظ طہور کے مطابق شاہ حاتم کا سال پیدائش ۱۱۱۱ھ
(۱۶۹۹ع) ہے، لہذا ۱۱۹۴ھ (۱۷۸۰ع) میں ان کی عمر ۸۳ سال کی
ہوا چاہیے۔ چونکہ مصحفی نے سال پیدائش حاتم ہوئے یہ عمر لکھی
ہے، اس بنا پر ہم اسے محض اندازہ ہیں کہ سکیں گے، اور اس حالت
میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہونگے کہ ۱۱۹۴ھ یا ۱۱۹۵ھ میں اوس
نے حاتم کا حال لکھا ہے۔

تقریباً اسی سال اطف علی بیگ آدر کا حال بھی لکھا ہے۔ کیونکہ
ایک او اوس کے تذکرے «آتسکدہ» کا ذکر ہے کیا ہے، جو رٹش میوریم
کے سحرے کے مطابق ۱۱۹۳ھ (۱۷۷۹ع) کے قریب حتم ہوا ہے، اور
دوسرے یہ کہ اس میں مصحفی نے اوس کی عمر ۶۰ برس کے قریب
ثانی ہے، اور بقید حیات لکھا ہے۔ حاج بہادر عبدالقادر نے آتسکدہ
پر نوٹ لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ آدر ۱۱۳۴ھ (۱۷۲۱-۲۲ع) میں پیدا
ہوا تھا۔ اس حساب سے ۱۱۹۴ھ میں اوس کی عمر ۶۰ برس کی ہونا
چاہیے، اور یہی سال اوس کے داخل بدکمرہ ہونے کا قرار دینا
ماسب ہوگا۔

چونکہ مصحفی نے معرا خانخاناں مطہر، متوفی محرم ۱۱۹۵ھ کا
حال اوس کی وفات پر لکھا ہے، اس بنا پر گزشتہ دلائل کو سامنے
رکھنے کے بعد بالکل یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ۱۱۹۵ھ اور

کو فوت ہو گیا۔

ستر عشق (۳۸۵ ب و بعد) میں لکھا ہے کہ قتیل ۱۱۷۲ھ (۵۰۵۸-۱۷۵۷ع) میں پیدا ہوئے، ۱۴ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا، اور دو برس تک اسلام کو مخفی رکھہ کے، سترہویں سال کی عمر میں اس کا اطہار کر دیا۔ اس کے بعد اعزنا و اقربا سے کسارہ کش ہو کر «در اطراف شاہجہان آباد بلشکر دوالفقار الدولہ نواب نجف حان مرحوم می گشت۔» اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انکے نواب نجف حان کے لشکر میں کشت لگانے کا آعار ۱۱۸۹ھ (۱۷۷۵ع) میں ہوا۔

آگے چل کر شتر عشق میں لکھا ہے کہ «الحال ار عرصہ سی و شش سال ناکھنؤ تشریف می دارد»۔ یہ مدت مصنف شتر عشق لے ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۸ع) میں ان کا حال لکھتے ہوئے تحریر کی ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۱۱۹۶ھ (۱۷۸۲ع) یا ۱۱۹۷ھ (۱۷۸۳ع) میں قتیل لکھنؤ آئے تھے، اور سابق ولاحق نتائج کو ملائے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ۱۱۸۹ اور ۱۱۹۷ھ کے مابین یہ ایک مشہور شاعر و فاضل کی حیثیت سے مذکورہ بالا لشکر میں بود و باش رکھتے رہے تھے۔ چونکہ مصحفی نے ان کی فرمایش سے تذکرہ شروع کیا ہے، لہذا اس کا آعار ان دونوں سوں کے درمیان کے کسی سال میں ہونا چاہیے۔

نواب صمصام الملك میر عبدالحی حان صارم تخلص کے متعلق لکھا ہے کہ «حالا ار سرکار نواب آصفحہ ثانی مخاطب صمصام الملك و دیوانیء دکی بلدرنگی دارد»۔ سائچ الافکار (ص ۲۶۶) میں ان کی رحلت بارہویں صدی کے آخر میں، اور محبوز الزمیں (۶۰۶۰۲) میں ۱۵ حمادی الاولیٰ ۱۱۹۶ھ تحریر ہے۔ مصحفی نے ان کا حال رد کی میں لکھا ہے، لہذا اس

۱۱۹۹ھ (حوری ۱۷۸۵ع) کے وارے میں کہتا ہے کہ «يك سالست كه درد مہجوريش تنفا يافتہ»۔ میر حسن، متوفی عشرہ محرم ۱۲۰۱ھ (۱۹ اکتوبر ۱۷۸۶ع)، کو احقر اور حاکسار کے حال میں الفاظ «سلمہ اللہ تعالیٰ» سے ناد کیا ہے۔

ان انداسوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صفر ۱۲۰۰ھ (دسمبر ۱۷۸۵ع) میں یا اس کے الگ بھگ اس تذکرے کا کام شروع کیا جا چکا تھا۔
تذکرے کے دوسرے بعض ٹکڑوں سے بتا چلتا ہے کہ ۱۲۰۹ھ کے بعد بھی اس میں اضافے کیے گئے ہیں۔ چنانچہ راجہ حسوت سنگھ پروانہ محاصرے کے ذکر میں لکھا ہے کہ ان کے فارسی اسعار مررا قتل کی معرفت دہلی میں میرے پاس پہنچے تھے، جنہیں میں نے تذکرہ اول میں داخل کر لیا تھا۔ حب دہلی سے لکھنؤ وارد ہوا، تو وہ بڑے بپاک سے ملے، اور اگرچہ میر حسن، میر ہی اور بھا کے معتقد تھے، مگر فقیر سے ملاقات کے بعد کلی طور پر ادھر رجوع ہو گئے، اور بڑے اہمک اور بوجہ سے اردوگوئی شروع کی۔ اب کہ دس بارہ سال کی مشق ہے، بہت سختہ گو ہو گئے ہیں۔

اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصحفی نے لکھنؤ آنے کے دس بارہ برس بعد یہ عمارت لکھی ہے۔ خود انہیں نے ریاض الفصحا میں مجد حیات بناب کے دہلی میں لکھا ہے:

«در ایامی کہ مقرر ہمراہ علام علی حان والد بھکاری حان، کہ مشارالہ ار پیشگاہ خلافت حمایتی، حضرت وارث شاہانہ رائے بدگان عالی و در بر الامالك نواب آصف الدولہ ہادر و سر ہشٹن گورنر ہادر آوردہ بود، در سہ یکہرار و یکصد و بود و ہشت صبرت سہر کشیدہ ار شاہجان آباد در لکھنؤ رسیدہ»۔

۱۱۹۹ھ کے درمیاں کی یہ تالیف ہے، جس میں ۱۲۱۳ھ تک مصنف نے اضافے کیے ہیں۔

المحمّن ترقیء اردو نے اسے شائع کر دیا ہے، مگر کوئی سطر غلطی سے پاک ہے۔ کتابخانہ عالیہ رامپور میں اس کا ایک نسخہ محفوظ ہے، جو ۱۲۵۵ھ (۱۷۴۲ع) میں سید سلام علی بلگرامی اور سید اکبر علی حیرآبادی نے اوسط سائز کے ۱۰۴ ورقوں پر نقل کیا ہے اس میں ہر شاعر کے کلام کا انتخاب بھی مندرج ہے، جو نسخہ مطبوعہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔

۱۸- تذکرہ ہمدی گویاں (تذکرہ) قلمی۔

یہ مصحفی کا پہلا اردو گو شاعروں کا تذکرہ ہے، جسے مصنف نے «عقد ثریا» کے بعد فارسی زبان میں لکھا ہے۔ حاتمے میں تحریر کیا ہے کہ ۱۲۰۹ھ (۹۵-۱۷۹۰ع) میں اسکی ترتیب سے فراغت ہوئی۔ مگر یہ حوالہ «فرست را عنیت شمرده، مسوده معشوش اس تذکرہ را، کہ از چند

سال اطای بیان افادہ بود، ناف مسوده درست ساخته»۔

خود اشارہ کرتا ہے کہ کتاب ۱۲۰۹ھ سے قبل تمام ہو چکی تھی، اس سہ میں صرف مسودہ صاف کر کے شائع کیا گیا ہے۔

کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا آغاز ۱۲۰۰ھ (۱۷۸۶ع) کے قریب ہوا ہے، کیونکہ مصنف نے دیاچنے میں صراحت کر دی ہے کہ فارسی تذکرے سے فارغ ہو کر یہ کام شروع کیا اور یہ تذکرہ ۱۱۹۹ھ میں ختم ہوا تھا، لہذا اسی سال یا آئندہ سال اردو تذکرے پر کام شروع کرنا چاہیے۔

شاہ حاتم، متوفی ۱۱۹۷ھ، کو لکھا ہے کہ «دو سہ سالست کہ در شاہجہاں آباد ودیعت حیات سپردہ»۔ حواحد میر درد، متوفی ۲۴ صفر

تھا، دستیاب ہوا۔ کاتب الحروف سید محسن علی محسن، مولف تذکرہ سراپا سخن، بے نقل اس کی بے کم و کاست لکھی۔ تاریخ سیوم شہر رحب سہ ۱۲۷۱ھ کو فصل الہی سے تمام ہوا مکرر۔ ایک روز حضور میں نواب صاحب کے یہ عاخر حاضر ہوا۔ فرمایا کہ یہ تذکرہ میان مصحفی بے خود بھائی صاحب کو دیا تھا فقط۔»

اس نسخے میں ۷۲ ورق اور ملحقہ و مہرست کی رو سے ۱۹۲ (۱) شاعروں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کتابت میں غلطیاں بھی باقی حلی ہیں، حو محسن جسے پڑھے لکھے کاتب سے بعید معلوم ہوتی ہیں۔ اشمن ترقیء اردو بے حو نسخہ شائع کیا ہے، اس میں ۱۹۳ شاعروں کا ذکر ہے۔

۱۹۔ ریاض الفصحا (رداص) قلمی۔

یہ مصحفی کا دوسرا تذکرہ ہے، جس میں ۲۶۴ اردو گو شاعروں کے حالات فارسی زبان میں درج ہیں۔ حسب تصریح دیباچہ، لالہ چنی لال حریف کی فرمایش پر ۱۲۲۱ھ میں اس کا آغار اور بار حاتمہ، ۱۲۳۶ھ (۱۸۰۶ع) میں اتمام ہوا ہے۔

کتابخانہ عالیہ رامپور میں اس کا حو نسخہ محفوظ ہے، اس کے سر ورق پر تاریخ آغار کتابت، عرہ محرم سہ ۱۲۷۰ھ ہجری روز چہار تسمہ اور تاریخ اتمام کتابت، ۲۷ محرم ۱۲۷۰ھ (اکتوبر ۱۸۵۳ع) درج (۱) ڈاکٹر اشپرنگر بے اپنی مہرست (ص ۱۸۳) میں لکھا ہے کہ مصحفی بے اس تذکرے میں ۳۵ ریختہ گو یوں کے حالات لکھے ہیں اشپرنگر کے نسخے کا سار اوسط، صفحات کی تعداد تقریباً ۴۰۰ اور فی صفحہ ۱۴ سطریں تھیں۔ اس تعداد اور راق اور تعداد شعرا کے پیش نظر یہ شسمہ ہوتا ہے کہ اشپرنگر بے ریاض الفصحا کو تذکرہ ہندی خیال کر لیا تھا، جس کے مطوعہ نسخے میں ۳۲۱ شعرا کا ذکر ہے۔

اب اگر ان کے سال آمد ۱۱۹۸ھ (۸۷-۱۷۸۳ع) پر ۲: برس بڑھائے جائیں، تو ۱۲۱۰ھ (۹۶-۱۷۹۵ع) حاصل جمع ہوگا۔ اسیر معترض کہہ سکتا ہے کہ یہ محمیہ ہے۔ بہت ممکن ہے کہ دس برس کے لحاظ سے ۱۲۰۸ھ میں یا اس کے ایک سال بعد ۱۲۰۹ھ میں یہ ٹکڑا لکھا ہو، اور اسے تحملاً ۱۲۱۰ برس کہہ دیا ہو۔ مگر ہمیں قسمت کے ذکر میں میاں جعفر علی حسرت کے متعلق ایک ایسا حوالہ ملتا ہے، جو ہمارے مدعا کے اثبات کے لیے کافی ہے۔ مصحفی کہتا ہے کہ قسم:

«اصلاح شعرا ریاں جہر علی حسرت می گرفتند و در حین حیات او
با فقر ہم آرتہ دل اعقادی و رجوعی داشتند۔ حالاکہ حسرت نمادہ،
بالکل خیال مشورہ مقرر دارند»

حسرت نے ۱۲۱۰ھ (۹۶-۱۷۹۵ع) میں رحلت کی ہے۔ لہذا اس حصے کو اسی سہ ماہ اس کے کچھ بعد کا ہونا لازم ہے۔
نواب الہی بخش خان معروف کے حال میں مصحفی نے صاف اعتراف کر لیا ہے کہ:

«در انامی کہ فقیر تذکرہ ناتمام رسانیدہ از شاہجمان آزاد لکھنؤ کرر
افگندہ۔ شاگردی ماں نصیر نارش دارد»

کتاخانیہ عالیہ رامپور میں اس تذکرے کا جو قلمی نسخہ ہے، وہ سید محسن علی محسن، مصنف سراپا سخن، کا مکتوبہ ہے کاتب مذکور جامعے میں لکھتے ہیں:

«یہ تذکرہ جلد اول میں مصحفی مرحوم کا، کہ مدت سے کتاب الحروف کو اسکی تلاش تھی، توحہ صاحب فتن مآب، نواب عاشور علیخان صاحب مہادر، دام اوالہ، سے نواب حسن علی خان مہادر کے کتب خانے سے، کہ مہر بھی نواب ملدوح کی اوس پر ہے، اور ایسا نسخہ کہ میا صاحب کے شاگرد مشی ظہور محمد ظہور کے ہاتھ کا لکھا ہوا

رامپور کے اندر مذکورہ بعض شعرا کے ذکر سے یہ مطبوعہ نسخہ حالی ہے۔ اسلیے معری داست میں سخہ رامپور مسودہ اول کی نقل ہے، جس کے متعدد شعرا کو مصحفی نے نظر ثانی کے وقت خارج کر دیا ہوگا۔

۲۔ مجموعہ 'عز' (عز) مطبوعہ

یہ حکیم قدرت اللہ قاسم، متوفی ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۰ع) (۱)، کا تذکرہ ہے، جسے حاتمہ کتاب کی تصریح کے مطابق مصنف نے فارسی زبان میں ۱۲۲۱ھ (۶۱۸ع) میں لکھا ہے۔ مطبوعہ نسخے کی رو سے اس میں ۶۹۳ اردو گو شعروں کے حالات مذکور ہیں۔

کتاب میں بعض قریبے ایسے ہیں، جن کی مدد سے اسکے آثار کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً نقا کے ذکر میں حالیہ صیغے استعمال کیے ہیں، جسکا مطلب یہ ہے کہ نقا کی ردگی میں اوس کا حال لکھا ہے۔ نقا کا سال وفات ۱۲۰۶ھ (۱۷۹۱ع) ہے، لہذا اس سہ سے پہلے آعار تالیف ہونا چاہیے۔ میر حسن، متوفی ۱۲۰۱ھ، کو ہر جگہ مرحوم لکھا ہے، لہذا اس سہ کے بعد کام شروع ہونا چاہیے گو ۱۲۰۱ھ اور ۱۲۰۶ھ کے درمیان مصنف نے کام شروع کیا ہے۔

مولانا محمود حاصاحب شیرانی نے اس تذکرے کو مرتب کر کے پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۳۳ع میں شائع کیا ہے

۲۱۔ محزن العرائف، فلمی۔

یہ ۳۱۴۸ فارسی گو شعروں کا تذکرہ ہے، جسے فارسی زبان میں

(۱) سخن شعرا (ص ۳۶۹) اور شمیم - جس (ص ۱۸۵) میں یہی سال تحریر ہے۔ گلدستہ ناریاں (ص ۲۷۲) میں، جو ۱۲۶۰ اور ۱۲۶۱ھ کے درمیان لکھی گئی ہے، تحریر ہے کہ ان کی وفات کو یہ پندرہواں سال ہے۔ اس سے بھی مذکورہ بالا سال ہی کی تائید ہوتی ہے۔

ہے۔ حط کی روش بین مدرجہ دیل تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی
محسن کے قلم کا نوشتہ ہے۔ مذکورہ تحریر ورق ۱۰ الف کے حاشیے پر
بائی حاتی ہے، اور اس کے الفاظ حسب دیل ہیں:

«کتاب الحروف محسن علی بے اشعار فارسی کسی کے میں لکھے، کہ
عرض اشعار ہندی سے ہے دو تن حب پر جو لکھے دیے ہیں،
مقط واسطے نشان اور پتے کے ہیں۔»

اس بیان میں کاتب نے صرف فارسی اشعار گرا دیے کا اقرار کیا
ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اس میں مطبوعہ کے مقابلے میں اردو اشعار
بھی مہت سے ماقط ہیں۔

اس نسخے کا سائبر اوسط، اور بعد از اوراق ۵۵ ہے۔ متعدد حکم
حاشیوں پر بھی شعرا کے حالات نقل کیے ہیں، جو سمجھو کتابت کی نلامی
ہے۔

اس نسخے میں حاشا صفحات کے حصے سادہ چھوڑے گئے ہیں،
جو یا تو مقبول عمدہ میں حاشا بوجہ کر سادہ رکھے گئے ہوں گے، اور یا
اوسکے ناقص ہونے کے باعث سے کاتب نے آئندہ تکمیل کے خیال سے
بیاصلیں رکھی ہیں بصورت اول بعید ہیں کہ وہ خود مصحفی کا
مسودہ ہو۔ چونکہ اس عبارت کے اندر مطبوعہ کے مقابلے میں حکم
حکم الفاظ، فقرے اور حملے بدلے ہوئے ہیں، اس پر یہ امکان حد نہیں
نک حاشیہ چلتا ہے

انجمن سرفیاء روئے ۱۹۳۳ ع میں اسے شائع کیا ہے۔ اس
میں ۳۲۱ شاعروں کا ذکر ہے، اور یہ اوس نسخے کی نقل ہے، جسے
رمضان بیگ طباں نے ۱۲۳۷ھ (۱۸۲۱ ع) میں لکھا تھا۔ چونکہ اس نسخے
کے مہت سے شاعر، رامپوری نسخے میں مذکور نہیں ہیں، اور نسخہ

محرر بدکرہ ہدا» لکھہ بھی دیا تھا، مگر تصحیح کے وقت یہ فقرہ قلمزد کر دیا گیا ہے۔ ہر حال یہ امر حد نفس کو پہنچ جاتا ہے کہ اس نسخے کا کاتب وہی مروت ہے، جس کے قطعات تاریخیہ خود کتاب میں حاخا ملتے ہیں۔

نسخے کے دس میں ہر حاشیوں پر دوسرے ہتھ خط کی تصحیحات ہیں، جو عالمًا خود مصنف کے قلم کی ہیں۔

مصنف نے بسے حالات «عائقی» مخلص کے ماتحت (۱۰۵۰ الف) لکھتے ہیں۔ بعض واقعات ردگی الدرم (۹۶ ب)، مما (۱۳ ب) و (۱۳۵ الف)، ح۔ ان (۱۸۵ الف)، خوتدل (۲۴۵ ب)، رضا (۲۶۷ ب)، شوق (۳۵۷ الف)، اور عسمی (۴۶۵ ب)۔ کے حالات کے دل میں بھی پائے جاتے ہیں۔

۲۳۔ رورباجہ، قلمی۔

یہ مولوی عبدالقادر خان عہدگی رامپوری، متوفی رحب سنہ ۱۲۶۵ھ (۱۸۷۹ء) کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے، جسے موصوف نے فارسی زبان میں مرتب کیا ہے۔ چونکہ اس کی ترتیب واقعات تاریخیوار ہے، اس لیے اسے رورباجہ کہا گیا ہے۔

کتابخانہ عالیہ رامپور میں اس کا ایک حیدد الحظ غلط لکھا ہوا نسخہ ہے، جو محدودی نواب صدر یار حنک بہادر کے کتابخانے کے نسخے سے مجد فاروق صاحب نے ربیع الاول ۱۳۳۵ھ (دسمبر ۱۹۱۶ء) میں فلس کیپ سائرس کے ۱۸۱ ورقوں پر نقل کیا ہے۔ اصل نسخہ اول و آخر سے ناقص ہے، اس بنا پر اس کا واقعی سال تالیف بتانا ممکن

اس کے بعد حاتمہ کتاب میں لکھتا ہے:

«در سنہ یکمربار و دوصد و سی و سہ ہنگام تحصیلداری چککہ

سکندرآباد متعلقہ ضلع علی گڑھ صورت اتمام پر مروت»

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ کتاب ۱۲۲۸ھ (۱۸۰۹ع) اور ۱۲۳۳ھ

(۱۸۱۷-۱۸ع) کے درمیان لکھی گئی ہے

کتابخانہ عالیہ رامپور میں اس کا حو نسخہ محفوظ ہے، وہ اوسط

سائز کے ۱۵ سطری مسطر کے ۷۸۹ ورقوں پر خط استعلیق لکھا گیا

ہے۔ حاتمہ میں کاتب لکھتا ہے:

«تمام شد تذکرہ اشتراک عشق، من تالیف جناب فص مآب، حسن ملی-ان

صاحب، دام اقبالہ، متخلص بعاشقی، نارنج ہفتہ شہر ربیع الثانی سنہ

۱۲۳۶ھ حری، رور جمعہ، ار فلبہ شکستہ مرقع عاصی، یر معاصی، حوشہ چین

حرمن حود و وال و سجوری و کتبہ دانی جناب مملوح، محدود محش

متخلص بہ مر، ت، ساکن قصیدہ نون عرف، سنہ ۱۲۳۶، عمی اللہ عہ

بمقام حور حہ متعلقہ ضلع علی گڑھ»

گویا یہ نسخہ مصنف کی زندگی میں، تصنیف سے ۲ برس ۸ مہینے

۲۴ دن بعد حور حہ میں مصنف کے ساگرد نے لکھا ہے۔

حسنا کہ کاتب نے حود بھی لکھا ہے۔ وہ ساعر ہے، اور مروت

مخلص کرا ہے اس کے لکھے ہوئے فارسی قطعات نارنج اس کتاب

کے اوراق ۱، الف، ۷۸، الف، ۱۲۲، ب، ۱۶۰، الف، ۱۹۰، الف، ۳۶۳، ب،

۴۴۵، ب، ۳۸۵، ب، ۴۹۴، ب، ۵۴۵، الف، ۵۶۵، ب، ۵۷۴، ب، ۵۸۴، ب، ۵۹۶

الف، ۶۰، ب، ۶۰۱، ب، ۶۰۳، ب، ۶۰۵، ب، ۶۱۴، الف، ۶۳۹، الف، ۶۵۱

الف، ۶۸۶، الف، ۶۹۲، الف، ۷۰۹، ب، ۷۲۰، الف، ۷۲۱، الف، ۷۲۲، ب،

۷۴۲، الف اور ۷۸۶، ب پر پائے جانے ہیں

ان میں سے اول الذکر قطع کے ساتھ کاتب نے «محدوم محش مروت

اشرف صاحب کی فرمائش پر کسی کاتب نے ۵ ربیع الثانی ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۵ع) میں لکھا ہے۔

۲۵۔ نتائج الافکار (نتائج)، مطبوعہ۔

یہ ۵۲۸ فارسی گو شاعروں کا تذکرہ ہے، جسے محمد قدرت اللہ خان قدرت کوپاموی نے، حسب صراحہ دیباچہ، ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ع) میں شروع کیا۔ حاتمہ کتاب سے پتا چلتا ہے کہ ۱۲۵۷ھ (۱۸۴۱ع) کے آخر میں مسودہ مکمل کر کے، ۲۱ شعبان ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ع) کو مصنف نے صاف کیا تھا۔ آخر میں حو قطعات تاریخ مندرج ہیں، اوں میں سے دو سے ۱۲۵۷ھ اور چھ سے ۱۲۵۸ھ ظاہر ہوئے ہیں۔

کتاب کے اندر ۱۲۵۷ھ کو سال اتمام قرار دیا گیا ہے؛ اس لیے کہ محمد حسن علی کے ذکر میں قدرت نے لکھا ہے: «بعد اتمام این کتاب، در سہ ۱۲۵۸ھ مرحلہ بیماری سفر آخرت گشتہ» (ص ۱۳۸)۔

حاتمہ الطبع کے دو سے کتاب، مدراس کے مطبع کسین راج میں ۲۹ حمادی الثانیہ سہ ۱۲۵۹ھ (۲۸ جولائی سہ ۱۸۴۳ع) کو چھپ کر شائع ہوئی ہے۔ یہی سہ ایک قطعہ تاریخ طاعت میں بھی ظاہر کیا گیا ہے۔

۲۶۔ مدائح الشعراء، قلمی۔

یہ تذکرہ اقبال الدولہ، نواب عسایت حسین خان بہادر، مہجور، پارسی ولد نواب بصیر الدولہ، بصیر الدین علی خان بہادر، مصمص حنک، اس نواب امین الدولہ، علی ابراہیم خان بہادر بصیر حنک حلیل تخلص، مصنف گلزار ابراہیم، کی تصنیف ہے، جس میں ۶۷ اردو گو شاعروں کے مختصر حالات درج ہیں۔ نمونہ کلام کو مصنف تذکرہ نے خود مخمس، مسدس،

نہیں۔ التہ آخر میں مصنف نے انک دو حکمہ ۱۸۳۱ع (۱۲۴۷ھ) کو لفظ «اکوں» سے تعبیر کیا ہے۔

یہ روراجیہ ہت دلچسپ، کارآمد اور شروع ۱۹ وں صدی عیسوی کے متعدد اہم واقعات تاریخی کے چسپید حالات پر مستمل ہے۔ علاوہ اریں مختلف مقامات کے علما و ادنا کے حالات اور متعدد علمی ولسای مباحث بھی اس میں حسہ حسہ مذکور ہیں، حس کے سب سے اس کی افادی حیثیت دونالا ہو گئی ہے۔ اور یہ اس قابل ہے کہ تصحیح کے ساتھ شائع کا جائے۔

۲۴۔ گلس بیچار (تشیقہ) قلمی۔

یہ تذکرہ نواب مصطفیٰ خان شیقہ، متومی ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ع) نے آغار ۱۲۴۸ھ (حون ۱۸۳۲ع) میں شروع کیا، اور آخر ۱۲۵۰ھ (اپریل ۱۸۳۵ع) میں دو سال کی کوشش کے بعد حتم کیا ہے۔ چونکہ مصنف کا مقصود عمدہ اشعار جمع کرنا تھا، اس بنا پر اس میں گئے جسے شعرا بار پا سکے ہیں، حس کی مجموعی تعداد ۶۰۰ ہے (۱)۔

یہ تذکرہ پہلی بار مطبع لدھو گریفک دھلی احمار آفس میں مولوی محمد باقر (والد شمس العلما محمد حسین آزاد دھلوی) کے اشتعام سے ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ع) میں چھپ کر شائع ہوا۔ دوبارہ دلی کے اردو احمار پریس میں ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ع) میں طبع ہوا۔ اول الذکر ایڈیشن کا انک سحہ کتابخانہ عالیہ رامپور میں، اور دوسرے ایڈیشن کا رصا اکاڈمی رامپور کے کتابخانے میں محفوظ ہے۔

کتابخانہ عالیہ رامپور میں انک قلمی سحہ بھی ہے، مگر یہ مطبوعہ سحے کی نقل ہے، جسے حافظ قمر الدین حلف حافظ محمد (۱) مہرست کتابخانہ مانکی پور: ۸، ۱۵۹۔

یہ یقین ہے کہ اس سہ سے چند سال قبل کار ترتیب انجام کو پہنچا، اور اس کے چند سال بعد، جب کہ دہلی میں میرزا محمد سلیم بہادر، بہادر شاہ ثانی کے لقب سے اور لکھنؤ میں نریا شاہ، امجد علی شاہ کے لقب سے برسر حکومت تھے، یہ دیباچہ لکھا گیا۔ نریا شاہ ۶ ربیع الثانی ۱۲۵۸ھ (۱۷ مئی ۱۸۴۲ع) کو بخت نشین ہوئے تھے۔ بناریں یہ دیباچہ بھی اس سال کے بعد لکھا گیا ہوگا۔

تشیخ امام بخش لکھنؤ، متوفی سہ ۱۲۵۴ھ (۱۸۳۸ع) کو مظلوم اور وصل کے ذکر میں (ورق ۴۷ الف) مغفور لکھا ہے اور شاہ احمد کے متعلق لکھا ہے کہ

«اسوس آنکہ در سہ ۱۲۶۰ ہارندہ دق اریں سراسے مانی
راحت آزاد اقلیم حاودانی انتقال نمود» (۱۷ الف)۔

اس سے پتا چلتا ہے کہ ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ع) کے بعد تک مصنف نے کتاب میں اضافے کیے ہیں۔ لہذا دیباچے کو بھی اس سہ کے بعد لکھا جانا چاہیے۔

کتاب کے یہاں صفحے پر لکھا ہے:

«تذکرہ ہدا تالیف نواب غایت حسن خان صاحب مہجور، باشدہ نارس،
غایت فرودہ، صاحب مہدومی مولوی محمد حسن صاحب، سلمہ اللہ
تعالیٰ، ار لہدہ نارس بر ڈاک انگریزی»۔

اس تحریر کا انداز سید محسن علی محسن، مصنف سراپا سخن کے خط سے ملتا ہوا ہے۔ عید میں ہے کہ انہیں نے مذکورہ تذکرہ مرتب کرتے وقت اس نقل کو حاصل کیا ہو۔

کتاب کا خط مستعلیق بدتما، غلطیوں سے پر، اور کاغذ چند ابتدائی اوراق تک انگریزی اور بقیہ دیسی ساحت کا ہے۔

مربع یا مثلث کر کے پنش کیا ہے۔

دیباچے سے معلوم ہوا ہے کہ اس الذکر کی ترتیب سے پہلے مصنف پانچ دیوان، دو خیالی افسانے، ایک مجموعہ مثنویات، اور ایک مجموعہ ادعیہ و نقوش و نسخہ حب مربع اثر چکا تھا۔

دیباچے میں رمانہ تالیف سے متعلق حسب ذیل حملے ملتے ہیں:

«لله الحمد کہ درماں سعادت تواماں نداشت محمد اکبر بادشاہ عاری، ولید اعلیٰ حصرت، حت آرامگاه، شاه عالم نادرشاہ عاری، حلد الله ملکہ، کہ هنگام ارفام این اوراق بر تخت جهانابی حلوه افروور مکارم سلطانی بود، در سہ یکم رار و دوصہ و شصت (۱) ہجری سوی ربیاض روصہ رضیاء انتقال فرمود، و حصرت ظل الله، حباں یابہ میرزا محمد سلیم ہادر بر تخت حباں افرووری متمکن گشتند۔

و ناوان و درارت... و بر اعمالک، نواب نصیر الدین حدر حان ہادر، کہ ابن عالی حباں بیر بعد مرور سہیں جا از تحریر این تذکرہ دلسد عالم بقا شنافت، و بعدہ عمورش و بعدہ عمورش فرزندش، ثریا حاہ ہادر، بر مسد وراثت لکھنؤ روق [افروور] گشت۔ و در درماں حکومت کریں و کثور بہ تسویدان مجموعہ۔

اشاقی افادہ» (۴ الف و ب)

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بدستورے کی ترتیب کے وقت دہلی میں اکبر شاہ تبا، لکھنؤ میں نصیر الدین حیدر۔ ورنہ انگلستان میں ملکہ وکٹوریہ حکمرانی کر رہے تھے۔ اکبر شاہ تبا نے حمادی الثانیہ ۱۲۵۳ھ (ستمبر ۱۸۳۷ع) میں اور نصیر الدین حیدر نے ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ (جولائی ۱۸۳۷ع) میں چید ماہ کے فرق سے انتقال کیا ہے۔ ملکہ وکٹوریہ ۲ جون ۱۸۳۷ع (۱۲۵۳ھ) کو تخت سہیں ہوئی تھیں۔ اس (۱) اکبر شاہ تبا کا سال وفات ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ع) ہے۔ کتاب ص ۱۲۶۰ مصنف باکاتب کا سہو معلوم ہوا ہے۔

ہوئی ہے۔ اسی صفحے سے نئے ہندسے ڈالے گئے ہیں، جس کی کل تعداد ۳۳ ہے آخر میں ۵ صفحات کا غلط سامہ ہے۔

یہ کتاب اب عام طور پر دستیاب نہیں ہوتی۔

۲۸۔ طبقات شعرائی ہند (طبقات) مطبوعہ۔

یہ تذکرہ بھی مولوی کریم الدین بانی پتی کی تصنیف ہے، جو تذکرہ حکیم قدرت اللہ خان، گلشن بیچار اور دتاسی کی تاریخ ادب اردو کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے۔ کتاب کے سر ورق پر لکھا ہے:

«تاریخ شعرائی اردو کا، مستزایف فیل صاحب مہادر اور مولوی کریم الدین
 نے گارسندھ کی تاریخ سے سنہ ۱۸۴۸ عیسوی میں، ترجمہ کیا اور
 سو سو چوبیسٹھ شاعروں اردو گو کے اشعار اور حال بھی دواویں
 مختلفہ میں سے منتخب کر کے اوس میں مندرج کیا گیا»۔

اسی صفحے پر انگریزی میں بھی کتاب اور مصنف کا نام لکھا ہے، اور اس انگریزی عبارت میں بھی تصریح کی ہے کہ کتاب خاص طور پر دتاسی کی تاریخ سے ترجمہ کی گئی ہے۔

دیباچے اور حائے سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۸۴۷ع (۱۲۶۳ھ) میں مصنف نے اس کام سے فرائض حاصل کی تھی۔ کتاب کے اندر بھی جگہ جگہ انہیں ہجری اور عیسوی سنوں کو «سال رواں» بتایا ہے مگر سرورق پر سنہ ۱۸۴۸ع میں ترجمے کا حتم ہوا ظاہر کیا ہے۔ غالباً کتاب ۱۸۴۷ع کے آخر میں احتتام پذیر ہوئی ہوگی، اور ۱۸۴۸ع میں چھاپا شروع کیا گیا ہوگا۔ اس لیے آخری سنہ کو طاعت کا سال قرار دینا زیادہ موزوں ہوگا۔

کتاب خود مصنف نے مطبع العلوم مدرسہ دہلی میں سید اشرف علی کے اہتمام سے طبع کرائی تھی۔ اس ایڈیشن کا ایک نسخہ بلیک

۲۷۔ گلدستہ ساریساں (گلدستہ) مطبوعہ۔

یہ تذکرہ مولوی کریم الدین ابن سراج الدین بانی پتی کی تصنیف ہے، جس میں ۳۸ ریختہ گو شاعروں کے مختصر حالات اور طویل انتخابات درج ہیں۔

دیباچے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دی الحیحہ ۱۲۶۰ھ (دسمبر ۱۸۴۴ع) میں یہ کتاب ختم ہوئی اور صفر ۱۲۶۱ھ (فروری ۱۸۴۵ع) میں چھاپا شروع ہوا۔ خاتمے میں ۲۳ رحب ۱۲۶۱ھ (۲۹ جولائی ۱۸۴۵ع) کو چھاپے کا اختتام لکھا ہے۔ چونکہ کتاب کے اندر دو ایک حکمہ ۱۲۶۱ھ کو «ہی رمانا» کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھپنے وقت بھی کتاب میں اضافے کیے ہیں۔

مصنف نے آغار نالیف کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔ مگر ناسخ۔ متوفی ۱۲۵۴ھ، کے متعلق حویہ لکھا ہے کہ

«دو تیں برس ہوئے کہ اس جہاں دانی سے طرف عالم حاودانی کے رحلت کی»

اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ۱۲۵۶ھ یا ۱۲۵۷ھ میں کتاب زیر تالیف تھی۔ لیکن یہاں یہ احتمال باقی رہتا ہے کہ مصنف کو ناسخ کے سال وفات کی صحیح اطلاع نہ ملی ہو، اور اس نے «دو تیں برس» صرف تخمینے سے لکھ دیے ہوں۔

کتاب کے شروع میں شاہ طغر، اوکے وایعہد، اور رمز کے کلام کا انتخاب مندرج ہے، جو ۲۰ صفحات پر ختم ہوا ہے۔ اس کے بعد ایک صفحے پر فہرست مضامین ہے۔ بعد ازاں کتاب کا سرورق ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطبع راہ عام میں اس کی طاعت

مختلف شاعروں کے اشعار جمع کر کے، خود ہر شاعر کے بارے میں ایک یا دو تعارفی سطور بھی لکھ دی ہیں۔

دیاچے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے دس سال کی محنت کے بعد ۱۲۶۹ھ کے آغاز (۱۸۵۲ء کے اختتام) میں اس کو حتم کیا تھا۔ مگر اسی دیاچے میں ذکر کی ہوئی ایک منظوم تاریخ سے ۱۲۶۷ھ (۱۸۵۰-۵۱ع) برآمد ہوئے ہیں۔ اس صورت میں یا تو یہ ماننا پڑیگا کہ کتاب کا اختتام ۱۲۶۷ھ میں ہو چکا تھا، اور آئندہ دو سال تک اضافے میں گزرے، یا یہ کہ ۱۲۶۷ھ میں کام کے حتم ہو جانے کے گماں پر تاریخ پہلے سے نامی گئی تھی

یہ کتاب ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۱ع) میں مدنی نولکسور نے اپنے لکھنؤ کے مطبع میں، جو رکاب گنج میں راجہ مختار سنگھ کے مکان کے اندر واقع تھا، ۲۰۰ صفحات پر چھاپ کر شائع کی تھی اس جہاں کا ایک نسخہ ہمارے ہاں موجود ہے۔ اس کی ایک فلمی نقل بھی کچھ عرصہ ہوا خریدی گئی ہے، جو ۷ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ (۲۰ ستمبر ۱۸۶۳ع) کو اتوار کے دن ہوشنگ آباد میں تیار کی گئی تھی اس نسخے کے کاتب نے شاعروں کے حالات اڑک کر دیے ہیں، جس کے سبب سے اس کا فائدہ محدود ہو گیا ہے۔

مختصر سر ہندوستان، مطبوعہ۔

حکیم وحید اللہ بن سعید اللہ بدایونی کی سالف ہے، جس میں ناسناہوں، ورثوں، عالموں، صوفیوں، طہیوں اور شاعروں کے حالات فارسی زبان میں مندرج ہیں۔

دیاچہ کتاب کے مطابق «تاریخ نو» سے اسکا سال تالیف طاهر

لائبریری، رامپور، میں اور اوس کی نقل کتابخانہ عالیہ رامپور میں موحود ہے۔ شروع میں شعرا کی مہرست ۲۶ صفحات پر دی ہے۔ اس مہرست کے بعد نئے نمبر شمار ڈال کر تذکرے کا آغاز کیا ہے، جو ۵۰۴ صفحات پر ختم ہوتا ہے۔

۲۹- تاریخ مرآۃ، قلمی۔

یہ سید ولی اللہ فرح آبادی کی تصنیف ہے، جس میں والیاب فرح آباد، رؤسا، علماء، شعرا اور فقرا کے حالات لکھے گئے ہیں۔ کتاب کے اندر تاریخ تصنیف کا ذکر نہیں آیا ہے۔ اللہ سید شاہ محمد راہد دہلوی کے فرزند، جھوٹے صاحب، کے متعلق لکھا ہے کہ اوہوں نے ۲۸ صفر ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۸ع) کو وفات پائی۔ اس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس سال کے بعد کتاب ختم ہوئی ہوگی۔

اس تاریخ کا ایک عمدہ قلمی نسخہ حافظ احمد علی حان صاحب مرحوم کے کتابخانے میں، اور اوس کی براعلاط نقل کتابخانہ عالیہ رامپور میں موحود ہے۔ میں نے جو اقتباسات حاشیوں میں لکھے ہیں، وہ حافظ صاحب مرحوم کے نسخے پر مبنی ہیں۔

۳- سراپا سخن (سراپا) مطبوعہ۔

یہ تذکرہ سید محسن علی محسن، (۱) ولد سید شاہ حسین حقیقت

لکھنوی (۲) کا مرتبہ ہے، جس میں انسانی اعصاب کے عمواموں کے ماتحت

(۱) تذکرہ شمیم سخن (ص ۲۰۴) میں محسن کا ذکر اور شاعروں کے دہل میں کیا ہے، جو ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ع) سے پہلے انتقال کر چکے تھے

(۲) یہ وہی حقیقت ہیں جس کے متعلق مصحفی نے اپنے تذکرہ ہندی گویاں (ص ۸۶) میں لکھا ہے کہ

حاشیہ سب کمال مدت سے یاں مصحفی کے تذکرے کا شور ہے
تذکرہ یہ جو حقیقت نے لکھا نے حقیقت مصحفی کا چور ہے

۳۳۔ گلستان سخن (گلستان)، مطبوعہ۔

یہ تذکرہ شعرائی اردو، صاحب علم میرزا قادر بخش صبا دہلوی کی تالیف ہے۔ دہلی میں لکھا۔ ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۴ع) کو اس کا آغاز ہوا، اور چونکہ اس کا اختتام برس دن سے پہلے کسی طرح یقینی نہیں ہوا، اس لیے نظام الدین حوس کا محورہ تاریخی نام «گلستان سخن» رکھ لیا، جس سے ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۵ع) برآمد ہوتے ہیں حاشیے میں فرماتے ہیں کہ آخر ماہ شوال ۱۲۷۱ھ میں امام پایا اس حساب سے تالیف میں ایک برس دو مہینے صرف ہوئے۔

کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ دراصل اس تذکرے کے مصنف امام بخش صہبائی ہیں۔ اس قسم کی رائیں حس طس اور صاف دلی سے بعید اور پچھلے برسوں پر بغیر کسی دستاویزی شہادت کے سحت نکتہ جیسی کا موجب ہیں، اس لیے میں اس کے ماننے پر آمادہ نہیں ہوں۔ سر ورق کے مطابق اس کی طاعت ۱۲۷۱ھ ہی میں دہلی کے مطبع مرتضوی میں حافظ مجد عیث الدین کے اہتمام سے ہوئی تھی۔

کتابخانہ عالیہ رامپور کے نسخے کے شروع میں، مولوی مہدی علی خان مرحوم، تحویلدار کتابخانہ، نے شعرا کی فہرست اپنے قلم سے لکھ کر شامل کر دی ہے۔ اس میں متعدد جگہ امیر میثانی مرحوم کے قلم سے اصناف بھی ہیں، اور فہرست کے سر ورق کے بالائی گوشے میں بخط امیر میثانی مرحوم یہ بھی لکھا ہے کہ «اسمعی متعہد میاں ابن تذکرہ و تذکرہ گلشن بیچارہ»۔

۳۴۔ سخن شعرا (سخن)، مطبوعہ۔

یہ تذکرہ شعرائی اردو، مولوی عبدالغفور خان بہادر ساح، متوفی

ہوتا ہے، جو ۱۲۶۷ھ (۱۸۵۰ع) ہے۔ لیکن کتاب کے آخر میں اصل کذاب کے احتتام کے بعد چند منظوم ناریں چھاپی گئی ہیں، جن میں سے ایک راحہ بہر تیور کے سال انتقال ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۳ع) کو ظاہر کرتی ہے۔ میر سید حسین عرف مہر صاحب اس مولانا سید دادار علی صاحب محمّد کو لکھا ہے کہ »در قرب تالیف این اوراق اس جہاں فانی عالم حاودانی انتقال فرمودند۔«

مہر صاحب نے ۱۲۷۳ھ (۱۸۵۶ع) میں وفات پائی ہے۔ اس سے یہ یقین پیدا ہوا ہے کہ مصنف نے کتاب کے اندر بعد میں بھی اضافے کیے ہیں۔

طباعت کتاب، مطبع دہلہ حیدری، آگرہ، میں عمل میں آئی ہے۔ اور »تمت بالخیر« کے بعد مالک مطبع کے والد، دررا محمد کریم بن حاجی محمد مہدی ملتانی صدیقی کی تاریخ وفات سنہ ۱۲۷۳ھ (۱۸۵۶ع) درج ہے۔

۳۲۔ تاریخ حدولایہ (حدولایہ)، مطبوعہ۔

یہ کتاب مدنی خادم علی بن مولوی تسبیح کرم علی فاروقی سندیلوی کی تصنیف ہے جس میں الفاظ مولف:

»امدادی فریدش سے تھوڑا تھوڑا حال سالہ کا بطور نقشہ و جدول کے، جس میں ہر شخص اور اوص کے نام کا ام اور تاریخ وفات اور حروف و فاعل ام و عیہ وغیرہ رونی زمین پر واقع ہوئے، مفہوم ہوویں، ترتیب سوات سالگانہ نقشہ میں سنہ ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۸۵۳ع میں مدون کر کے نام لایمچی اس کا تاریخ حدولایہ رکھا«

ان نغسوں میں سے اٹھارویں کے اندر شعرائے اردو کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ کتاب کی طباعت مطبع مدرستہ آگرہ میں ۱۲۷۰ھ میں شروع ہو کر ۱۲۷۲ھ میں تمام ہوئی تھی۔ سائر کتابی اور صفحات ۵۹۱۰ ہیں۔

و عین الاختصار میں چھپی تھی۔ اس ایڈیشن کا ایک نسخہ کتابخانہ عالیہ رامپور میں موجود ہے۔

۳۶۔ انتخاب یادگار، مطبوعہ۔

یہ تذکرہ منشی امیر احمد امیر میہانی، متوفی ۱۳۱۸ھ (۱۹۰۰ع) نے مرتب کیا ہے، جس میں رامپور کے متوطن اور دربار رامپور کے متوسل شاعروں کے حالات اور مستح کلام درج ہے شروع میں والیان ریاست رامپور کے حالات اور مستح کلام جدا ہندسوں کے ساتھ لکھا ہے، جس کے باعث کتاب دو حصوں میں منقسم ہو گئی ہے۔

دیباچے سے معلوم ہوا ہے کہ کتاب ۱۲۸۹ھ میں شروع کر کے ۱۲۹۰ھ (۱۷۷۳ع) میں ختم کی گئی تھی۔ آغا علی نقی صاحب کی تقریظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ »ہنگام سالیف ۱۰۷۱۰ شعرا کے نام تھے.... مگر چھپے میں تاحیر ہوئی۔ آفتاب الدولہ قلق، گوید لال صبا، شیخ امیر اللہ تسلیم و عبرہ ملارہیں میں شامل ہوئے، لہذا چھپے کے وقت تک ۱۰۷۱۰ شعراے بارک خیال کے نام اس تذکرے میں داخل ہوئے«

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۲۹۰ھ کے بعد بھی اضافے کیے گئے ہیں۔ چنانچہ میر شکوہ آبادی کے ایک تاریخی قطعے سے ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ع) برآمد ہوتے ہیں، جو مدعای ماسبق کی دلیل ہے۔

کتاب کا چھاپا تاج المطابع، رامپور، میں ۲۰۰۰ء ۱۲۹۷ھ کو تمام ہوا تھا۔ اس کا سائز اوسط اور صفحات کی تعداد ۱۶۸ اور ۲۰۶ ہے۔

۳۷۔ حزیۃ العلوم (حزیۃ، مطبوعہ۔)

یہ منشی درگا پرشاد سادر سرہدی کا مرتبہ تذکرہ شعرا اردو

سنہ ۱۳۰۶ھ کا مرتب کردہ ہے، جسے موصوف نے بارہ برس کی مسلسل کوشش کے بعد ۱۲۸۱ھ (۱۸۶۳ع) میں اشام کو پہنچا کر، «سحر شعرا» نامی نام رکھا ہے۔

لیکن کتاب کے عبور مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ع) تک مصنف نے حاشیائے معلومات کا اضافہ کیا ہے۔ چنانچہ سیم ۵ سال وفات ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۵ع) آرزو و عات کا سنہ وفات ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۹ع) اور تہیقہ و صیغہ کا سال وفات ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ع) خود مصنف نے کتاب کے اندر لکھا ہے۔ تمکین کے متعلق حاشیے پر لکھ دیا ہے کہ اسے ۱۲۸۸ھ میں انتقال کیا ہے۔ ذاع کا تذکرہ حالیہ صیغوں میں کر کے تحریر کرے ہیں کہ ۱۲۸۸ھ میں انکا انتقال ہو گیا۔

حاشیہ الطبع میں مندرج ہے کہ نواکسور کے لکھنوی پرس میں رمضان ۱۲۹۱ھ (نومبر ۱۸۷۳ع) میں اس کا چھاپا تمام ہو ہے۔ کتاب کا اب معمولی کتابی اور صفحات کی تعداد ۵۸۲ ہے

۳۵۔ سیم۔ سحر (سیم)۔ مطبوعہ۔

یہ تذکرہ مولوی عبدالحی صفادایوبی نے اردو زبان میں اون ریختہ گو شعروں کے متعلق لکھا ہے، «حو سنہ ۱۲۸۸ھ ۱۸۷۱ع) یا اوس کے بعد ربیع افرای عالم ہستی ہے۔ اور جس حصہ میں ہے کہ سنہ ۱۲۸۸ھ سے ۳۰ لے اس دار فای نو حیرانہ تھا۔ اون کا کلام و حال درج تذکرہ ۳۰۔ المہ ذہاجے نو شعرائے ماسبق کے کلام سے رس دی گئی ہے (ص ۱۰)»

دیباچے کی تصریح کے مطابق ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ع) میں یہ کتاب تمام ہوئی، اور دلاور علی کے اہتمام سے مراد آباد کے مطبع امداد الہمد

نواب سید صدیق حسن خان ہادر، متوفی سنہ ۱۳۰۷ھ (۱۸۹۰ع)، نے «ناصر المرتاض» اور «خطیرہ العدس» کے بعد مرتب کیا ہے۔ دیباچے میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا دونوں کتابوں کے حامیوں میں صوفیاء کے حوالا درج کیے تھے، انہیں کو یکجا کر کے انک نئی کتاب کی شکل دینی گئی ہے۔ حاتمہ کتاب سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کتاب میں کسی خاص نرایہ کا لحاظ بالکل نہیں کیا گیا ہے، بلکہ حوام حسب وقت حسب جگہ لکھ کر کیا تھا، اسے وہیں دھنے دیا ہے (۱۳۷)۔

سنہ تالیف کے تذکرے سے دیباچہ و حاتمہ حالی ہیں، مگر اپنے حالات میں لکھا ہے کہ ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۳ع) سے انک کہ اٹھائیس برس گزر چکے ہیں تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہوں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ع) میں کتاب ختم ہوئی تھی (۲۳۰)۔ چنانچہ آئندہ صفحے پر بھی سال صراحتاً ذکر کیا گیا ہے۔

کتاب کی طاعت ۱۲۹۸ھ میں بھوپال کے مطبع سادھجہانی میں ہوئی ہے۔ کتاب کا سائر فلس کیب اور صفحات مشمول غلط نامہ ۲۵۹ ہیں۔

۳۹۔ شمع المحسن (تجمع) مطبوعہ۔

یہ فارسی کو شعرا کا تذکرہ بھی نواب سید صدیق حسن خان ہادر کا مرتبہ ہے اس کے دیباچے یا حاتمے میں سنہ تالیف مذکور نہیں ہے۔ لیکن مولف نے اپنے ذکر میں لکھا ہے کہ میں دیکھتا ہوں ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ع) میں کلکتے گیا تھا، اور ۲ ماہ ۴ یوم وہاں رہ کر واپس بھوپال پہنچا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم ۱۲۹۳ھ میں ان کی بھوپال کو واپسی ہوئی تھی۔ اور چونکہ مطبع سادھجہانی بھوپال میں اسی سال

ہے، جو ۱۸۷۰ع میں شروع، ۱۸۷۱ع میں ختم اور پھر کچھہ وقفے - بعد ۱۸۷۵ع میں صاف کیا گیا تھا۔

حائے میں مصنف نے اپنا حال لکھتے ہوئے آخر سہ ۱۸۷۷ع لکھا ہے، اور دوران طاعت میں، جو ۱۸۷۹ع کا واقعہ ہے، حائے حواشی، تحریر کیے ہیں۔

یہ کتاب، فاضل نور الدین فائق گجراتی کے تذکرے کا خلاصہ ہے جس میں اور تذکروں سے بھی چند گجراتی شعاعروں کے حالات اوصاف کئے گئے ہیں مصنف معانی و بان و بلاغ وغیرہ علوم کے مباحث جگہ جگہ درمیان میں ذکر کرنا گیا ہے، جس کی وجہ سے اس کا حجم ۷۰ صفحاتوں کا ہو گیا ہے۔

اس کا پورا نام «حزبہ العلوم فی تعلقاتہ بطوم» خطاب «گلدستہ نادر لافکار»، اور عرف «تذکرۃ شعرا کی» ہے۔ سرورق سے معلوم ہوتا ہے کہ نومبر ۱۸۷۹ع میں لاہور کے مطبع معین عام میں اس کی طبع ہوئی ہے۔

اس تذکرے کے ذہاجے سے، مخزن شعرا کے متعلق بتا چلتا ہے کہ «فائق کے چھوٹے بھائی، میر حمید اللہ خان اسکیں نے اس پر حاشیہ لکھا تھا، جس سے ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۵ع) کا احوال معلوم ہوا ہے ابو محمد نے بھی ایک دو جگہ حاشیہ لکھا»۔ یہ حواشی بالعموم سبب وفات طاهر، کرتے ہیں، اور اکثر انجمن ارقیاء اردو کے مطبوعہ نسخہ مخزن شعرا میں مفقود ہیں

۳۸- انصار حیوید الاحرار (انصار)، مطبوعہ

یہ تذکرہ، جو مقدمہ میں و متاخر میں صوفیا کے حالات پر مشتمل ہے،

اس کی طاعت بھی مطبع سابق الذکر میں ہوئی ہے، اور سال طاعت ۱۲۹۷ھ ہے۔

۴۲۔ آحیات، مطبوعہ۔

یہ شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد دہلوی، متوفی ۱۳۳۸ھ (۱۹۱۰ع)، کی تصنیف اور تاریخ ادب اردو پر پہلی کتاب ہے۔ گو اس میں تاریخی مسامحات پائے جاتے ہیں، مگر اس کی عبارت کی لطافت اور شوخی ان سب پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں۔ اس کا پڑھنے والا نہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ خود اوں شعرا کی مجلس میں بیٹھا ہوا ہے، جس کے حالات پڑھتے وقت اوس کے ہنس نظر ہیں۔

اس کے پہلے ایڈیشن کا ایک نسخہ کتابخانہ عالیہ رامپور میں محفوظ ہے یہ ۱۸۸۰ع (۱۲۹۷ھ) میں لاہور کے وکٹوریہ پریس میں سید رحمت علی شاہ کے اہتمام سے چھپا تھا۔ کتاب کے صفحات کی تعداد ۵۰۰ ہے۔ دوق کے تذکرے میں ۲ ورق بلا ہندسوں کے چسپاں کیے گئے ہیں ان کو سابق مجموعے میں جوڑے سے ۵۱۱ صفحات ہوتے ہیں۔ سرورق سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اس کی ۱۰۵۰ جلدیں چھپوا کر ایک روپیہ فی نسخہ قیمت مقرر کی تھی۔ امتداد زمانہ سے کاعد کارنگ کہرا نادامی ہو گیا ہے، اور اکثر اوراق بوسیدہ ہو چکے ہیں۔ ربر بحث حواشی میں آحیات کے بارہویں ایڈیشن کے حوالے دیے گئے ہیں۔

۴۳۔ طور کلیم (طور)، مطبوعہ۔

یہ سید نور الحسن خان بن نواب سید صدیق حسن خان بہادر کی تصنیف ہے، جسے مصنف نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ

اس کی طباعت بھی ہوئی ہے، اس سے یقین ہے کہ آغار سال میں یہ تذکرہ حتم ہو چکا تھا۔ بلکہ اغلب یہ ہے کہ سفر کلکتہ سے قبل اس کی تالیف کا کام انجام پا چکا ہوگا۔ واپسی پر کتابت کے وقت نئی سانس بڑھا دی ہیں۔

کتاب مختلف رنگ کے رنگیں کاغذوں پر چھپی ہے۔ اس کے آغار میں فہرست شعرا اور آخر میں متوسلین ریاست کی تقریبات اور تاریخی قطعات مندرج ہیں۔

۴۔ صبح گلشن (صبح)، مطبوعہ۔

یہ سید علی حسن خان ہادر (سابق ناظم دہوہ العلماء، لکھنؤ)، متوفی ۱۳۵۵ھ (۱۹۳۶ع)، کا مولفہ تذکرہ شعرائے فارسی ہے، جو حسب تصریح دیباچہ ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۷ع) میں لکھا گیا تھا۔ مگر حاتم سے پتا چلتا ہے کہ عرہ دفعہ ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۷ع) کو اس کا آغار اور آخر حمادی الاولیٰ ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ع) کو اختتام ہوا ہے۔ اندرونی شہادتیں بھی اسی کی موید ہیں۔

یہ تذکرہ بھی مطبع ساہجہانی بھوپال میں آخر شوال ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ع) میں چھپ کر سائے ہوا ہے۔

۵۔ رور روسن (رور)، مطبوعہ۔

یہ فارسی گو شاعروں کا تذکرہ ہے، جسے مطبع حسن صبا گوباموی نے تصنیف کیا ہے۔ دیباچے سے معلوم ہوا ہے کہ عرہ شعبان ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ع) میں مصنف نے اس کی ترتیب کا کام شروع کیا، اور حسب تصریح حامد، ۲۹ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ع) کو حتم کر دیا۔

تاریخ تصنیف کے سلسلے میں اتنا کہدیا کافی ہوگا کہ مولف نے ۱۸۹۱ء میں اس کام کو شروع کیا تھا، اور ۱۹۰۷ء میں اس کی پہلی حلد کو چھاپا۔ چوتھی حلد، جو مولف کی زندگی میں آخری مطبوعہ حلد تھی، ۱۹۲۶ء میں طبع ہوئی تھی۔ اب حدّا ہتر جاتا ہے کہ چھٹی حلد کب شائع ہوگی۔

۳۶۔ محبوب الرحمن (محبوب)، مطبوعہ۔

یہ تذکرہ شعرائے دکن کے حالات پر مشتمل ہے۔ مولف کا نام مولوی عبدالحمید خان صوفی ملکاپوری براری ہے۔ کتاب کا آغار ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۷ء) میں ہوا تھا، اور ۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱ء) میں انجام کو پہنچی ہے۔ اس میں اردو کہنے والے اور فارسی کہنے والے دونوں قسم کے شاعروں کے حالات یکجا جمع کر دیے گئے ہیں، گویا یہ حیدرآباد کی شاعری کا جمع البحر ہے۔

کتاب کی طبعات ۱۳۲۹ھ میں مطبع رحمانی میں ہوئی ہے، اور دو حلدوں میں اس کو تقسیم کر دیا گیا ہے۔

۳۷۔ انتخاب زرین (انتخاب)، مطبوعہ۔

یہ سید راس مسعود مرحوم کا انتخاب کیا ہوا مجموعہ اشعار شعرائے اردو ہے۔ چونکہ ہر شاعر کے کلام کے قتل اوہوں نے مختصر حالات بھی لکھے ہیں، اس لیے اس کو تذکرہ قرار دیا گیا ہے۔

دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۶ اگست ۱۹۲۱ء (۱۳۳۹ھ) کو یہ حتم ہوا، اور سنہ ۱۹۲۲ء میں نظامی پریس ندایوں میں چھپ کر شائع ہوا۔

۳۸۔ گل رعنا (گل)، مطبوعہ۔

یہ تذکرہ مولوی عدالحی، ناظم بدوہ العلماء، متومی ۱۳۳۱ھ (۱۹۲۳ء)

اودوگو شاعروں سے، اور دوسرا ہندی کہنے والوں سے متعلق ہے۔
حاتمے سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب ۱۲۹۷ء میں تصنیف اور
۱۲۹۸ء میں احمد خان صوفی کے مطبع معید عام آگرہ میں طبع ہوئی
ہے۔

۴۴۔ بوستان اودھ، مطبوعہ

یہ کمور درگا پرشاد مہر سندیلاوی کی مصنفہ تاریخ شاہان اودھ
ہے اس میں ہر بادشاہ کے تذکرے کے آخر میں اوس کے عہد کے
مشہور شعرا کا حال بھی لکھا گیا ہے۔

دیباچے یا حاتمے میں تاریخ تصنیف کا حوالہ ۳۳۳ ہے، لیکن صفحہ ۲۰۴
پر ۷ مئی سنہ ۱۸۸۸ع (۱۳۰۵ھ) کو «امروڑ» سے تعبیر کیا ہے۔
یہ کتاب سنہ ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۲ع) میں مطبع دندہ احمدی (لکھنؤ)
سے چھپ کر شائع ہوئی تھی۔

۴۵۔ حمامہ حاوید (حمامہ)، مطبوعہ۔

یہ تذکرہ لالہ سر رام دھلوی، متوفی ۱۹۳۰ع، کا مرتبہ ہے، اور
ابھی جامعیت کے لحاظ سے انسائیکلو پیڈیا کہلائے کا مستحق ہے۔
دیباچے سے پتا چلتا ہے کہ مصنف نے اسے ۵ حلدوں میں تقسیم
کرنے کا قصد کیا تھا۔ ان میں سے ۴ حلدیں اوں کی زندگی میں چھپ کر
شائع ہو چکی تھیں۔ بقیہ کا مسالا اکھٹا کر لیا گیا تھا کہ اوں کا انتقال ہو گیا۔
مکرمی بڈت مرحوم۔ دستارہ کیفی دھلوی نے اس کی تکمیل کا
بیڑہ اٹھایا، اور سنہ ۱۹۴۰ع میں اس کی پانچویں حلد چھاپ دی۔ لیکن
یہ حرفِ شے کے تتمے سے حرفِ ع کے آخر تک پہنچی ہے۔ اس
لحاظ سے ابھی کم از کم ایک حلد اور چھپے گی، تب یہ تذکرہ تمام ہوگا۔

۱۹۲۸ع میں مرتب کر کے شائع کیا۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول کے ۲۲۸ صفحات ہیں۔ اور یہ محبوب المطابع دہلی میں ۱۹۲۸ع میں چھپا تھا۔ دوسرا حصہ ۶۵۲ صفحات پر مشتمل ہے، اور سنہ ۱۹۲۸ع میں جامعہ پریس سے چھپ کر شائع ہوا ہے۔

۵۔ آثار الصادید (آثار)، مطبوعہ (۱)۔

یہ کتاب دہلی کے آثار قدیمہ کی تاریخ ہے، اور ہندوستان کے مشہور مصلح قوم، سر سید احمد خان، متوفی ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۸ع) کی دلیف ہے۔

کتاب کے مختلف بیانات کی روشنی میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۲۶۱ھ میں اس کی تکمیل ہوئی ہے۔ مگر حسہ حسہ ۱۲۶۲ھ اور ۱۲۶۳ھ میں بھی مصنف نے اس میں اضافے کیے ہیں۔

مصنف نے اسے چار بابوں میں تقسیم کر کے، ہر باب کو ایک حصے یا حاد کی طرح جداگانہ ہندسوں کے ساتھ مطبع سیدالاحرار دہلی میں ۱۲۶۳ھ (۱۸۷۷ع) میں طبع کرایا تھا۔ یہ ایڈیشن مصور تھا، اور اس کی تصویریں میرزا شاہرح بیگ اور فیصل علی کے ہاتھ کی سی ہوئی تھیں، اور علیحدہ کاعد پر چھاپ کر اپنی اپنی جگہ چسپاں کی گئی تھیں۔ کتابچے میں اس ایڈیشن کے تین باب موجود ہیں۔ چوتھا حس میں دلی والوں کے حالات درج تھے، صانع ہو گیا ہے۔ میں نے حاتمے میں بونکشوری ایڈیشن کا حوالہ دیا ہے، حس کا نسخہ پبلک لائبریری، رامپور، میں محفوظ ہے۔

(۱) اس کتاب کا ذکر سہواً اپنے مقام پر رہ گیا تھا۔ یہاں محورا تلامی مافات کی حارہ ہے۔

کا مولعہ ہے، اور بلندیء تحقیق اور حسن انتخاب کی بنا پر تمام حدید تذکروں سے بہتر مانا گیا ہے۔

دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۰ھ (۱۹۲۱ع) کو ایک سال کی محنت و کوشش سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ آب حیات کی طرح یہ بھی طبقات پر منقسم ہے، اور اس کے بہت سے مسامحات سے پاک ہے۔

دارالمصنفین اعظم گڑھ نے اس تذکرے کو چھاپا ہے۔ حواشی میں اس کے دوسرے ایڈیشن (۱۳۵۳ھ) کے حوالے دے گئے ہیں۔

۴۹۔ قاموس المشاہیر (قاموس)، مطبوعہ۔

یہ مشاہیر کا تذکرہ ہے، جسے مولانا نظامی بدایونی نے ۱۹۱۵ع میں شروع کر کے ساٹ برس میں تمام کیا ہے۔

دراصل یہ مسٹر بیل کی انگریزی کتاب موسومہ **AN ORIENTAL BIOGRAPHICAL DICTIONARY** پر مبنی ہے، اسی لیے اس کی ترتیب وغیرہ میں وہ تمام کوتاہیاں موجود ہیں، جو بیل سے سرزد ہوئی تھیں۔ کچھ اسما اور معلومات دوسری کتابوں سے بھی بڑھائے گئے ہیں۔

اس کی پہلی جلد کا مسودہ ۱۹۲۲ع میں پریس گیا، اور ۱۹۲۴ع میں چھپ کر شائع ہوا۔ اس کے دو سال کے بعد دوسری جلد بھی چھپ گئی۔ اب دوسرے ترمیم شدہ ایڈیشن کی تیاری تھی کہ جنگ شروع ہو گئی۔

۵۰۔ سیر المصنفین (سیر)، مطبوعہ۔

یہ اردو کے شہکاروں کا تذکرہ ہے، جسے مولوی محمد یحییٰ تنہا نے

کتاب کے صفحات ۵۶۰ ہیں شروع میں ۱۰ صفحے کی مہرست
مجموعہ ہے، جس سے کل صفحات کی تعداد ۵۷۰ ہو جاتی ہے۔
محمد حفصی نے سنہ ۱۹۲۹ء میں ہمدرد پریس دہلی میں، چھاپ
کر اس کتاب کو شائع کیا ہے۔

۵۵۔ الذکرۃ ریختی، مطبوعہ۔

یہ تذکرہ، حواہر سخن ریختی کو شعرا کے حالات پر مشتمل ہے، مولوی
سید محمد تمکین کاظمی نے ۱۹۳۰ء (۱۳۴۸ھ) میں مرتب کیا ہے اس
کے شروع میں ۲۹ صفحات کا دہماچہ ہے، جس میں ریختی کی اتحاد
اور اوسکے اوسادی ہلو سے بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد تذکرہ نئے
ہندسوں سے شروع ہو کر صفحہ ۸۵ پر ختم ہوتا ہے۔ صفحہ ۸۶ سے
فرہنگ محاورات سوان شروع ہوتی ہے۔

کتاب سمس الاسلام پریس، حیدرآباد، میں طبع ہوئی ہے۔

۵۶۔ حواہر سخن (حواہر)، مطبوعہ۔

یہ تذکرہ شعرا اردو، دراصل منتخب کلام اردو کی ایک طویل
بیاض ہے، جسے مولانا محمد مسیح کیفی چڑیاکوٹی نے مرتب کیا ہے۔
چونکہ ہر شاعر کے منتخب کلام کے آغار میں اوس کی زندگی پر بھی
احمالی نظر ڈالی گئی ہے، اس وجہ سے اس میں تذکرے کی شان پیدا
ہو گئی ہے۔

اس مجموعے کی تالیف ہمدوستانی اکیڈمی، الہآباد، کی فرمایش پر
ہوئی ہے، اور اوسی نے ۱۹۳۳ء میں اس کی پہلی جلد اور بعد ازاں
۳ اور جلدیں شائع کی ہیں۔

۵۷۔ بیاض سخن (بیاض)، مطبوعہ۔

۵۲۔ آرٹھ شر اردو (آرٹھ)، مطبوعہ۔

یہ فورٹ ولیم کالج (کلکتہ) کے ۱۹ شر نویسوں کا تدکرہ ہے، جسے سید محمد قادری (بی، اے) نے آخر سنہ ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۷ع) میں مرتب کیا اور مکنتہ ابراہیمیہ حیدرآباد نے اوسی سال چھاپ کر شائع کیا ہے۔ اس کے صفحات مع دیباچہ وغیرہ ۳۰۹ ہیں۔

۵۳۔ تاریخ ادب اردو (عسکری)، مطبوعہ۔

یہ تاریخ، رام ناو صاحب سکسید کی انگریزی کتاب "HISTORY OF URDU LITERATURE" کا ترجمہ ہے، جسے میرزا محمد عسکری صاحب لکھنؤ نے ۱۹۲۹ع میں کہیں کہیں مناسب ردوبدل کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب دو حصوں اور ایک ضمیمے پر مشتمل ہے، اور مطبعہ بولکسور لکھنؤ نے مصور شائع کی ہے۔

۵۴۔ تدکرہ کاملان رامپور، مطبوعہ

یہ تدکرہ مشاہیر رامپور کے حالات پر مشتمل اور حساب حافظ احمد علی خان شوق رامپوری، (سابق ناظم کتابخانہ رامپور) کی تصنیف ہے۔

دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے ۱۹۲۵ع سے ۱۹۲۹ع تک اس کتاب کی ترتیب کا کام انجام دیا ہے۔

چونکہ اس کے بیانات کا ماحد اکثر و بیشتر رانی روایات ہیں، اس وجہ سے تاریخی تسامح پایا جاتا ہے، تاہم یہ بیحد قابل قدر ہے کہ اس کے اوسط سے سیکڑوں اون علما، صلحا اور شعرا کے حالات منبسط ہو گئے، جو پردہ گمبائی میں مستور تھے، اور کچھ عرصے کے بعد ان کے متعلق اتنا علم بھی محال تھا۔

۵۹۔ فہرست مخطوطات برٹش میوزیم (نوم ہارٹ)، مطبوعہ۔

یہ فہرست ہندی، پنجابی اور ہندوستانی رسالوں کے قلمی نسخوں کی ہے، جسے مسٹر نوم ہارٹ نے ۱۸۹۹ء میں مرتب کیا، اور اسی سال میوزیم کے ٹرسٹیوں کے حکم سے چھپ کر سائے ہوئی۔

اس میں پہلے ہندی اور پنجابی اور آخر میں ہندوستانی مخطوطے ذکر کیے گئے ہیں۔ ان دونوں حصوں پر ہند سے جدا جدا ڈالے سے فہرست دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ دیا جیسے کے ۱۲، حصہ اول کے ۸۴، اور حصہ دوم کے ۹۱ اور پوری کتاب کے ۱۸۷ صفحے ہوئے ہیں۔

معدرت۔

ان کتابوں کے علاوہ، بعض دواوس و غیرہ کے دیباچوں کے حوالے بھی دے گئے ہیں، مگر ان پر کسی طرح کا نوٹ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

بعض کتابیں ہر وقت مطالعے میں نہیں آئیں، اس بنا پر ان کا حوالہ یا تو کتاب ہی میں کسی دوسری جگہ دیدیا گیا ہے، جسے »سودا« مصنفہ شیخ چاند، اور یا استدراک کے ماتحت ذکر کر دیا گیا ہے، مثلاً »تاریخ شر اردو« مصنفہ مولانا احسن مارہروی، »داستان تاریخ اردو«، مصنفہ مولانا حامد حسن قادری، یا »تاریخ مشویات اردو« مصنفہ مولوی حلال الدین احمد جعفری۔ اشاعت نسائی کی نوبت آئی، تو اساء اللہ اس کی تلافی کردی جائیگی۔

یہ ۳۳ اردو شاعروں کا تذکرہ ہے، جسے عبدالشکور صاحب شیدا نے سنہ ۱۳۵۵ھ (۱۹۳۶ع) میں حیدرآباد (دکن) سے شائع کیا ہے۔ چونکہ یہ بھی منتخب اشعار کی بیاض ہے، اسوجہ سے شعرا کے حالات پر بہت احمالی روشنی ڈالی گئی ہے۔ تاہم سس وفات کی تلاش میں سعی و کوشش نظر آتی ہے۔

اس کتاب کے شروع میں دیباچے اور فہرست کے ۱۶ اور بعد ازاں اصل کتاب کے ۲۴۶، کل ۲۵۸ صفحے ہیں۔

۵۸۔ فہرست کتبچامہای تنہا اودھ (اتمیرنگر)، مطبوعہ۔

شاہان اودھ کے کتابچوں کی یہ فہرست ڈاکٹر اسپرنگر نے مولوی علی اکبر پانی پتی، متوفی ۱۸۵۲ع، کی مدد سے ۱۸۵۰ع میں مرتب کی تھی۔ ڈاکٹر اتمیرنگر کا ارادہ یہ تھا کہ اپنی فہرست کو آٹھ زبانوں میں تقسیم کریں۔ مگر وہ صرف ۳ باب مرتب کر سکے، جو پہلی حاد کے نام سے کلکتے میں طبع ہو چکے ہیں۔

اس کے پہلے باب میں فارسی و اردو شعرا کے تذکروں اور دوسرے اور تیسرے باب میں فارسی و اردو شاعروں کی تصنیفات کا بیان ہے۔ آخر میں باب اول کا صمیمہ ہے۔ جو تین فارسی تذکروں کی کیفیت پر مشتمل ہے۔ کتاب کے صفحات کی تعداد ۶۵۵ ہے، جس میں ۸ صفحے دیباچے وغیرہ کے اور دو غلط نامے کے شامل ہیں۔

اس فہرست کے اوس حصے کا ترجمہ، جو شعرا کی ریختہ کے حالات پر مشتمل ہے، سنہ ۱۹۳۲ع میں طفیل احمد صاحب نے اردو میں کیا تھا، اور اسی سنہ ۱۹۴۳ع میں ہندوستانی اکیڈمی نے «یادگار شعرا» کے نام سے چھاپ کر شائع کر دیا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

(۳ الف) بهین صاغۀ عودیت ، ویکو ترین حملۀ سعادت حمدحالتی و ثنای صاعی است ، که هنگام انداع سایط، بصورت حروف مفردہ ریور ہستی و خلعت و حود اولاً عطا فرمود ، و وقت احذراع مرکبات ار مخلوقات ، سار استحکام و نظام تراکب ، کلمات را ناشکال محتلفہ تابیا سا نمود، کہ سالکان راہ فویم و طالبان صراط مستقیم، ناعات کلام و مددگاریء وہم سحر ملک علام، ناندک صرف نمودن اوقات سر مرل مقصود ناسانی بی برد ، وندریافت معانی ، کہ مراد ار حصول قرب او، تعالیٰ عر اسمہ . است، بہر نحو کہ خواستہ باشند، سہولت فایر لردد۔ سحانہ ، ما اعظم تنانہ و حل صبعہ۔ و پسر اران فعلی کہ وسیلہ (۳ ب) حصول این عطیہ کبری و واسطہ وصول بچین موهبت عظمیٰ ار درگاہ آن واهب العطانا تواند بود، حواہدن درود نامعدود است برحیث او، محمد رسول الله ، صلی الله علیہ و آلہ واصحابہ وسلم، کہ داب کاملش بہمہ حمت میرا ار نقصان ، وصفات حمیلہ او افرون ار حیر شمار و بیان است ، ویر آل امجاد و اطہار او کہ بالاطلاق برگریدہ ہر دو جہان اند ، ویر اصحاب احیار و پیروان انرار او کہ ار شروع اقتدا تادم احیر، خلاف مقتدا حرفی ار ربان بریاوردہ ، قدمی سراح نگزاشتہ اند ، حتی کہ گردید محمت و ولانت شان ار شرایط امان۔

که موافق آن می نوشتیم و از حطا مصئون مادم ، بلکه مترصدم
بررگاهه ، (مولفه)

بدیل عمو بهو تنید عبهای مرا گران کند بحوبیء خود بهای مرا
تا بر مائده احر عاملان آئه کریمه «ادامروا باللعو مروا کراما» شریک و
شامل بوده باشند، و حرای این صفت حمیده از ستار العیوب عافالد بوب
بیاسد .

مقدمه - باید دانست که زبان هندی منسوب باهل همد است . و
وسعت ملك همد از کلکته و ڈهاکه تا قرا ناغ برديك به قندهار شرقا
و غربا ، و از کماره درناي شور تا حمال شمال و آنچه درمیان اینست
حبونا و شمالاً ، برد مساحان به نموت ییوسته ، چنانچه کسمیر هم باین
قید در همس ملك سمرده می شود . و زبان سکئه این ولایت باعتبار
وصع صوتحات و قرب و بعد مکانات و اختلاف اباس و اقوام بانحای
کثیره واقع سده ، لهذا لحنه هر صوبه و بلاد و محاوره هر قوم و
فرق متفاوت و متغایر است ، و زبان هر يك از آنها بست بصاحش در
ملك دیگر «بهاکا» گفته می شود . یس زبان مردمان بگاله را «بگالی»
و اهل پنجاب را «پنجابی» و سکئه دکهن را «دکهی» میگویند، و
علی هد الفیاس - و درس رساله ، (ه الف) که صرف و نحو زبان هندی
دران بیان نموده می شود، به مراد موافق تحقیق را باین کثیره مذکوره
است ، بلکه مقصود و مطلوب ازان دریافین صحت الفاظ خاص و
معلومات تراکیب معبئه کلامست که مختص و موضوع بمحاوره اردوی
معلی باشند و بس ، زیرا که بنای تقریر و تحریر تمام اعره عالیهمقدار ،
و مدار کلمه و کلام جمیع سرفا و بحای نامدار و شعرای دوی الاقتدار ،
که فی زمانها بر مسند اعتبار حادارند ، برهمین محاوره موقوف است .

امام‌عبد درهٔ بیمقدار، ناچیر حاکسار، سر برابوی نکو هیده عملی،
 احد علی ابن سید احمد علی خان، عمی الله عن حرا مهمما، بخدمت عالیء
 متعالیء کا ملان صاحب همت و قدرت، و دوستان صافی طست و اهل
 مروت چیں عرص می نماید که چون بعضی عربان و سفیقان نوشتن
 قواعد صرف و نحو و غیره، بطوریکه احرای آنها بران هدی موافق محاورهٔ
 اردو بوده باشند، اکثر تکلیف میکردند، و راہم چون قدرت تحریر آن
 مرتبهٔ که یایهٔ این اعتبار را شناسد، در خود نمیدید، متامل بود، که درین
 اثنا حباب رفعت مآب، (۴ الف) والا مناصب، عالی مناصب، کھنہ الاحما،
 مربیء عربا، داناای رسوم آشنائی، سرکردهٔ دقت منسان تدریائی،
 معین موالیان، ممد مومنان، عمده کسای کرہ کارستانگان، اعلیٰ، حباب
 مستطاب، معلی القاب، بواب افتحارالدوله، معین الملک، مررا قمر الدین
 احمدخان بہادر، صولت جنگ، دام اقباله، المدعو مررا حاحی صاحب
 کہ اکبر اولاد، وارتند اسای خان رفیع السان، علامهٔ رمان، نگاہ دوران
 حباب فخرالدین احمد خان بہادر، المستہر مررا جعفر صاحب معفوراند،
 لارال دولته واقباله، بیر ناصرار فرمودند۔ ناچار امثالاً لال مرر سو در سائله
 پرداحم، و ہر قدر کہ توانستم قواعد مسطورہ از فارسی نقل نموده
 بہدی مطابق ساحم۔ یس مسمی کردایدم مجموعۂ مذکورہ را بہ
 «دستور الفصاحت»، و مرتب نمودم ترتیش را بمقدمہ و پنج باب و
 حاتمہ۔ اکنون رحای و اتق از آگاہان باہم و قدرت و نکته رسان
 صاحب مروت و صفوت آست کہ اگر بمطالعہ و ملاحظہ این رسالہ
 ببقدر را گاہی سوارید، در حق این بی بضاعت کمت اعراض نمیدان
 تفضیح بنارید، چرا کہ ہیچ کتابی از کتب این فی و رسائل این هنر،
 کہ مفید مطلب (۴ ب) و معین مقصدا درس باب می سد، در بطرد اشتم

حالی بهمرسید، که آنرا رمان تازه (۶ الف) توان گفت، چه به عربی عربی ماند و به فارسی فارسی، و بهمین قیاس هر «بهاکا» از رمانهای مزبوحه هندی بیر بر اصل خود نماید لکن این حالت هم بر نحو واحد، چنانچه ناید، هنوز قرار نگرفته بود، و ممرته اعتدال فصاحت که حالا دارد برسیده، بلکه از افراط و تفریط، یعنی، از انتقال رمان قومی دوماه رمان فرقه دیگر، فرقی بس و تعمیری آشکارا یافته می شد، تا اینکه هیچ فرقه و مصرعی از عجب تاف و ثقالت بری نبود، و باندك توجه بوی حامی و بلحات و رنگ سرطی و سخافت از ترکیب آن کلام دریافت میگردد. و مع هذا هر قومی و هر فرقه محاوره خویش را بر دیگری ترجیح میداد، و برعم خود بر و تفوق می جست. ناچار عقلا و دانیان چین قرار دادند که کلمات سنجیده و الفاظ یسیدیده، از هر رمان و هر محاوره که باشد، بصحت و درستی از آن برچیده، موضعی که معید مطلب ناسانی و دور از تاف و ثقالت رمانی بود، در کلام می آمده باشد، ولغات ثقیله که محدث تاف و مغل فصاحت اند، آوردن آنها بهیچ وجهی نباید، تا کلام از رتبه فصاحت و پایه بلاغت فرو بیفتد، بلکه حلی صاف و مابوس طبع و قریب الفهم هر وصیع و شریف بوده باشد، (۶ ب) و موافق همین قاعده که صحت گردیده، بدربار سلاطین و امرا و بارگاه حواقین و وررا، همه نمنا و شرفا نکند بگر حرف میرده باشند. چون صورت شاهد این مطلوب بر عرئه استحسان حلوه گری نمود، نام همین محاوره خاص باردوی معلی شهرت گرفت. لکن این رمان با شروط مذکوره یافته نمی شود مگر در بعضی ناستندهای شاهجهان آباد که در شهر پناه سکونت دارد، یاران اولاد این بررگواران، گو از چندی ان صاحبان یا اولاد اینها بشهرهای دیگر هم رفته، سکونت ورزیده

و اردو عبارت است از ربانی که بعد احتلاط و ارتساق
الفاظ پنجابی و منواتی و برج ، که زبان اصلاع قرب و حوار
دار الخلافه شاهجهان آباد است ، با کلمات فارسی و عربی و دیگر زبانها ،
از کسرو انکسار تغالت و سخاوت اصلیء هر لغت باصلاح صحبت
همدنگر ، مثل کیفیت متوسطه ، که با عفاذ اطفا در مرکبات از معاحض
وعبره حادث میگردد ، پیدا شده ساتر عنوب حمیع زبانهای مروحیه
گردیده است ، و برترتئ حس و اطوات دران یافته می شود که از روی
مئات و وسعت و لطاوت و فصاحت پهلوی عربی میرسد ، و تکمال (ه ب)
صفا و عدوت بر فارسی تفوق می جوید .

وسب حدوت این زبان نفس اینست که چون سواد اعظم
هندوستان و مدافع این زمین مدعت بنیان بست باقالیم دیگر اوور ، و
در زیریء این ملک باکساف جهان هوند و اشهر ، و بر یائئ سلاطین
و امرای این کشور از تنوکت و تروث و همت و سخاوت رفیع
و مدیع تر از عمائد دول و ارکان سلطنت اقالیم دیگر است ، بالصروره
داناان دهر و عافلان عصر و کاملان هرفی و هار از فصلا و علما و
شعرا و بحما ، هر حا که بودند ، از اطراف عالم و اکساف جهان رو
باین سواد اعظم مراد توام آورده ، بمقاصد و مرادات دلخواه
رسیدند ، و اکثری از آنها همین رسی ارم برئس توطی و رسیدند
پس از سبب آمد و شد دربار و دریس سدن معاملات نامردم این
دیار ، از حرف ردن باین لغت چاره ندیدند . باکثر درین صحبت ،
اینها از آنها و آنها از آنها ، در حق مکالمه ، بقدر کفایت از الفاظ
همدیگر می آموحید و کار بر می آوردند . چون مدنی برین نحو درشت
و عمری صرف سد ، از امراج الفاظ و ارتباط کلمات در نکدیگر

دهد - والله عالم -

بالجمله آنچه از محققان تحقیق پیوسته اینست که مبصری، حواهر کلمات و نقادی، نقود الفاظ، (ب) ارمردود و مقبول و متین و سحنف و مروج و مبروک، بقید کثرت محاوره و صحت لغت که بر زبان شرفا و بحما و اعره جاری ناشد، و تالف شعر ممات تمام بطور قصاید اساتده از فارسی گوان، تعلق بمررا مجد رفیع دارد، و ساده گفنی شعر از تکلف ایهام و دیگر صفت نامطوع، که رسم سعرای دوره فردوس آرامگاه بود، و معنی را قریب الفهم بوصفی یا صفا و ممات ستن، که سامع محتاج تشرح و لغت دم اسماع اسود، و درگفتن هر قسم شعر از قصیده ورباعی و عرل و مرتبه و مثنوی و غیره در هر باب متنوع و مقلد فارسان بودن، با گراشته مررا حان حان مطهر است - و یافته شدن چند الفاظ متر و که در کلام سلطان الشعرا، مثل لفظ «ستی» بمعنی، ار و «نی» که چشم را گویند، حواه برورن عین، حواه برورن حص بهر صورت که سطر در آید و «آنچه و آنچه او» که بمعنی، استک و جمع آن ست و «حجر» برورن حجر، و «قلق» ساکی الاوسط بمعنی، بقراری و «ان» بمعنی، تر و «هم» بحای همی و «تو» بحای توئی یا «تین» بحای تینی و امثال اینها که در کلام آن معفور یافته می شود، هر گر هر گر موجب نقص کلام (۸۱۱) آن تعدیل نتواند شد - چه آن مرحوم چون انداء خود واضح این طرر عالم پسند سده بود، و دران آوان در الفاظ مبروک و مستعمل بآن مرتبه فرق و امتیاز حاصل سنده که کلمات تمام زبان مالا یخصی ارهم متمیز و مصرق گردیده باشند، ناچار الفاظ سمرده بصورت اصلی اران دیوان بلاغت بیان بر می آیند - حالانکه در آخر وقت خود، آن حلاق معانی از ایراد

ناتسند - چنانچه از همین جهت زبان مردمان لکهنؤ، که از قدیم الایام ناتسده آن بلده نستند و نبودند، در زبان حال فصاحت نزدیکتر از دنگراست - سبب غالب آنکه وزیر المالك بواب آصف الدوله مرحوم در بلده مذکوره سکویت گزیده بود، و رؤسای شاهمان آباد، توقع برقی وحه معاش و صبیق کوجه تلاش های دنگر، بیسر درین حالکی بعد دنگری وارد شده، راحت خود مشروط باقامت درین شهر یا قند - علی الخصوص شعرای شترین کلام و دیگر خوش زبانان، که مدار محاوره برین برگان است، همه به نارگاه وزیر مدوح حاضر بودند (ء الف) و مدتها بسر بردند -

فایده - بدانکه تنقیه کلام و تصفیه این زبان فصاحت انجام بمرتنه اعلی که تسمیه اردو را لایق ناسد و محار فصحا و بلعای عصر گردد، ابتداء از دوره فردوس آرامگاه صورت گرفته است - چه ساعران و طربقان سست بمرتنه دیگر در اوقت سیار بهمرسدند، و شعرا بطور خودها می گفتند - رفته رفته لطافت این صداقت بتحقیق و تدقیق اصح الفصحا و بلع اللعا، حاقانی عصر، فردوسی، رمان، ابوری، دهر، عرفی، دوران، وحید رمانه، محقق نگانه، ملک الشعرا، هد، سلطان هر طریف و رید، معفور و مرحوم، مرزا محمد رفیع المتخلص به سودا، عمر الله دیوبه، بمرتنه کمال رسد، تا آنکه سان لطافت و صفای آن بمداق متاملان مدصف برشوکت فارسی چرسده - چرا که صورت قصاید را بطور اوستادان فارسی، اول کسی که بران هدی بلوح هستی حس حلوه داده، همین نقاش معانی بوده است - و بعضی تصفیه محاوره اردو را بصفائی که مروج است بمرزا حان جان المتخلص مظهر، که یکی از مساهر صوفیه این عصر گشته، سبب

اما چون توسط ارتباط الفاظ فارسیه و عربیه در بعض تراکیب گنجایش یریراند ، ناگیرنده تحریر در آمدند . و هر قاعده که در هندی و فارسی مشترک یافته شده ، بدان هم ایما نموده (۹ الف) آمد . و چون معلوم شد که مراد از محاوره رباست که بدربار امر او سلاطین هد ، حمیع شرفا و نحا و فصلا و شعرا بدان حرف میرسد ، و هر لفظی که دران تقریر می آید ، آن لفظ لفظ صحیح و مستعمل می باشد ، مثلا اگر عربی یا فارسی یا ترکی است ، ضرور است که آن لفظ ارروی وضع اصل لغت خود صحیح و نامحاوره بوده باشد ، و اگر هندیست ، باید که از روی آن بها که ماحد آست صحت مذکوره داشته باشد و یا صحیح استعمال اهل اردو بود . ماده لفظ « مکرنا » که مرادف مکر هوا به معنی مکر شدن است و « دوا » که اصلش دیوانه نایای تحویه است و « رینگنا » نکسر را و سکون تحویه و عه و کاف عجمی و یون مفتوح الف که عارت از صدای حمار است و اصلش « رینگنا » نکاف تازی ست در زبان برج و دوانه ، و « دلی » نکسر دال و تسدید ، زبان رباست ، و « صفیل » تقدیم صاد مهمله بر فا که اصلش صفیل است ، و امثال این الفاظ که سماعت از ربا دانان به نوت پیوسته . تمام کلمات این محاوره که صرف و مستعمل در تحریر و تقریر می شوند ، باید که بدحوی باشند که بی تکلف و بی تصع قابل ، بر زبان هر صغیر و کبیر و حمیع برآ و پیر از اصاف (۹ ب) مذکوره ، بمقام و محل خودها ، بی گرفته شدن زبان ، زبان رد و مستعمل می سده باشند ، تا سامع را بحصول ملکه ، که بکثرت سماعت کلمات موصوفه از سابق حاصل دارد ، وقت استماع در مهم و ادراک کلام تامل و تردد رو ندهد بخلاف احتیاد بعض بررگان که فی زمانه فقط نظر بر استهوار حوش

چنین الفاظ کراهت میداشت و اتناع خویش را تاکید نمی می نمود - اما چون کلام دلاویر سابق او، سبب کمال شهرت، برالسفۀ صغیر و کبیر نکثرت جاری شده بود، و احراج اس الفاظ اران خارج الامکان می نمود، لهذا بهمان صورت باقی ماند بقاء علیه از شعرای حال کسی آن الفاظ را در تقریر و تحریر نمی آرد و اگر بیارد، دال بر ناآگاهیء اوست - و جماعت مرثیه گوین و منقث گوین هدی که کلام ایشان سرتاپا از قیایح لفظی و عیوب معنوی مملو و مشحون است، و هرگز ایشان را بطر برآن نیست، بلکه نخریه بست خود بمسکین عاخر و هوشدار بیهوش و میرن بی علم نموده، سبب علطیهای خویش از کلام ایده‌های می آرد، و هریک را (۸-۷) امام خود دراین باب میداند، مع ایمة خودها از طبقۀ شعرا خارج اند - چه این بی بصران نمیداند که مرثیه هم یکی از اقسام شعراست، بلکه میگوید که چیری که در شعر روا نیست در مرتبه حایر است - الحاصل اگر بابر حصول سعادت و نواب یا برای تکمیل کلمات خود از اقسام شعر، کسی از شعرا مرتبه نگوید، لازم است که درین میدان هم برکیت ارادت راه تلاش تقلید ملک الشعرا خوید، تا راه فصاحت بانی و صحت لفظی و معنوی علط نکرده باشد -

و بیر باید دانست که چون وضع این رساله بابر داستان صرف و نحو محاورۀ اردو است، و احتلاط الفاظ عربی و فارسی درین زبان ریاده ارحد حصر، بصورت لازم آمد که این رساله جامع بعض از قواعد فارسیه هم بوده باشد، چرا که اکثر احتیاج می افتد بآن، لهذا باب اول این عجاله بالتام در همان قواعد نوشته شد - هر چند که اکثری اران در الفاظ هدی من حیث الهندیۀ بکار نمی آید،

و غیر آن در اینجا داخل بحث نیست - بالجمله مخصوص و میر حروف ثلثه هندی در رسم خط صورت طای حطی است که بر سر هریک در کتات معرده می نگارند ، تاثقیله بموقاتی و مهملتس نڈال و ژای هندی مشابه بشود ، و قاری را نغاط بیفگند - اگرچه حروف دیگر از هندی بر هستند که در اصل وضع آن لغت مخصوصد ، و حالا بکلمات محاوره بسیار آمیزش دارند ، لیکن چون بای ریخته ، که عبارت اریں ریاست ، در شعر و کتات (۱۰۰) هم مطلقا بر تقلید فارسی و فارسی گویان است ، لهذا آن حروف اعتبار کرده نمی شود ، بلکه در کتات و قرأت تابع فارسی میگردند ، چنانچه لفظ « گهر » بالفتح که بمعنی حابه و لفظ « کهر » که بمعنی سم است ، این هر دو کلمه در اصل ربان مرکب از دو حرف اند ، که « کها و گها » و رای مهمله است - و « کها و گها » در بها کای هندی لك حرف است ، و در رسم خط آن بها کا تحریر اس حروف بیر بحرف واحد ، لیکن در کتات ریخته ، که بطور فارسی است ، بکاف تازی و عجمی و های هور و رای مهمله می نگارند - از لحاظی که در تحریر این نوع کلمات ، سه حرف نوشته می شود ، حالانکه در اصل ترکیب این کلمات دو حرفی اند - و در حروف مشترکه عامه (۱) همزه هم داخل است و باعتبار عربی و خودش موحود ، چه هرچه متحرك است ابتداء و ساکی است بصفطه ربان ، عرب آنرا همزه خواند ، والا الف - و در فارسی همزه بیر الف گفته شود - لیکن ژای عجمی را از حروف اربعه فارسیه ، که مختص بکلمات اصل خود است ، بخلاف احوات آن که گاف و پا و حیم فارسی اند ، اکثر فصحا بحیم تازی بدل کرده بابر رفع ثقات

لغات عربیه خارج از محاوره و الفاظ ثقیل را بدکلف در کلام می آرند و سخی را از پایه اش می اندارند و باین صفت از اقوال ترفع می حویلد -

فایده - بدانکه سای الفاظ این زبان و کلمات این محاوره ، بررسی و تشش حرف است ، اگر همره براسه در اعداد حروف شمار کرده شود ، والا بررسی و پیچ - و آن است ،

ا ، ب ، پ ، ت ، ث ، ج ، چ ، ح ، ح ، د ، ڈ ، د ، ر ، ژ ، ر ، ز ، س ، ش ، ص ، ص ، ط ، ط ، ع ، ع ، ف ، ق ، ك ، گ ، ل ، م ، ن ، و ، ه ، ء ، ی -

و اس حروف دو قسم اند ، مفرد و مسرك - مفرد قسمی را گویند که سوای لغت واحد زبان دیگر بیامده باشد ، چون حروف تمایه ، یعنی ، ثا و حا و صاد و صاد و طا و طا و عس و قاف که فقط بکلمات عربیه اختصاص دارند ، لهذا در الفاظ فارسی هیچ حرف اریں حروف نمی باشد و هر حا که بنظر (۱۱۱) در آید ، باید داست که آن لفظ در اصل وضع باین حرف بوده است ، بلکه برای رفع التباس یا ضرورتی دیگر متاخرین باین وضع آنرا در رسم خط مروج گردانیده اند ، مانند لفظ «صد» و «وتشمت» و «طیدن» و «طلا» که بمعنی مایه و ستین و بقرار شدن و در است ، و امثال ذلك - و ژای عجمی که فقط بالفاظ فارسی خصوصیت دارد و ژای و ژال و ژای هندی که هر سه ثقیله اند ، فقط بران هندی ، یعنی کلمات هندی الاصل ، تعلق دارند - باقی همه مشترك اند -

مخفی نماید که عرص راقم از عدم اشتراك در دو زبان باعداد السه مشهوره مروحه ما مردم است - لغت دیگر ، مثل الفاظ و رنگی

فارسی است به فارسی و عجمی ، والا تازی و عربی ، و یا رایای تختانی و تختیه فقط می نماید .

و اعداد حروف هندی و فارسی با مسانه حودها در کلمات متحد اند، یعنی، عدد ثای هندی یوفانی و ڈال هندی بمهمله و ژای ایضا هکدا و حروف تازی و فارسی واحد اند در انخراج اعداد حودها، حواه بطریق ربر ناسد، حواه بطریق بیه - ربر طرتقی را میگوید که معروف است ، یعنی، ار الف ابجد تاطای حطی احاد، و ار یای حطی تاصاد سعقص عسران ، و ار قاف ورست تاطای صطع مآت ، و برای عین هرا راند - و طریق سه آست که نام هر حرف را ملاحظه نماید که ار چند حروف ترکیب یافته ، مثلاً ، الف که ار الف و لام و فامرک اسب ، حرف اول آنرا گرانسته ، عدد حروف باقی را (۱۲ الف) حساب نماید ، چنانچه ناس حساب برای الف یکصدوده عدد مقرر است و برین قیاس اند (۱) باقی حروف -

(۱) اصل «این» بخای «اند».

می‌خواند و بعضی مردمان بر اصل آن- و بعضی (۱۱ الف) حمقای بی اصل که خود را قابل و حیرمی‌داند، حای حطی و عین سعمص را در کلام مورون و غیر موزون، برای نمود خود در مجالس، با اعلان حلقی بودنش بموح قاعده قرأت تلفطی می‌نماید. و این همه تکلف بیجا است و گمان آنها سرا سر حطا، چه اگر اصل این حرکت چیری می‌بود، همه دانایان و فصیحان تمام حروف تهجی را در همه کلمه و کلام خود بر عایت تواین قرأت و قواعد تخوید تلفظ میکردند. تخصیص همین دو حرف چه معنی دارد؟

پایده- باید دانست که در کتات چون صورت الفاط با یکدیگر مناسبت دارد، برای تفرقه از همدیگر اوستادان قیده‌ها مقرر نموده‌اند، تا رفع التباس گردد. چنانچه نای عربی را باعتبار نقطه او که واحد است گاهی بموحده و گاهی بلفط عربی یا (۱) تازی می‌نویسند، و نائی که مقوط بقوط ثلثه است، ارا فارسی یا عجمی، و آنکه دو نقطه بالا دارد، آنرا بقید مثنات فوقانی یا فقط فوقانی، و آنکه سه نقطه بالای اوست، آنرا بمثلثه، و حیم مقوط به نقطه واحده را حیم تازی یا عربی، و آنکه سه نقطه دارد، آنرا بحیم فارسی یا عجمی، و حای حطی و دیگر حروف را که نقطه نداشته باشند و با حروف (۱۱ ب) منقوطه بتحیس حطی مشابه‌اند، مهمله و مقابل را معجمه می‌نگارند، و نای هندی و ڈال هندی و ژای هندی، این هر سه را گاهی به ثقیله و گاهی به هندی تعبیر کند. و بعضی این حروف را بکلمات ابجد تفرقه می‌نماید، چون، حای حطی و های هور و تازی قرشت و صاد سعمص و ضاد صظع و امثال ذلك. و کاف را بیر اگر

فراگرفته ، و شهره اوستادی او از قاف تا قاف در رفته - شاعری بود

(بقیه) و بی بدل بود - احوالش مفصل در «تذکره هندی» تحریر آمده - دیوان کلیات او در ریحه قریب چهل حر دارد - گاهی فکر شعر فارسی هم می کرد - اشعارش قریب دو سه حر بنظر رسیده -

مردان علی حان مثلاً، در گلشن سخن (۵۶ هـ) گفته، «سودا، امینش میرزا محمد رفیع مولد و موطنش دارا خلایق دهلی - اعجوبه رمان و سر حیل ریخته گو یان هندوستان بوده - در جمیع فنون ظلم، خاصه در قصاید دقت بسیار بکار برده - رزبان نکته سخنان محکم التوتی مشهور، و اشعار لطافت شعارش در چارسوق معانی مستندالیه جمہور - الحق مرتبه ریخته گوئی بخائی رسایده که شاهار بلند پرواز فکرت به بیرامون او نمی تواند یرید، و اشهب جهان گرد و هم و خیال نگردد او نمی تواند رسید - الحلقه آن مخترع فن تاره اردو شب تابشست سال در دهلی رفاه و عرت و حرمت و روشناسی و وزیر و امیر سر برد - بعد ویرانی و حرانی آن دیار نقل و حرکت نموده، جندی در فرح آباد برد و اب احمد حان گوررایید، و بعد وفات او لکھنؤ آمد و ساکن گشت - بواب شجاع الدوله بادر مرحوم کلمات شغقت و مروت عمرای مرور مرعی میداشت تاحال که سه نکهترار و یکصد و بود و چهار (است) در لکھنؤ استقامت دارد - کلیانش از اقسام سخن شش هفت هزار بیت خواهد بود» -

عاشقی، در شتر عشق (۱۳۳۲ الف) می گوید، «سودا، میرزا محمد رفیع ابن میرزا محمد شمع مولدش شاهجهان آباد است - سب مور و بیت طبع آثار حال تلاش ظلم فارسی می کرد، و از سراج الدین علی حان، آرزو تخلص، اصلاح میگرفت - حان آرزو فرمود که - یایه کلام فارسی بسیار عالیست، و زبان ما و تسمای هندی - و هر چند مردم هندی فارسی دانی را مدارح ارتباع رساند، الا با استادان سلف و ایران زمین، که زبان ایشانست، بحر جراع بیش آفتاب رفته دارد - و در ریحه گوئی تاحال کسی شهرت نیافته - نه! اگر باین زبان مشق سخن نمایند، شاید از فیضان طبعست سرآمد این دیار گردند -

چون صلاح مستحسن بود، بسند خاطرش افتاد، و از آن روز نگفتن شعر ریخته طبع در داد، و بعد از مشق در اندک فرصت اسناد شعرای ریخته گو گردید، و ابی و مانی زبان دانی ریخته گشت، که جمیع ریخته گو یان هندوی را امام این فن و بیعمر سخن می دانستند - اگر چه حمله طرز کلام را استادی بود حاوی، الا در مدح و قدح، که مراد از بحر و قصیده باشد، اعجاز بکار برده، و قصاید ریخته بر قصاید ملاعری شیرازی پہلو به پہلو گنجه و هم رسایده - عرض که مخترع و موحد این زبان و طرز خاص است که مثل او کسی ریخته گر را این مرتبه دست نداده، و کسانی که دم ریخته گوئی می رند و زبان باین دعوی می کشایند، حوشه چین و راه نموده اوید که بر آن قدم می بند -

بعد تخریب دهلی از آمدن مکر راجه شاه درانی، وطن خود را حیرناد گفته به عاشا برآمد، و در فرح آباد و لکھنؤ مدتی گر رابید - هر کجا می رفت، مردم آن بلده (نامی)

در تذکر (ة) الشعرا

یعنی ، در بیان اسامی و قدری احوال بعضی از شعرا که
تقریب مثل ، کلام فصاحت نظام این بررگواران درین رساله مندمج
گردیده ، تا مطالعه کننده را از حالت و قوت و مرتبه هر يك في الحمله
و قوت و آگاهی بوده باشد .

و اسان ، با عنایت معلومات فن و فواید طبع و چستی
تألف و سیرسیء کلام و سمیرت خلق ، سه طبقه می شنواید .
و اکنون شروع می رود تذکر صاحبان طبقه اولی ، یعنی ،

اَوَّلُ از طبقه اولی ، حسن آرای حدیقه فصاحت ، محل برای
گلشن بلاغت، آب و رنگ بوستان سخندانی ، بلبل حوس لهجه گلزار
معانی ، امیر فصاحت ، سر حلقه طرفا و نعا ، ملک الشعرا ، مرزا محمد رفیع
المتخلص (۱) سودا سب ، (۱۸۷ ب) عمر الله له ، که آواره سخنوریء او عالم را

(۱) گلشن گزارد ، ۳۷ ، نکات ، ۶۷ ، گردیری ، ۱۴ ، فص ، ۴۲۰ ، الف ، بحر ،
۳۵ ، چستان ، ۳۲۷ ، حسن ، ۶۲ ، گار ، ۶۲ ، الف ، الف ، ۱۰۳ ، عقد ، ۴۹ ، تذکره ،
۴۴ ، الف ، بحر ، ۱ ، ۳۰۴ ، شیشه ، ۸۳ ، نایح ، ۲۲۲ ، گلدسته ، ۶۵ ، طبقات ، ۱۰۹ ،
سرا ، ۳۷۹ ، مختصر ، ۸۸ ، حدوده ، ۱۳۹ ، نسیم ، ۲۵ ، سخن ، ۲۲۲ ، آمیخت ، ۱۴۸ ، طور ،
۵۱ ، حجاب ، ۴ ، ۲۶۳ ، گل ، ۱۳۲ ، انتخاب ، ۸ ، قافوس ، ۱ ، ۳۱۱ ، عسکری ، ۱۲۷ ،
حواهر ، ۲ ، ۲۴۲ ، اشترگر ، ۲۸۵ ، بلوم هارث ، ۲۸ .

مولوی قدرت الله شوق رامپوری در تکمله الشعرا (۱۴۷ ب) نوشته «مرزا رفیع
سودا» متخلص ، متوثر دهلی ، از اکمل و اشهر شعرای ریخته گوی هندوستانست . در
ریخته گوئی عدیل و نظیر خود در حلقه هندوستان نداشت ، و دم استادی و ملک الشعرائی
میرد . در عزل و مشوئی و رباعی یکتای وقت خود بود ، حصو صا در قصیده گوئی بمنزل (ناقی)

شاید ، از عهده آن بیرون آمده ، بلکه آن کلام را بمرتئه رسایده که قوت هیچ مورونی نادای آن نمی رسد - عزل را آن پاکیرگی و ملاحظت ادا نموده که اگر می بود، صایب خود داد آن می داد ، و رتئه قصیده آن متانت و علو رسایده که عرفی اگر میجواید ، تلمیدانه سرادب پایش می نهاد - درادای حق مدح و مقنت ، اگر گویم ، گوی مسافت از سلمان و طهوری روده، و دردگر هجو و مدمت، اگر برتتمارم ، صدها دریچئه استهرا و سخریه برروی هرلیات اوری و شقای کسوده - کلامش بالمام تصره و سسد است جهت جمیع شعرا ، و تالیفش سراسر آئین و دستور است پش همه بلعا - عرص هر چه گفته است ، چنان گفته که کسی نمی تواند گفت - قید ریخته که فقط برمحاوره اردوی معلی مصط ساحته، و سطم قصیده درین ران بطرر فارسیان که نخست یرداخته، همین صاحب کمال بود - احسان این صفت و حق این صعت بر گردن جمیع شاعران و فصحای هد مدام ارو باقی است - معهدا دیگر اوصاف و کلمات آن یعدیل، که نایس شریف خود جمع داشت ، چه گویم ؟ از آداب صحت ملوک و سلاطین و آگاهی علم موسیقی و طرح نهادن ر سلام و مرتبه های گفته خود و نهید احلاق و تالیف قلوب و علم مجلس وعیره (۱۸۸ الف) چه هرها که دردات کامل الصفات اوسودید ؟ مدام بصحبت امرا و وررا گرایده ، همیشه محلاع تمین و حایرهای سنگین از خدمت اینها سرافراز بوده - مدتست که در لکهمؤ شربت ناگری راحل چسیده ، ریدگانی بی اعتبار را جواب داد، و کلیات صخیم (۱) که مملو بهمه قسمها (ی) سخی است، مثل داع مهاحرت حویش ، بر صفحه رورگار یادگار گراشت - مرقدش در امام باژئه آعا ناقر مرحوم ، و

مسلم الثبوت - بہرسمی ار کلام کہ دست ابدار شدہ ، چنانچہ باید و

(بقیہ) و والیہ آن قصہ دات معتم الوحود اورا ساعری می داستند، و اوی ساوک پیش می آمدند، و قدروی می نمودند، و حاطروی می کردند۔ آخر حال در شہر لکھنؤ فی سنہ یکہزار و یکصد و بودیچ و دیت حیات بھان آفرین سپردہ رنگرای مرل اصلی گردید، و امام باڑہ آفانفر، کہ حای قبولیت است، مدفن یافت۔ میرعلام ہمدانی متخلص بہ مصحفی در تاریخ او این مصرعہ ہم رسانیدہ، «سودا کھاو آن سجن دامریب او» و رامی گھتہ،
 در سجن لطف کھا ماند کہ ار حکم قضا نادل یر ہوس، ای وای ا عمدہ سودا
 رامی عمدہ تاریخ و فائش نوشت «رحب ان لطف سجن، وای ا عمدہ سودا»
 و راقم ار ہر دو مصرعہ این بت، سال وی برآوردہ،

میرس ار من کہ اردو حال چو ست بہ سودا ماند بہ اطف سجن ماند
 گاہ گاہی تلاش فارسی ہم متوحہ می شد»

مولوی عبدالقادر چیف راموری، در رور نامچہ خود (۲ الف) می نویسند،
 «مررا رفیع السودا تقصیدہ گوئی و مصامین تارہ در مدح و قدح سرآمد رورگار خود
 بود، مگر یابند صحت الناط رمان دیگر بود۔ «افتاوا» بھای آفانہ، و «محل» سکون
 دوم بھای منحرک، و «مرہن» سکون و افتح را بھای فتح ناوسکون را آورده است۔
 میرولی اللہ، در تاریخ فر۔ آماد (۱۵۱ الف)، سجن کنا بھانہ حافظ احمد علی حان
 (مرحوم) می فرماید، «میررا رفیع اللہ دا، متخلص سردا، ار میررایان شاہ بھان آماد است۔
 در عہد بواب احمد حان غالب حگ، وارد فرح آماد شدہ، در سرکار مہربان حان،
 دیوان بواب، چند سال مقیم بود، و شعرای آن رمان او را استاد خود می شمردند۔
 و آخر عمر بہ لکھنؤ وار۔ گردیدہ، با شعرای آنجا مشاعرات و مشاحرات عمدہ و فات یافت»
 باتفاق اہل تذکرہ، وفات سودا در بھان سال واقع شدہ کہ در متن ار و ذکر رفتہ
 است۔ شاہ محمد حمزہ مارہروی، در دلی تاریخ محمدی، سودا را در وفات ۱۱۹۵ھ (۱۸۱۱ع)
 مدرج ساختہ، و بار در فیس الکلمات گھتہ، کہ «یکی ار تلاماہ اش محمد فایم نام، کہ
 بالفعل رفیق سمر اللہ حان، پیرہ علی محمد حان است، تاریخ و فائش جبین قلم آورده»

آہ ا مررا رفیع دنیا سے خاکے حنت میں حب مقیم ہوا
 درد فرقت سے اوس کے مثل قلم اہل معنی کا دل دوہم ہوا
 سال تاریخ کی تھی مجھے کر تلاش کیوں کہ بس حادثہ عظیم ہوا
 اس میں یر حردے ار سر یاس یہ کہا «اب سجن یتیم دوا»

اما در حصص المثنی (ص ۱۴۳، شماره ۶۹۳، تاریخ عربی، کنا بھانہ آصفیہ،
 حیدر آباد) نوشتہ کہ سودا در اوایل ۱۱۹۶ھ (۱۸۸۲ع) فوت شد۔ بردندہ، اطلاعی
 درست سست رحلت سودا بدست موافقین بیامدہ است۔

کنا بھانہ عالیہ رامور، ۷ سجدای حیات دیوان و کلیات سودا را دارا است۔

کوں سی شب تھی کہ میں وہاں پس دیوار بہ تھا؟

حو عمل چاہیے کیجے، مرے دوکھہ دیسے کا

وہ بہ کیجے کہ کہے کوئی، «سراوار بہ تھا»

شدم کرے ہے دامن گل تست و تنو، ہور

بلبل کے حوں کا، بہ گیا، رنگ و نو ہور

قد کو تیرے حس حگہ مسق حرام نار ہے

اوس حگہ سور قیامت، فرس یا اندار ہے

خط کے آنے ہی، چلے اکثر علامی سے نکل

بدہ پرور، دیکھے آگے، ہور آغار ہے

ساعراں ہد کا تو، گرچہ، یعمر مہں

پر سحن کہے میں، اے سودا، مجھے اعچار ہے

کیا حایسے، کس کس سے نگہ اوسکی لڑی ہے؟

حس کوچے (۱) میں حا دیکھو، تو انک لوتہہ پڑی ہے

ٹھہرا ہے ری چال میں اور رلف میں جھگڑا

ہر انک نہ کہتی ہے، «لنک مجھہ میں مڑی ہے»

گو بیر ہوئی شاعری سودا کی، حوانو

تم سے بہ کہچے گی، یہ کہاں سب کڑی ہے

سود، حوں سمع، نہیں گرمیء نارار مجھے

ہوں میں وہ حس کہ آتش دے حردار مجھے

ہے قسم تحکو، فلك، دے تو حہاں تك چاہے

حلوۂ حس اوسے، حسرت دندار مجھے

بہ پھرا ملک عدم سے کوئی یار، اے سودا

تاریخ و فاتش ایں است - مصحفی می گوید - تاریخ ،
 مررا رفیع ، آنکہ راشعار ہدیش
 ہرگوشتہ بود در ہمہ ہدوستان علو
 ناگہ چو در نوشت ساط حیات را
 گردید مدفنش رقصا حاک لکھنؤ
 تاریخ رحلتش بدر آورد مصحفی
 ”سودا نکا و آن سخن دلمرب او ،“
 چند شعر ار کلام آن مغفور تبرکا دریں مقام ہم اراد می نابد - (۱) فقط
 سودا ، گرفتہ دل کو بہ لاوو سخن کے بیچ
 حون عیچہ ، سو رباں ہے اوسکے دھ کے بیچ
 حس نے بد لکھی ہو نسق صبح کی سہار
 آکر ترے تسمید کو دیکھے کس کے بیچ
 میں دتمی حان ڈھونڈ کے ایسا حو نکالا
 سو حضرت دل ، سلمہ اللہ تعالیٰ !
 کہتا ہے نگہ سے نہ ترا گوشتہ ارو
 دیکھے حو کوئی حون گرفتہ ، تو لگلا
 اتنا ہے تو یوسف سے مسابہ ، کہ عدم کے
 پردے میں چھپا اوس کی تہیں ، تھکوں نکالا
 حال دل سے مرے حب تک وہ حردار نہ تھا
 حردم سرد ، کوئی محرم اسرار نہ تھا
 بار و اشتقاق و وفا ، مہر و محبت ، الطاف
 دل کو حس رور لب ، کوسا اقرار نہ تھا ؟
 (۱۸۸) صحتوں کا ، نہ کرو ، غیر کی مجھ سے احفا

کہتے ہیں جسے عشق، تو وہ چیر ہے، سودا
حون دات حدا، حس کے حسب ہے، نہ سب ہے

عارض پہ حس حط سے، دمک کیا ہے نور کی
بہ دود لڑ رہا ہے تحلی سے طور کی
طوفاں طراریء مرء عاشقان بہ پوچھہ
تکھہ آبرو رہی ہے نہ جسم تنور کی
سودا کو عاشقی سے رکھا چاہتا ہے نار
باصح بصیحت اپنی سے، حو بی شعور کی

باتیں کدھر گئیں وے تیری بھولی بھولیاں؟
دل لیکے بولتے ہو حو تم اب یہ بولیاں
اندام گل پہ ہو نہ قما اس منزے سے چاک
حون حوش قدوں کے س پہ مسکتی ہیں چولیاں
کسا چاہیے حما سر انگست یر ترے؟
حس بیگہ کے خون میں چاہیں ڈبولیاں
سودا کے ساتھ صاف نہ رہتی تھی رلف نار
سانے نے بیح یڑ کے، گرہ اوسکی کھولیاں

(۱۸۹) «تو نے سودا کے تئیں قتل کیا» کہتے ہیں
نہ اگر سیج ہے، تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں؟

سودا، ہمار عشق میں شیریں کے، کو ہکی
ناری اگرچہ پا نہ سکا، سر تو کھوسکا
کس منہ یہ، پھر، تو آب کہتا ہے عشق نار؟
ای رو سیاہ! تکھہ سے تو یہ بھی نہ ہوسکا

حاما اب ا(و)ن کی حر لیسے کو نا چار مجھے
 حس رور کسی اور پہ بیداد کرو گے
 بہ یاد رہے، ہمکو بہت یاد کرو گے
 بہ بھول، اے آرسی، گریار سے تمھکو محنت ہے
 بھروسا یکجہ نہیں اوس کا، یہ منہ دیکھے کی الفت ہے
 اوس دل کی تف آہ سے کب شعلہ بر آوے؟
 بجلی کو، دم سرد سے حس کے، حذر آوے
 (۱۸۹ الف) ٹک داع سے چھاتی کے سرک حامے حو پھاھا
 آتش کے تئیں، قدرت حائق بطر آوے
 افعی کی یہ طاقت ہے کہ اوس سے سر آوے؟
 وہ رلف سیہ، اپنی اگر لہر یر آوے
 نامے کا حواب آنا تو معلوم ہے، ایکاش ا
 قاصد کے بدویک کی مجھہ ٹک حبر آوے
 اب کے تو گیا ہے، یر اوسے دیکھیو، نادان
 بل میں نہ اوڑاتا وہ، اگر، مال و یر آوے
 صورت میں تو کہتا نہیں، «ایسا کوئی ک ہے»؟
 ایک دھج ہے کہ وہ قہر ہے، آفت ہے، عصب ہے
 دشنام تو دیسے کی قسم کھائی ہے، لیکی
 (۱) حب دیکھے ہے وہ مجھکو، تو انک حدش لب ہے
 یعقوب، ترے عہد میں یوسف کو حو روتا
 کہتا میں کہ «یہ فہم (۲) ییمبر سے عجب ہے»

(۱) اصل، «حب دیکھے مجھکو وہ» - تصحیح ار کلیات سردا ۲۳۶ الف شمارہ ۶۹۹،
 نظم اردو -

(۲) اصل، «ییمبر» - و تصحیح ار کلیات مذکورہ -

بود بر قوت، بر جمیع اقسام سخن (۱۹۰ الف) قادر، بهمه دقایق سخن وری

(بقیه) نفر، ۲، ۲۲۹، شیشه، ۱۷۷، ۱، تاریخ، ۴۱۳، گلسته ۳۶، طقات، ۱۱۵، حد و لیه، ۱۳۹، مختصر، ۹۲، تسیم، ۲۶، سحر، ۴۷۹، بوستان اوده، ۹۶، آنجیات، ۲۰۳، ۲۴۱، گل، ۱۵۰، انتخاب، ۲۰، قاموس، ۲، ۲۴۴، عسکری، ۱۶۹، مقدمه مثنویات میرار سید محمد، ۲۵، حواهر، ۲، ل، مقدمه کلیات میر، مرثیه آسی، اشیرنگر، ۱۷۵، علوم هارت، ۳۲ - حان آردو، در مجمع الفایس (۴۰۴ الف) می فرماید، «میر محمد تقی المتخلص میر، مرادش مستقر الحلاوة اگر آزاد است در اول عشق اشعار ریخته، که بران اردو شعریت بطرز شعر فارسی، توعل سیار موده، چنانچه شهره آفاقست - بعد آن نگفتن اشعار فارسی بطرز خاص گرویده، قبول خاطر ارباب سحر و دانایان این فن گشت - طبعش خصامین تازه و غیر متدل معنی یردار است، و اشعار او لطافت ادا و انداز - ار سبکه دهی مناسب و طبع ثاقب یافته، در ابتدای مشق شعر رتبه سحر را باید انتها رساید - ار چند سال بخت معالی القاب عمده الملك مهارحه هادر کامیاب فراوان فیوضات و بهره اندوز انواع احسان و پرداخت و احوال بهراعال می گرداند هر چند میر دیوان مختصر دارد، اما عرلهای دردمدانه و عاشقانه می گوید» -

و قیام الدین حیرت، در مقالات الشعرا (۷۲) می گوید، «میر محمد تقی میر متخلص، همیشه راده حان آردو معمور است - اکثر اشعار ریخته می گوید - و تذکره مصنف احوال شعرای ریخته گر بیر تالیف موده - و هر هفت روزی بخواه اش اجتماع ریخته گریان و مشاعرات در ایشان می شود - در شعر فارسی هم مهارتی پیدا کرده - چند شعر حرد را بحد حرد نگاشته بر ایصاحب حد اود داده «د که داخل تذکره نمایند» -

و میر علاء الدوله اشرف علی حان، در تذکره الشعرا (۳۶۶) می نویسد، «میر تقی میرار ریخته گریان مشهور و همیشه راده سراح الدین علیحان آردو است» -

و شوق راموری، در تکملة الشعرا (۲۸۸) فرموده، «میر محمد تقی نام، میر متخلص، همیشه راده سراح الدین علیحان آردو است - در فون شاعری و قواعد دانی فارسی بگاوه آفاق، حوصا در ریخته گرئی و حیدر ماه و بهایت طاقت - ار اشهر شعرای هندوستان است ار چند سال در بلده نکهو ملک وزیر الممالك آصف الدوله روه است، و بواب موصوف نا او رعایت بیش آمد - تا حال کوس سجوری در الکهو می یوارد - بیح دیوان ریخته و مثنویهای متعدده دارد در ربان هندی - گاهی در فارسی هم تلاش معنی تازه میکند» - و متلا در گلش سحر (۸۷) نوشته، «میر محمد تقی متخلص میر، شاگرد سراح الدین علیحان آردو است»

و مولوی عبدالقادر چیف راموری، در رور نامچه حود (۷۳ و ۷۴ الف) می نویسد، «تقی میر، الفاظ زبان دیگر، چه فارسی و چه عربی، غلط می آرد - حرکت هر حاکمه بنظم اوست، حرکت دوم (۹) است - و تعقید هم در کلامش کم است - و در شست کلمات موقع و جسته ترکیب بر مرده معاصران مختار بود، لیکن مصمون تازه بدیوایش (نافی)

سودا حو کہے، گوش سے ہمت کے سے تو
مضمون یہی ہے جس دل کی فعاں کا
ہستی سے عدم تک، نفس چند کی ہے راہ
دیا سے گر رہا، سفر اس اہے کہاں کا
نگری آباد ہے، (۱) سے ہیں گاؤں
مجھ بں، اوچڑ پڑے ہیں ابے تہاؤں
مذاکر حط کو، کیوں کاٹے تم ابے حی میں وے ہو
یہ عارض گل بہ ہوو سگے، عت سرہ بھی کھونے ہو
سان دانہ روئیدہ، انکار کرہ
کھلی حو کام سے میرے، پڑی ہرار لڑہ
اگر عدم سے بہ ہو ساتھ، فکر روری کا
تو آب و دانہ کو ایگر، گہر بہ ہو پیدا
سودا، بیء دیا تو بہر سو، ک نک
آوارہ اریں کوچہ ناں کو، ک تک
حاصل تو ہے یہ اس سے کہ تا دیا ہو (۲)
بالعرض اگر بہ بھی ہوا، نو ک تک

دوم ار طبقہ اولی، متکلم سخارکار، ساعر حادو کردار، سلطان
اقلیم فصاحت، فرمان فرمای کسور بلاعب، مواس و عمحوار جماعہ عساق
نام برآوردہ دوستادی در تمام آفاق، سلطان الطرفا سیدالسعرا، مملکت
سخن را امیر، سید محمد تقی المتخلص بہ مبر، (۳) نور اللہ مصححہ، ساعری

(۱) اصل، «سین»۔ (۲) دریں مصرع الاماط دیگر ہم مرویست۔

(۳) نکات، ۲۶ الف، گردبری، ۲۴ الف، فص، ۳۲۴ ب، بحر، ۴۰، جہستان،

۲۶۱؛ حسن، ۱۱۳ الف، طقا، ۳۲، گار، ۱۷۰ الف، لطف، ۱۵۲، عقد، ۷۸ ب، ذکرہ، ۲۸ ب، (باقی)

اکثر کلمات محاوره افتاده، افادهٔ سدا را آن سست نکلام مررا ریاده تر است؛ اما تقلید و ابروی او نهایت دشتوار - اگر چه کلام فصاحت بطامش، مثل سعدی، بظاهر آسان بطرمی آید، ولی ممتع است - بیسترتشعرا مقلد او هستند و مطلق طررش نمی یابند، بخلاف مررا ممد رفیع که باو خود کمال یحتمی، که دارد، تقلیدش هر صاحب فهمی را نمکن - و برتستگیء کلام و نزاکت معانی میر راجه گویم ؟ یا استادی و معلومات این مسلم الثبوت را چه بوسم ؟ سلمای اعتبار میر درین فن با لیلای شمهت مررا دریک محمل سوار، و آفتاب سهرهٔ این هر دو بی عدیل، بخرج علو در لك درجه گرم اشتهمار - لهذا بواب آصف الدولهٔ مغفور و مرحوم، هم بعد رحلت مررا، میررا از تباهمهان آناد و حرره طلب داشته، بمصب عالی ملارم ساحت (۱)، و از حاطرداری و پاس مسارالیه، هیچ دقیقه فرو نمی گراشت، حالانکه حاب میر، بغرور کمال و استعای تصوف که مصر بخاطرش بوده، اکثر کم التفاتی و بی اعتنائی بحال مردم می نمود، بلکه گاه گاه با امرا هم، چاچه ناید، راه التفاب و مالمعت نمی ییجود - چنانچه نقل است که روری میر صاحب قصیدهٔ تاره گفته، بدربار آوردید - بواب وریر، که از چانست فراع کرده، متوجه تشیدن شد - میر صاحب (۱۹۰ -) شروع بجوابدن کردید و طول دادید - اتفاقا آن روز ملا محمد، معلی را که تاره از ولایت آمده و شاعر هم بوده، برای ملارمت (۲) آورده، می حواست که آنهم چیری در مدح (۳) حضور بجوابد، و تطویل قصیدهٔ میر وقت نگراشت - ملا محمد تنگ آمده گفت که " میر صاحب، قصیده خوب است، اما طولانی - اگر دماغ بواب صاحب وفا نمی کرد، که می تشید؟"، میر بمجرد استماع بیاض از دست انداخته (۱) رحاشیه نوشته " سحه، سر فرار نمود، (۲) اصل، " ملادمت " (۳) اصل " مدح در " -

عالم و ماهر - عرب را بطوری گفته که هیچکس نمی تواند، بلکه درین باب بملك الشعر ا هم حرف است - چون کلامش، سب و سعت، جامع

(نقه) کم تران یافت، و بعید ترجمه اشعار فارسی در ابایش سیار - عالما عمدا برای تعلیم ترجمه نظم بدلم بدیگران گفته باشد - میفرماید،

تیرے قدم کا ہر گاہیں حاشاں رمیں یر رکھیں گے سر کو اوس صاحب دلاں رمیں یر
حافظ گوید،

ر رمیی، کہ شان کف یای تو بود سالها سجده صاحب طراں خواهد بود
و ر میر حروف صله مرقع آرد، ماند، سے و یر و کر و میدام کہ در رنجه
رای شهرت استاد همچان ناید، کہ در استعمال معردات ہدی ہردو رابر اند، مگر الفاظ
ران دیگر - و ترک جست و سست و مواقع حروف روائط یہ در گفتار عامہ و حاصل
یک شهر، کہ معردات کلام ہمہ یکی باشند، بدین چیزها تفاوت در مراتب حسن و قبح کلام
سیار باشد - و الفاظ معرودہ حاشاں میر مطوع فی، چہ گاہی نکسر ہدیء دہم می آرد و گاہی
اعت قاموس»

و عایت حسین خان مہجور، در مدایج الشعر (۳۶ الف) می گوید، «اسم سامی
و نام نامی آن شاعر بگاہ، وحید زمانہ، کشف اسرار مالا یحلی، میر محمد تقی، علیہ الرحمہ
مولد و موطن آن صاحب سخن اولاً شہر اکراآباد، و بعدہ در شاہجہاں آباد دہلی است» -
و ار حظ محمد محسن المحاط برین الدین احمد، کہ رسدہ دیوان چہارم میر،
(محموط نکاحانہ ریاست محمدآباد) ثبت افتادہ، بدریافت میرسد کہ میر «رور جمعہ ستم
شعبان الماکرم وقت شام سہ یکہرار و دوصدوست و یح ہجری (۱۸۱۱ع)» در شہر اکہو
در محلہ سٹہٹی، بعد طی ۱۰ عشرہ عمر، بخوار رحمت ایردی بیو سستد، و رور شدہ سست
و یکم ماہ مذکور وقت دوہر، در اکہاڑہ بہم، کہ فرستان مشہور است، بردقور
اقرای حویش مدفون شدہ» - (مقدمہ کلیات میر، آسی، ۸) -

و ر ہمیں تاریخ اتفاق ارباب تذکرہ است، باستنای انتخاب کہ درو عالما ار راہ
سہو ۱۲۲۲ھ (۱۸۱۰ء) نوشته شدہ -

در کتابخانہ عالیہ رامور، ۵ سحہای حطیہ دیوان و کلیات میر یافتہ می شود -
یکی از بسہا، کہ مشتمل بر ہفت دیوان و فیض میر و ذکر میر می باشد، شیخ لطف علی حیدری
بین ۲۷ رمضان ۱۲۴۵ھ (۱۸۳۰ء) و سلج رمضان ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۱ء) برای مرزا قہرعلی
صاحب، نوشته بود - ار الواح درین وحد اول رگیش و صوح می پیوند کہ کاتب در نقل
اس سحہ اہتمامی نگار بردہ است - و ار اول کتاب تا آخر ردیف الام از دیوان سوم،
درین السطو رو رخواستی مطالب اشعار را در زمان فارسی شرح کردہ شدہ است - کاتب این
خواستی، کہ بالحریم غیر کاتب سحہ است، ہیچ حاشاں خود را شان نمی دہد - اما بعید
یست کہ همان مرزا قہرعلی صاحب باشد کہ رای او این سحہ نوشته شدہ -

کہی میر اس طرف آکر، جو چھاتی کوٹ حاتا ہے
 حاتا ساہد ہے، اپنا تو کلیحہ ٹوٹ حاتا ہے
 جو یہ دل ہے، تو کیا سر انعام ہوگا ؟
 تہ حاک بھی حاک آرام ہوگا ؟
 حفا و حور سہے ، کچ ادائیاں دیکھیں
 بھلا ہوا کہ بری سب برائیاں دیکھیں
 تری گلی سے سدا ، اے کسیدۂ عالم !
 ہراروں آبی ہوئیں چار پائیاں دیکھیں
 گرم مجھہ سوختہ کے پاس سے حاتا کیا تھا ؟
 آکر لیسے مگر آئے تھے ، یہ آنا کیا تھا ؟
 دیکھسے آئے دم مرع ، اے مہ یہ نقاب
 آخر ومت مرے ، مہ کا جیہا کا تھا ؟
 آرار دیکھسے کیا کیا ، اوں ناکوں سے اٹک کر
 حی لیگئے نہ کاٹے ، دل میں کہلک کہلک کر
 ہم حسہ دل میں ٹھہرے بھی (۱) نازک مراجر
 تیوری حٹھائی تو نے کہ یہاں حی نکل گیا
 چھٹڑا ہے کس نے ، سو تم عصے ہوئے کھڑے ہو ؟
 یہہ باب اسی کا تھی ، حسیر اولحہہ یڑے ہو (۲)
 ہوتے ہیں حاک رہ بھی ، لیکن نہ میر ایسے
 رستے میں آدھے دھڑٹک مٹی میں تم گڑے ہو

(۲) ماہیں القوسیں ار اصل ساقط شدہ است (۲) اصل ، «الحبہ رہے ہو» و درسحنہ
 بواکشر (۱۹۳۰ء) مصرع اول نایں طور واقع شدہ ، «راہوں کو میں چھو ا، سو
 عصے ہوئے کھڑے ہو» -

و معص شدہ گفت کہ «اگر دماغ نواب وفا می کرد، دماغ من کجا وفا می نماید؟»
مطابق یاس حضور نہ نمود۔ نواب، کہ خود حان محسم بودہ، استمالہ مراج
میر نکال مہرانی و منتہا نمودہ، نقیۃ قصیدہ ہم تمام شنید، و خاطر
ملا ہیج اکر، باوصف اسکہ او نا نواب صبیحہ احوث داست۔ عرصہ کہ
تشریح صفا و بیان کمال آن سیدالسررا از قدرت قلم و زبان را بد
است۔ بعد نواب ہم رنگائی اسرار کرد۔ سہ چہار سال سدہ کہ در
اکھنؤ وفات یافت۔ نسس «دیوان» و لک «دیوانحہ» و چند مثنوی،
«سکار نامہ» و «طاری ہولی» وغیرہ۔ کہ باسارہ وریر مرحوم نوشتہ
بود، ہمہ در زبان ریختہ، و چند حروف و بطم فارسی، در دہر نادگار
کراسہ است۔ چنانچہ تاریخ آن نگاہہ زمانہ، مررا معل فرارہ، کہ ہصما
لنفسہ۔ عافان تلخیص در کلام میگرارد، درین قطعہ بطم فرمودہ، تاریخ،
حب دل احباب یر، موح ریح و الم

(۱۹۱ الب) و نمۃ حان گذار میر تی کا ہوا

مادہ تاریخ کا، یر نرد لے و ہیں

درد کے رو سے کہا، «آج بطری ہوا»

(۵۰۲۲۵)

ایں چند شعر ار کلام آن حادو کردار درس حا بو ستہ می سہا،

یڑی ہے آنکھہ حاکر، ہر دم، صفا یں ر

سو حی کہے تھے فرداں، اوس و۔ وح کے دن ر

نام خدا، نکالے کیا یاؤں رفتہ رفتہ

تاوار یں جلیساں ہیں اوسکے تو اب چلیں ر

ہمارے آگے برا حب کسی لے نام لیا

دل ستم زدہ کو ہم لے تھام تھام لیا

ہر گھڑی ہم سے کیا ادا ہے ؟
 ہے رہے ا بیگانگی ، کہو اوس نے
 نہ کہا نہ کہ «آسا ہے یہ»
 دبح کر مجھ کو ، یار ہستا ہے
 سملو ! (۱) لوٹے کی حا ہے یہ
 میر کو کیوں نہ معتم حابیں
 اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ
 یہاں اپنی آنکھیں پھر گئیں پر وہ نہ آیا
 دیکھا نہ ، بد گمان ہمارا بھلا پھرا ؟
 طالع پھرے ، سیمہر (۲) پھرا ، قلب پھر گئے
 چندے وہ رتک ماہ حو ہم سے جدا پھرا
 حابہ خراب میر بھی کتا عبور تھا ؟
 مرے موا پر اوسکے کہو گھر نہ آیا
 (۱۹۲ الف) پھرے کتک شمہر میں اب سوی صحرا رو کیا
 کام اپنا اس حیوں میں ہمے بھی کسو کیا
 کیا چال نکالی ہے کہ حو دیکھے سو مر جائے
 بہچک کوئی رہ جائے ، کوئی حی سے گزر جائے
 لے رنگ ے نہائی ، نہ گلستان نہایا
 بلبل نے کیا سمجھ کر ، یہاں آتیاں نہایا ؟
 اوڑنی ہے حاک ، یارب ، شام و سحر جہاں میں
 کسکے عمار دل سے یہ حاکداں نہایا ؟

دن نہیں، رات نہیں، صبح نہیں، شام نہیں
 وقت ملے کا مگر داخل ایام نہیں ؟
 (۱۹۱) کہتا ہے کون، میر، کہ بی اختیار رو ؟
 ایسا تو رو کہ رونے پہ تیرے ہنسی نہو
 اعجازِ مہ تکے ہے ترے لب کے کام کا
 کیا ذکر یہاں مسیح علیہ السلام کا ؟
 یارِ جمن وہی ہے لعل سے، گو حراں ہے
 ٹہی ہو رد بھی ہے، سوشاحِ رعراں ہے
 عشق کو بیچ میں، یارب، تو بہ لایا ہوتا
 یاس آدمی میں دل بہ مایا ہوتا
 کم اٹھانا (تھا) (۱) نقاب، آہ ! کہ طاق رہتی
 کاش یکبار ہمیں مہ بہ دکھایا ہوتا
 کھلاسنے میں حویلی گڑی کا پیچ اوسکی، میر
 سمد سار یہ ایک اور تارِ سہ ہوا
 حم گیا حوں کم قاتل پہ، رس، تیرا میر
 اوں نے رو رو دیا کل، ہاتھ کو دھوے دھوتے
 دل ہے مجروح، ماجرا ہے یہ
 وہ نمک چھڑکے ہے، مرا ہے بہ
 آگ تھے ابتدای عشق میں ہم
 اب ہو ہیں حاک، اتھا ہے یہ
 بس ہوا نار، ہوچکا اعضاء

اب کیا مرے حوں کی تدبیر، میر صاحب؟
 (۱۹۲) کھچتی نہیں کہاں اب ہم سے ہوا کی گل کی
 نادر سحر لگے ہے جوں تیر، میر صاحب!
 سر دلی سے کی میں تا صورت
 وہ ملا کوئی آسا صورت
 حلقے آنکھوں میں یڑگئے، مہہ رد
 ہو گئی، میر، تیری کیا صورت؟
 کل لیگئے تھے ہار ہمیں بھی جس کے بیچ
 اوسکی سی ہو وہ پائی گل ویاسمن کے بیچ
 کستہ ہوں میں ہو سیریں رانیء یار کا
 ہوتی رہاں وہ، کاس! ہمارے دھن کے بیچ
 گر، دل حلا بھایا ہی، ہم ساتھ لے گئے
 تو آگ لگ اوٹھے گی ہمارے کس کے بیچ
 ہے پھر، وہ خود دکھے نظر بھر کے، جس نے، میر
 رہم کیا کہاں مرہ برہم ردن کے بیچ
 فرہاد و قیس جس سے مجھے چاہو بوجھلو
 مسطور ہے ہمیر بھی اہل واک کے بیچ
 ہجر میں حوں ہو گیا عم سے
 دل نے پہاں تہی کیا ہم سے
 دھوتے ہو اسک حونی سے دست و دھن کو، میر
 طور ہمار کیا ہے، حو ہے یہ وصو کی طرح؟
 سحر گوش گل میں کہا میں لے جا کر

سرگستہ اسی کس کی ہابہ آگئی تھی مٹی؟
 حو یرحردن فصا نے بہ آسمان سایا
 اس صحن پر بہ وسعت، اللہ رہے، تیری ودرہ^۱
 معمار نے قصا کے، دل کیا مکان سایا^۲
 ہار آئی ہے، عچے کل کے بکلے ہیں گلائی سے
 نہال (۱) سبر جھو میں (۲) ہس گلستان میں سرائی سے
 ہر نات بر حسوت، طرر حتما تو دیکھو
 ہر لمحہ لے ادا، اوس کی ادا تو دیکھو
 گل برگ سے ہے بارک، حوبیء یا تو دیکھو
 کیا ہے چمک کھمک کی، رنگ حما (۳) تو دیکھو
 سایہ میں ہر یلک کے حواہدہ ہے (۴) قیامت
 اوس فتہ رمان کو کوئی حگا تو دیکھو
 ناع گو سر ہوا، بر سر گلزار کہاں؟
 دل کہاں، وقت کہاں، عمر کہاں، بار کہاں؟
 لک جہاں مہرو وفا کی حدس تھی مہرے کے
 لیکن اوسکو پھر ہی لانا، جہاں میں لے گیا
 ریختہ کا ہے کوتاہ اس رتہ عالی میں، مہر
 حو رمیں نکلی، اوسے تا آسمان میں لے گیا
 بولا، حو مویرساں آنکلے مہر صاحب
 «آنا ہوا کدھر سے، کہیے فقیر صاحب^۱»
 سیون میں سب کے، ٹوٹی رنجیر، مہر صاحب

(۱) اصل، «ہالی» (۲) اصل، «جھو میں» (۳) اصل، «حفا» - و در سحنہ نو اکشور
 (۴) «چمک کھمک کی» (۲) اصل، «حواہدہ قیامت» -

کیا ہے ؟ رنجیر نہیں ، دام نہیں ، مار نہیں

جھکنا برق کا کرتا ہے کار تنغ بھراں میں

رسا مینہ کا داخل ہے اوس بن تیراراں میں

سوار مست کعسے میں ، پکڑے گئے ہیں ہم

رسوائی کے طریبی کے کچھہ نا بلد نہیں

(۱) نہ دماغ ہے ، کہ کسو سے حا کریں گفتگو ، عم یار میں

نہ فراع ہے ، کہ فدیروں سے ملیں حا کے دلی دیار میں

کوئی سعادہ ہے ، کہ سہرا را ہے ، کہ ہوائی ہے ، کہ ستارا ہے ؟

۳۳ ہی دل حو لیکے گڑس کے ہم ، تو لگے گی آگے مراد میں

حہکیں ٹک کہ حی میں چمھی سمی ، ہلیں ٹک کہ دل میں کھی سمی

نہ حولا گے پلاکوں میں اوسکی ہے ، نہ چھری میں ہے نہ کڈر میں

ہارا آئی ، کھلے گل پھول تنایداع رضواں میں

حہلک سی مارتی ہے یکھہ سیاہی ، داع سوراں میں

ہت تھا شور وحشت سرمیں مرے ، سو مصور نے

لکھی تصویر ، تورنجیر ہاے کھیج لی نا میں

سر کاٹ کے ڈلوا دے ، اندار تو دیکھو

پامال ہے سب حلق خدا ، باز تو دیکھو

(۱۹۳) صغف بہت ہے ، مہر ، تمہیں اب اوسکی گلی (میں) مت حاو

صبر کرو ٹک اور بھی ، صاحب ، طاقت حی میں آنے دو

ہارا آئی نکالو مت مجھے اب کے گلستان سے

مرا دامن پھٹے ، تو ٹالک دو گل کے گریباں سے

» کہلے سد ، مرع جس سے ملا کر ،،

لگا کہے، « فرصت ہے یہاں ایک تسم

تو وہ بھی گریباں میں منہ کو چھپا کر»

تناسب پہ اعصا کے اتنا متحتر

نگاڑا تھھے ، حوصورت ببا کر

امیروں تک رسائی ہو چکی س

مری مت آرمائی ہو چکی س

شرر کی سی چمک ہے ، فرصت عمر

حماں دی ٹک دکھائی ، ہو چکی س

(۱۹۳ الف) دی کے پاس یکھہ رہتی ہے دولت،

ہمارے پاس آئی ، ہو چکی س

فکر میں مرگ کے ہوں سر دریش

ہے عجب طرح کا سفر درپیش

کیا پتنگے کو سمع روئے، میر ؟

اوسکی بھی شب کو ہے سحر دریش

دل حلا، آنکھیں حلیں ، حی حل گیا

عشق نے کیا کیا ہیں دکھلائے داع

صحت کسی سے رکھے کا اوسکو نہ تھا دماغ

تھا میر بیدماغ کو بھی کیا بلا دماغ

میر ، آج وہ بدمست ہے، ہسیار رہو تم

ہے بیجری اوس کو ، حردار رہو تم

اوسکے کا کل کی پہلی کو بھی تم بوجھے، میر ؟

تسلی ہے موقوفِ رحمِ دگرِ ی
 دل حلتے یکجہ بن نہیں آتی، حال نگڑتے جاتے ہیں
 جیسے چراغِ آحرشب، ہم لوگ بڑتے جاتے ہیں
 راہِ عجب درِ پیش ہے آئی ہمکو یہاں سے حایکی
 یار و ہمدم، ہمراہی، ہر گام بچھڑتے جاتے ہیں
 (۱۹۴ الف) ضعفِ دماغ سے، افتانِ حیراں، چلتے ہیں ہم راہِ عشق
 دیکھیے کیا پیش آئے، اتو کرتے بڑتے جاتے ہیں
 میر، بلا ناسارِ طبیعت لڑکے، ہیں حوشِ طاہر بھی (۱)
 ساتھ ہمارے جاتے ہیں، یہ ہم سے لڑتے جاتے ہیں

نالہ حبِ کرمِ کارِ ہوتا ہے
 دل، کلیجے کے بارِ ہوتا ہے
 آنکھوں کی طرفِ گوش کی درپردہ بڑھے
 یکجہ یار کے آنے کی، مگر، گرمِ جبر ہے
 وہ ناوکِ دل دوز ہے لاگو مرے حی کا
 تو سامے ہو، ہمدم، اگر تجھ میں حکر ہے
 کر کامِ کسو دل میں، گئی عرش پہ، تو کیا؟
 ای آہِ سحر گاہ! اگر تجھ میں اثر ہے
 اس عاشقِ دلِ حسہ کی مت پوچھہ ہمیشہ
 ددناں بھگر، دستِ بدل، داعِ بسر ہے
 طرفہ، حوشِ رودمِ حوں ریر ادا کرتے ہیں
 وارِ حب کرتے ہیں، منہ پھیر لیا کرتے ہیں

خدا جانے، کہ دل کس خانہ آباداں کو دے بیٹھے؟
کھڑے تھے میر صاحب گھر کے در وارے پہ (۱) حیران سے

کم ھے کیا لدت ھم آعوشی ؟
سب مرے، میر، در کنار ھے

عربت پہ مہرناں ھوے، تو میر (۲) یہ کہا
»ان کو عریب کوئی نہ سمجھو، غضب ھیں یہ«
فرہاد و قیس کے گئے، کہتے ھیں مجھ کو لوگ
»رکھے حداسلامت انھوں کو، کہ اب ھیں یہ«

حوش طرح مکاں دل کے ڈھانے میں تنہا کی
اس عشق و محبت نے کیا حاحہ حرابی کی
سکتا ھے ادھر کو دل، بہتا ھے حگر اودھر
چھاتی ھوئی ھے میری، دکان کسابی کی
بتوں کے جرم الف تر، ھمیں زجر و ملامت ھے

مسلمان بھی حدالگنتی نہیں کہتے، قیامت ھے
زنہار! نہ حارورش دور رماں پر
مرنے کیلئے لوگوں کو طیار کرے ھے
کیونکر نہ ھو تم میر کے آرار کے درے؟
یہ جرم ھے اوسکا کہ تمہیں پیار کرے ھے

رکھتا تھا ہاتھ میں سررشتہ بہت سیسے کا
رہگیا، دیکھ رفوچاک، مرے سیسے کا

کئی رحم کھا کر، تڑپتا رہا دل

شاعری دوشن بدوشن مررا رانده، و آیت بلاغت از مصحف شهرت

(بقیه) و در تکملة الشعرا (۱۱۳ الف) می نویسد: «حواحه میردرد منخلص بدرد، حلف الصدف حواحه محمد ناصر عدلیب تحلیس است. سلسله ارادت ایشان محصرت هماءالدین «شد» «فدس سره» میرسد. و او بر برگ مش و درد مد پیشتر شعر ریخته می گشت. چنانچه دیوانش در زمان ریخته، که عارت از زبان اردوی شاهجهان آباد است، مشهور. و از چند سال طبعیت آن اهل کمال موحه هارسی گوئی است. اکثر رباعیات مصوفانه او سمع رسیده، بلکه يك مرتبه حروی از اشعار عریلات و رباعیات خود از دستخط حاتم بقید قلم در آورده عادت فرموده بدرد. العرص او از مشایخ کرام دوی الاحترام دهل بوده، و بسیار بکروفر و تمکات طاهری سری برد. و اکثر سلاطین وقت و اممای عصر شاه عالم بادشاه در خدمت او آمده مستعید می شدند. و در اندای هرامه مجلس و نظری عرس در خانه آن بر برگ از ترتیب می یافت، و اردحام حلاقی از فقرا و مشایخ و علما و عوام الناس می شد. و اکثر مجلس سماع می کرد، و بر فقرا حالات طاری شدی، و وفوالان کامل من دران مجلس جمع می شدند. و حرد هم آن صاحب حالات منبیه هر من موسیقی درك کمال داشت، که اگر موسیقی دانان ارو احد می کردند. اگر چه شاعری دون مرتبه او برد، فاما سحر صاحب کمال و حوش مقال و صاحب فصل و کال و اهل مقال و حال برد. چند سال شد که اریں دار ملال انتقال کرد.»

و مثلا، در گلش سخن (۲۳) گفته: «حواحه میردرد، حلف الصدف حواحه ناصر دهلوی است. مکر دایره اهل کمال، سخن سحر، نکه رس، شریں مقال. قطع نظر از مهارت فنون سخن، که دون مرتبه آن والا مقام است، در حد پرستی و تحمل مصایب و تسلیم بواب بطیر خود ندارد. سید عالی مرتبت، مقیم گرشه عرل، رهرو شهرستان تبرید، و سایر کوچه تحریر. دیوان ریخته اش اگر چه از هزار بیت متجاوز است، لیکن همه يك دست، و احتیاج به انتخاب ندارد. در شاهجهان آباد تا این زمان که سه یکبار و یکصد و بودو چهار هری است، گرشه اروا اختیار نموده، بهره یاب موصات دامنای الهی است.»

و مولوی عبدالقادر چیف رامپوری، در روزنامه خود (۶۲ الف) نوشته: «مرار حواحه میردرد است که رباعیاتش و عریلای ریخته هم درد آمیز. رساله آه سرد و ناله درد، و واردات، از معصمات وی گزاه به تحروی «لم تصوف و دلیل مرشگانی» او در مابیل دقیق این من اند.»

و حسین قلی خان عاشقی، در نشر عشق (۲۵۴ ب) مذکور ساخته: «درد منخلص المشتر نخواحه میردرد شاهجهان آبادی، حلف الصدف و ولد ارشد حواحه محمد ناصر عدلیب تحلیس است که از احماذ اتحاد شیخ هماءالدین نقشند، رحمة الله علیه، بود در تصوف و زهد و اتقا و آزاد وضعی یگانه زمانه. کلامش همه یر درد (نامی)

سیوم ار طبقه اولی ، امیر قشون سخنوران ، سردار لشکر

شاعران، عارف انواع معانی، واقف رموز سخن سنجی و نکته دانی،
حواحه میر المتخلص بدر (۱) عفی الله عنه، که کیت فصاحت در میدان

(۱) نکات: ۷۷، گردبری: ۱۲ الف، فصل: ۳۱۹ الف، محرن: ۳۸، چستان: ۷۵،
حسن: ۵۰، طاق: ۳۰، گلر: ۵۶ الف، لطف: ۹۸، عقد: ۴۰ الف، تذکره: ۳۲ الف، بحر:
۲۴۰، ۱، شبنه: ۶۳۰ الف، تاریخ: ۱۶۸، گلسته: ۱۵، طقات: ۷۹، سرایای: ۱۰۲، ۲۴۷، ۲۶۹؛
جدوله: ۱۴۹، تبسم: ۲۸، سخن: ۱۵۸، شمع: ۱۵، تقصار: ۱۹۲؛ آب حیات: ۱۸۴؛
طور: ۳۵، حجاب: ۱۶۸، ۳، گل: ۱۷۰، انتخاب: ۱۱، قاموس: ۲۳۷، ۱، عسکری:
۱۱۷، حواهر: ۳۵۵، ۲، اشپنگار: ۲۱۸ -

حان آرزو، در مجمع المایس (۱۵۰ الف) می فرماید: « حواحه میر، درد
مخلص، پسر حات عرفان آب حضرت حواحه محمد ناصر، سلمه ربه - سلسله آثای او دلاشبه
حضرت حواحه بهاء الدین محمد نقشبند میرسد - از بررگی و کمال حاراده او چه توان
بوشت؟ علی الخصوص والد بررگزار او، حواحه محمد ناصر که امروز فلک شمس هدایت است.
العرض حواحه میر حواهیست حبلی صاحب فهم و دکا، و ناشر سار ربط دارد، سیما
ریخته که الحال در هندوسان رواج دارد - فارسی هم خوب می گردید، چه بسیار مذاق
آشنا است - بالقوه اش آنچه دریافت می شود، اگر تعالی می آید، انشاء الله تعالی،
ارجمه آنها می شد که در فن تصرف صاحب نامند - زبان فارسی رباعی اکثر می گردید،
و باین عاخر ربط خاصی دارد، حلی شفت راحوال این می نماید - »

و حیرت، در مقالات الشعرا (۳۷ الف) می رسد: « حواحه میردرد، ولد حواحه
ناصر عدلیه، از متوطنین شاهجهان آباد، رسائی فهم و علوی استعداد موصوف است
اکثر شعر ریخته می گردید، و گاهی بلف فارسی هم مایل - »

و شوق رامپوری، در حام جهان نما (۳۵۶ الف) می گردید: « حواحه میردرد
نقشبندی، جامع علوم و تصرف بود - ست ارادت و حرقت باطنی از پدر بررگزار خود،
حواحه ناصر داشت - و او ست مریدی از قدوة السالکین شاه گلش، که در عهد اورنگ
رب عالمگیر مقتدای زمانه بود، داشت - و حواحه میردرد ویش صاحب ست و اهل دل بوده،
و مجموع اوصاف و اخلاق حمیده اتصاف داشت، و در ترک و تحریر و استعنا مستثنی وقت
خود بود، و در ظم و ثمر مهارت تمام داشت - شعر هندی و فارسی متصوفانه خوب
می گفت - اکثر رباعیات در تصوف موروں کرده، که ازان یاشیء درویشی واضح
و لایح می گردد - و رسائن « نانه درد » و « آه سرد » در سلوک خوب گفته - از مشاهیر
مشایخ وقت بوده - در دویم هر ماه مجلس سماع بخانه او شدی، و اکثر مشایخ کرام دهل
مجمع می شدند، و حالات برایشان طاری می گشت - مردی و حیه، اهل درد، صاحب سست
بود - در سست و تسعین و مایه و الف هجری ازین جهان بدار الف را رحلت کرد - » (افق)

آن یگانہ دور اور، رنان مہمت بیان ہرچہ پیش آرد، بخاست۔ گوید کہ دیوان اوہم مثل دیگران ضخیم (۱) بودہ، روری خود متوحہ شدہ، قریب یکہزار ویاضد شعر مع رباعیات انتخاب کردہ، باقی راپارہ نمودہ، ناب نیست۔ حالا ہرچہ رواج دارد، همان مستحب دیوان اوست۔ واقعی کہ کلام آن عارف معانی عجب مرہ و کیفیتی دارد۔ و اشعار فارسی، ایں وحید عصر ہم بہ سمت میرو مررا متار است، علی الخصوص رباعیات۔ و بیانی دیگر کمالات او ار تصنیفات کتب تصوف و ارشاد حلق و تہذیب اخلاق و تالیف قلوب و استعما، کہ آن شہرہ آفاق دانتست، ار حریر مستعسی است، چرا کہ در عصر خود، یکی ار مشاہیر صوفیہ ساجہماں آباد بودہ۔ درہ درہ ہندوستان، مثل آفتاب، اورامی شناسد۔ چند شعرا دیوان ہم در بحالت شدہ۔ و آن ایست :

کہیں ہوا ہے سوال و جواب آنکھوں میں ؟

یہ لے سب نہیں، ہم سے حجاب آنکھوں میں

مرگیاں تر ہوں، یا رگے تاک برندہ ہوں

حوں کچھ کہ ہوں، سو ہوں، عرض آفت رسیدہ ہوں

ہر شام، مثل شام، رہوں ہوں سیاہ پوش

ہر صبح، مثل صبح، گریباں دریدہ ہوں

ای درد، چاچکا ہے مرا کام صحت سے

میں عمر دہ تو، فطرہ اسک چکیدہ ہوں

حاؤں میں کدھر ؟ حوں گل باری، مجھے گردوں

حانے نہیں دیتا ہے، ادھر سے نہ اودھر سے

و نام آوری رو بروی میر بر خوانده - و الحق که چنین بوده است، چه کلام صفانظام او، اگرچه کم است، لیکن در متانت و چستیء تالیف زیاده از مررا است، و دیوان اشعارش، اگرچه بضخامت (۱) کمتر، اما در روانی و مره با همه دواوین (۲) میر همپاست - در تعریف آن و حید عصر، قلم هرچه نگارد، رواست؛ و در وصف (۱۹۲ ب) و محمد

(بقیه) و گداز است، و مصامیش پر بار و نیاز - «میرا محمد رفیع السودا در عصر خویش سرآمد ریخته گریان هند است - و در فارسی هم دیوانی ترتیب داده - کلامش همه تصوف است - درست و سوزیم هر ماه مجلس سرود و مشاعره در کاشانه فیض شاه اش مرتب می گشت و تمامی شعرای دار الخلافه و نغمه سبحان حاضری آمدند، و خورد هم در علم موسیقی مهارتی کلی داشت - چنانچه ناهور معمول قدیم مجلس سرود بخانه او آراسته می شود - نحو یکه میرا محمد رفیع محتاج سرودا در مدح و قدح استاد وقت بود، ذات میر در رباعی گزنی بی بدل و یکتا - تاریخ ست و چهارم صبر روز همه سه یکبار و یکصد و بود و نه بروصه ر صرا حرامید - چنانچه میر محمد محرم متخلص ناتر، برادر ایشان، می فرماید:

وصل باشد چون وصل او یا «وصل حواحه میر درد» آمد بدا

و در شاهجهان آباد بیرون ترکان در واره مقبره آمانی خویش، که الحال ماعظه حواحه میر درد اشتبار دارد، مدوون گشت - اکثر رسائل در تصوف، مثل «ناث درد، و آه سرد،» و غیره متصفی ساخته، و دیوان عرب فارسی مختصری ترتیب داده که در حین تحریر مجموعه هدا مؤلف از شاهجهان آباد عاریت طلبیده بود -

و مبهجور، در مدایح الشعرا (۲۲) تراسم و مجلس و ذکر والدش اکتفا نموده لطف، وفات میر درد را در ۱۲۲۰ (۱۷۸۷) و فی الکلمات، در ۱۱۹۶ (۱۷۸۲) و شمیم، در ۱۱۵۹ (۱۷۷۶) و جدولیه در ۱۲۰۹ (۱۷۹۳) معرفی کرده - اما صاحب ویر متفق علیه اکثر ارباب تذکره ایست که در ۱۱۹۹ (۱۷۸۵) رحلت کرده است - چنانچه «وصل حواحه میر درد» مادهء تاریخ وفات اوست - و بنادر (حافظه دیوان درد، محمدی، لکهنو، ۱۲۷۱) می فرماید:

بلدم بدار، کان هست از علامش یکی حسرت از وقت وصل و رور و ماهش چون حر اک یهرشت مانده، هات کرده و او یلا و گفت «هانی» بود آدینه و ست و چهارم از صبر» در حصوص شمیم می توان گفت که از سهوی کاتب بحای عدد ۹ عدد ۵ مدرج شده است -

کتاب خانه طایفه رامپور، یک نسخه مطبوعه را، که در لکهنو در سه ۱۲۷۱ چاپ شده، و پنج نسخهای خطیه از دیوان درد را داراست (۱) اصل: «رحامت» (۲) اصل: «دوا»

گل سامے داماں سے منہ ڈھاپ کر آوے
 قاصد سے کہو: »پھر حبراودھر ہی کو لے جائے
 یہاں بیجبری آگئی ، حب تک حرا آوے«
 کہتے ہیں کہ نکدست تری تیغ چلے ہے
 تب جائیے ، حب یک دو قدم چل ادھر آوے
 تھپی کو حو یہاں حلوہ ورمسا بدکھا
 برابر ہے ، دیا کو دکھا ، بدیکھا
 تعامل لے توئے یہ یخہ دن دکھائے
 ادھر توئے ، ایکں ، بدیکھا ، بدکھا
 کر ہیں یہی (۱) ڈھگ بیرے ظالم
 دکھیں گے ، کوئی وفا کریگا
 ہے بعد مرگ بھی وہی آہ و فغان ہبور
 لگتی نہیں ہے تاو سے مہری رباں ہبور
 (۱۹۵ب) موت، کیا آکے میروں سے تھپے لیا ہے؟
 مرے سے آگے ہی ، نہ لوگ نہ مر جائے ہیں
 آہ! معلوم نہیں ساتھ سے اپنے ، سہرور
 لوگ جاتے ہیں چلے ، سو یہ کدھر جاتے ہیں
 تا قیامت نہیں مٹے کے دل عالم سے
 درد، ہم اپنے عوص چھوڑ »آر« جاتے ہیں
 ہر دم بتوں کی صورت، رکھتا ہے دل بظرمیں
 ہوتی ہے بت یرستی ، اب تو خدا کے گھر میں
 اگر میں بکتہ رسی سے را دھاں پاؤں (۲)

نزع میں تو ہوں، ولیے تیرا گلا کرتا نہیں
 دل میں ہے ووہی ووا، یرحی ووا کرتا نہیں
 (۱۹۵ الف) عشوہ و وار وکرسمہ، ہیں سہی حان محش، لیک
 درد مرنا ہے، کوئی اوسکی دوا کرتا نہیں

نزع میں ہوں، پہ وہی بالہ کیسے حاتا ہوں
 مرتے مرتے بھی، ترے عم کو لیے حاتا ہوں

ہر طرح رمانے کے ہاتھوں سے ستم دیدہ
 گر دل ہوں تو آردہ، خاطر ہوں تورنجیدہ
 ای شور قیامت ارہ اودھرہی، میں کہتا ہوں
 چونکے ہے ابھی یہاں سے کوئی دل شوریدہ
 ندحواہ سہی عالم گوہو وے تو ہو، ایک
 یارب! نہ کسی کے ہوں دسم بہ (۱) دل و دیدہ

کرتا ہے حگہ دل میں حوں اروی پیوستہ
 ای درد! ترا یہ تو ہر مصرع (۲) جسدہ
 رویدے ہے نقش پاکی طرح، خلق یہاں مجھے
 ای عمر رفتہ! جھوڑ گئی تو کہاں مجھے ؟

ای گل، تورحت بادہ، اوٹھاؤں میں آستیاں
 گلچیں . تجھے بندکھہ سکے، ناعیاں مجھے
 ای ہموطیاں، اب کے یہ وحشت زدہ ہر گر
 بھرنے کا نہیں، عمر کی مانند، سفر سے
 گر ناع میں حداں، وہ مرالہ شکر آوے

اندازِ ووهی سمجھے مرے دل کی آہ کا
 رنجی جو کوئی ہوا ہو، کسی کی نگاہ کا
 زاہد کو ہے دیکھ لیا، جوں نگیں، بعکس
 روش ہوا ہے نام تو اوس روسیہ کا (۱)
 ہم نے کس رات سالہ سر نکیا؟
 یر تجھے، آہ ایکھ اتر نکیا
 درد کے حال یر درا، طالم
 نکیا تو نے رحم، یر نکیا

چہارم ار طمہ اولی، رستم میدان شاعری، سہراب ممرکۃ
 سخوری، افراسیاب مملکت سخن طراری، دارای سلطنت نکتہ پرداری،
 مقدم گروہ شعرا، ثانیء میرو مررا، شیخ قیام الدین علی، المتخلص بقایم،
 کہ عرفش ایر «محمد قایم» بودہ (۲) ساعری گرشته ناقوت و تمکین، کلامش
 (۱) اصل «دیکھ کیا» در مصرع اول و «تب» در مصرع ثانی - و تصحیح ار دیوان
 مطوہ و مخطوطہ ۱۲۱۵ و ۱۲۴۱۔

(۲) نکات: ۲۰، گردیزی: ۲۱، محرن: ۷۷، جہستان: ۵۰۱؛ حسن: ۹۶،
 طقا: ۳۰؛ گلش سخن: ۸۶ الف (و درو رد کر اسم و تخلص اکثما کردہ)؛ گلز: ۱۶۲
 الف؛ لطف: ۱۳۳؛ عقد: ۶۶، تذکرہ: ۶۱؛ ہر: ۸۲، ۲؛ شیفہ: ۱۲۷؛ نایح:
 ۳۵۱؛ طقات: ۱۶۰، سراپا: ۱۰۳ و ۲۷۱، نسیم: ۲۸، سخن: ۳۸۱؛ انتخاب یادگار:
 ۳۰۱؛ حزیہ: ۲۰۶، نسیم: ۳۸۶؛ آب حیات: ۱۵۶، حاشیہ، طور: ۷۹، گل: ۱۸۲؛
 انتخاب: ۱۷، تذکرہ کاملاں رامپور: ۳۲۶، قاموس: ۱۳۸، ۲، عسکری، ۲۴۵، حواہر:
 ۷۰۳، ۲، رسالۃ رمانہ، کابور، مات حوالائی ۱۹۲۹ء، ۳ - باص: ۲۴۔

شاہ محمد حمزہ، در فص الکلمات (۲۲۰ الف و ۲۲۳ الف) نوشتہ کہ «الحال
 رفیق نصر اللہ حان بیرہ محمد علی حان است، و مہراشر، در رامپور سری رد»۔

و شوق رامپوری، در تکملۃ الشعرا (۲۴۴ الف) گمتہ: محمد قایم، قایم تخلص،
 متوطن قصبۃ چاندپور، آدم حلیق و درد مند، مجمع حوایا موصوف و در ریختہ گوئی
 در تمام ہندوستان مشہور و معروف بود۔ دیوان ہندی او شہرت دارد۔ از سحوران
 کامل در زبان ریختہ بود۔ گاہی فکر شعر فارسی ہم می کرد۔ چند عریات زبانی او سمع (نافی)

کر کو چاہوں، تو اوس کے تئیں کہاں پاؤں؟
 یہ رات شمع سے کہتا تھا، درد، پروانہ
 کہ حال دل کہوں گر جان کی اماں پاؤں
 دنیا میں کون کون نہ یکساں ہو گیا؟
 یہ مہ پہر اس طرف نکیا اون نے جو کیا
 ایک تو ہوں شکستہ دل، تسپہ یہ جور، یہ جما
 سغنی، عشق، واہ وا! حی نہوا، ستم ہوا
 اوسکو سکھلائی یہ حفا تو نے
 کیا کیا، اے مری وفا، تو نے؟
 بیکسی کو کیا عت یکس
 قتل (۱) کر محکو، کیا لیا تو نے؟
 درد کوئی بلا ہے ستوح مراج
 اوس کو چھیڑا، را کیا تو نے
 فرصت رنگی ہت کم ہے
 معتم ہے یہ دید، حو دم ہے
 درد کا حال کچھہ پوچھو تم
 ووہی رونا ہے اور وہی عم ہے
 نہیں کچھہ محسب سے جان کا محکو تو اندیشہ
 کمہیں ایسا نہو وے، ہاتھ سے وہ چھیں لے شیشہ
 صورتیں کیا کیا ملی ہیں حاک میں
 ہے دویہ حس کا ریر رمیں

مثل لآلی، آندار، همه با آب و تاب - تالیف کلمات و بدش الفاظ او، اگر نگاه کنید، قدم بقدم مررا است، و ار برشتگی و شکستگی، آن، اگر گفته آید، بی شبه بامیر هم اداست - حق ایست که پایۀ کلام لطافت انجام این سخن طرار بهیح وحه ار کسی فروتر بیست - عجب طرر لطیف و وضع بطیف اختیار کرده، که لطف و کیفیت هردو اوستاد را شامل، بلکه به بعض مقام ترحیح طلب است - و فرق همین قدر است که آن بررگ ساگرد مرراست و س، لهذا مانند اوستاد خود جمیع اقسام سخن را گفته، و داد ساعری، در هر قسم، نوعی که حق آن بوده، داده - (۱۹۶ ب) کلام این محقق بیر، مثل اوستادان مسطور الصدر. در مورویان بی تأمل سمد است، و خود هم نزد همه سخن سخا مسلم الثبوت و مستند - فرق بدش قصیده ار عرل، و عرل ار رباعی، و رباعی ار دیگر اقسام، در کلیات همین صاحب اندار ار هم متمیز، چه هر قسمی که گفته، آرا ار حدش هرگر متجاوز سدن بداده، بر همان اندار که وی را می نالسد، نگاهداشته است، بخلاف کلام دیگر اوستادان، که عرل بعضی اراں برقی نموده، بمثلت قصیده رسیده، و قصیده بعضی فروتر سده مساوی عرل گردیده، و برین قیاس است حال دیگر اقسام در دواویس (۱) آنها - بالجمله شخصی کامل بود - طاهر حال خود را لباس درویدی آراسته میداشت، و هر مجمع و محفل که پامیگراشت نکمال عرت و احترام استقامش می نمودند - یسر اووات شریف خود را رفاقت بواب مجدیارحان و پسرش بواب احمدیارحان افغان گزرایده، چند سال تنده که ربیو فائی دیا بطر نموده، برک این جهان فانی کرد، (بقیه) اختیار کرده -

يك نسخه خطیه از دیوان فایم در کتاب خانه عالیۀ رام پور محفوظست

(۱) اصل: "دواویس" -

یرمزہ ونہایت متین، دیوانش سراسر انتخاب، و اشعار دلنیزش

(بقیہ) رسیدہ -

مولوی عسر شاہ حان آشفتمہ رامپوری، دردِ بایحہ دیوان ریختہ خود (ورق ۳ الف کہ در سہ ۱۱۲۳ء (۱۸۲۱ع) نوشتہ، می گوید: «عرض کرتا ہے۔ عسر شاہ حان آشفتمہ کہ عمران شاد میں .. خصوصاً مصاحبت سردفتر شعرای ہندوستان، بہتر حرای زمانہ دقیقہ گزین مہمہ دایم، قیام الدین محمد فایم کی خاطر حواہ تہی، اور منادمت او سر برگزیدہ اساتذہ نے بطور قرا و امصار اور یسیدیدہ تلامذہ دلیر دبار و دبار کو مختار شام و یگاہ تہی - جو ہم لطافت انگیز اوس رئیس شاعران بیٹل میں شب و روز سوای شعر و شاعری کے اور مد کر رہ تھا، اور اوس طوطی گلزار فصاحت کو غیر اس تذکرہ رعیت حیر کے کچھہ منظور نہ تھا، اور ہر دم بواسطت تقریر سلاست تصویر اوس شگرف بیان کے در بری عرطوانی . میرا حان حان مطہر اور حواہ میر درد، اور .. سراج الدین علی حان آردو، اور میر محمد تقی، اور .. مرزا رفیع السودا، اور دیگر احیاء و اموات رونق محالیں تسدید مقالات دلچسپ مواضع و بلاد، لاسبما حصہ و عینہ حلای محالہ رؤئ حالات دلائل شاہجہاں آباد کی سے تحریک سلاسل اردیاد اشواق ریخہ گئی ہوتی .. چنانچہ محبت اتفاق ایک دن اوقات سلوت میں رہاں زولیدہ تباں اس باوہ گو کی نے مراحہ اوس مخدوم ممدوح و معلوم کے گزارش کیا کہ اگر احارت شریف صاحب کی محور سہگونگی ہونے، بندہ بھی گاہ گاہ دو چار بیت متدل مضمون فہمہ کر کے سامعہ حراش ملازموں کا ہو۔ فرمایا کہ ہم نے مشق چہل ساٹھ بلد یرواری طایر تکر میں کیا آسمان کے تارے توڑے کہ آپ توڑیں گے، اور صلہ مالا مال گلہ اس شعل لایعی میں کون سے دحیرے رروسیم کے جوڑے کہ آپ جوڑیں گے۔ اولی واسطہ یہ ہے کہ تحصیل صواظ اشا و تکمیل روابط طب کا ارادہ صبح و مسایش نظر رہے، کہ مشی وائق و طیب حادق حراں رہے، مشیرو ندیم تو بنگر رہے۔»

اسم یدر فایم، محمد ہاشم و اسم حدش محمد اکرم بودہ است۔ باریں می توان گفت کہ اسم فایم، محمد فایم بودہ، و قیام الدین لقب اوست و کسان کہ اور اقیام الدین علی نوشتہ اند، غالباً ار وضع اسمای حانداں اویجر بودہ اند۔

اکثر ارباب تذکرہ، رحلت فایم رادر ۱۱۲۱ء (۱۷۹۵ء) معرفی کردہ اند۔ و ہمیں تاریخ درخاندانش مشہور است۔ اما در انتخاب و فاموس، غالباً با رفول دتاسی و بل، کہتہ کہ فایم در ۱۱۲۰ء (۱۷۹۲ء) فوت شد۔ آردو حلیل، در مقالہ کہ در محلہ ادنی دیا (لاہور، ماہ دسمبر ۱۹۹۰ء) نشر کردہ، می فرماید کہ «بعض مرگش رادر ۱۱۲۰۲ (۱۷۸۸-۸۹ء) و بعض در ۱۱۲۱ء (۱۸۰۲ء)، ہم نشان دادہ اند۔ لاکن سار مادہ تاریخ مسترحرہ میان حرات، اغلب و ارجح ایں است کہ در ۱۱۲۰۸ (۱۷۹۳ء) ازین جہاں رفت۔» و ہمیں سال را در مقدمہ نکات الشعرا (مطبوعہ المحسن ترتی اردو) (نافی)

چھوڑ تسہا مجھے، یارب، اونہیں کیونکر گری
 غم، جہیں آٹھہ یہر تھا، مری تسہائی کا
 عار ہے ندگ کو مجھہ نام سے، سسحان اللہ
 کام پہنچا ہے کہاں تک مری رسوائی کا
 صحن صحرًا کو سدا اشک سے رکھا چھڑ کاؤ
 بس دیوانا ہوں میں قائم تری مررائی کا
 ہو گر ایسے ہی مری شکل سے یرار بہت
 تم سلامت رہو! بدے کے خریدار بہت
 ہمدگر حب حقی آئی، تو چھگڑا کیا ہے؟
 تمکو حواہدہ بہت، ہم کو طرحدار بہت
 سچ (۱) کہو، قل بہ کسکے یہ کمر باندھی ہے؟
 ان دیوں ہاتھہ میں تم رکھتے ہو تلوار بہت
 قائم، آتا ہے مجھے رحم جوانی پہ تری
 مرجکے ہیں اسی آرار کے بیمار بہت
 راف دیکھی تھی کسکی حواب میں رات؟
 ہم سحر تک تھے پیچ و تاب میں رات
 (۱۹۷-۵) حوب بکلی ہم اوس کے کوچے سے
 ورنہ آئے تھے اک عذاب میں رات
 بس کہ حالی سی یکھہ لگے ہے نعل
 دل گرا شاید اضطراب میں رات
 چاہے ہیں یہ ہم بھی کہ رہے باک محبت
 پر جس میں یہ دوری ہو، وہ کیا خاک محبت؟

و در رام پور فیض اللہ خان والہ کہ از مدت مسکن او همان بلدہ نود
مدفون گشت - ایں چند شعرا از کلام فصاحت نظام اوست :

جو ، کوہکی ، تحفے قوت ہی آزما تھا
عوص پہاڑ کے ، شیریں سے دل اوٹھا تھا
معاملہ ہے یہ دل کا ، اسے کہیگا وہ کیا
پیام بر کے ، ہمیں ، ساتھ آپ جانا تھا
کہو کہ گور عریاں میں رکھیں قایم کو
کہ اوس کا حیتے بھی اکثر وہی ٹھکانا تھا
(۱۹۷ الف) عیش و طرب کہاں ہے ؟ عم دل کدھر گیا ؟
صدقے میں اس گرتست کے اسب یکھہ گر گیا
کیا کہیے ناتوانی عم کی خرابیاں ؟
گرشب میں دل کو جمع کیا ، حی نکھر گیا
اک ڈھب پہ کہو وہ بت گلغام بیا
دنکھا میں حو یکھہ صبح ، اوسے شام بنا
مہرست ، میں ، حو بان وفادار کی ، پیارے
دیکھی ، تو کہیں اوس میں ترا نام بیا
یڑھ کے ، قاصد ، خط مرا ، اوس دربان نے کیا کہا ؟
کیا کہا ، پھر کہ ، بت نامہر بان نے کیا کہا ؟
غیر سے ملنا تمہارا سکے ، ہم تو چپ رہے
یر سا ہوگا کہ ممکو اک حہاں نے کیا کہا
حلوہ ، چاہے ہے اسے ، (۱) اوس بت ہر حائی کا
نہ یریشان نظری حرم ہے بیانی کا

قائم ، ہے حو سمع برم معی
میں رات گیا تھا اوس حواں تک
بایا ، تو ہے ڈھیر آسووں کا
دیکھا ، تو گدار استحوٰواں تک

(۱۹۸ الف) ہم ہیں، جہوں نے نام چمنی نہیں کیا
آئی صبا حدھر سے، اودھر رو نہیں کیا
ہم ہیں، ہواۓ وصل میں اوس گل کی، درندر
حس کا صبا نے طوف سر کو نہیں کیا
قائم کو اس طرح سے تو دینا ہے گالیاں
حس کو کسئی نے آج تک تو نہیں کیا
تھا بدوبیک جہاں سے میں عدم میں اراد
آہ! کس حواں سے ہستی نے جگایا مجھ کو
یکھہ تو تھی رات حل کی، کہ شب اوس نے، محرم
عیر کے آتے ہی ، مجلس سے اوٹھایا مجھ کو
میں تو اس رات پہ مرتا ہوں کہ اوس نے، قائم
کس طرح بردے سے کل بول سایا مجھ کو
کیجے گا صلح پھر، دل یمدعا کے ساتھ
ان بن ہے یکھہ قبول کو، اپنی دعا کے ساتھ
حواں دل سے ہاتھ ملاو، تو حایہ (۱)
پہچے کیسے ہیں آپ نے اکثر حنا کے ساتھ
اوس یمردگ یار کے صدقے کہ حس کے بیچ
ہلکی سی ایک شوحی کی تہ ہو حیا کے ساتھ

گو کرے ہمکو کسی طرح تو در سے باہر
 حیتے حی حائیں کوئی ہم ترے گھر سے باہر
 تمکو کیا قدر ہے، اے دیدہ، مرے رونے کی
 ایک بوند آتی ہے سو خون جگر سے باہر
 تھی تو اک نات، پہ کیا کہیے کہ یہاں تو، پیارے
 نکلی ہی پڑتی ہے تلوار، کمر سے باہر
 بہتے دیکھا نہیں ناروں نے لہو کا سیلاب
 رکھہ ٹک، ای اشک، قدم دندہ تر سے باہر
 ایک سودا کی تو، قائم، نکھوں میں۔ ورہ
 ہے ترا طور سخن حد شر سے باہر
 بی کے مے، غیر کے رہو سب باش
 واہوا! رحمت! آفریں! سداش!
 سیہ کاوی ہے کام ہی یکھہ اور
 کوہ کن بود مرد سگ تراس
 آج آپ مرے حال پہ کرتے ہیں تاسف
 اشتعاق، عایات، کرم، مہر، تطف!
 خاموشی بھی یکھہ طرفہ لطیفہ ہے کہ، قائم
 کرنا پڑے حس میں (۱) نہ تصع، نہ تکلف
 شرمندہ نہو، نکل جگر سے
 اے سالہ بارسای عاشق!
 صحت کے مرے ہوں سب (۲) رافتاد
 اک بات ہے بار، یر نہ (۳) یہاں تک

(۱) اصل: «حسمی» - (۲) دیوان محلو ط: «یوں رافاد» - (۳) اصل: «یہ»۔

شهرت و نام ، فرید رمانه، اوستاد یگانه، که طررش از کلام همه شعرا جدا، و دیوانش، با وصف متانت و صفا، با تمام مشحون و مملو از انداز و اداسب - فی الحقیقت طرری نفس اتحاد نموده که تنوع آن بسیار دشوار می نماید - چه اگر کسی بیرونی او در یحتمگی و متانت میبکشد، تفریش بطور میر و مررا مسته میگردد، و اگر صرف در ادا سدی و صفائی آن راه اطاع می پوید، گفتارش تفریر سوان و محمضان و ناراران می بود - عرصکه این طور خاص مخصوص و حتم بر همان عواص بحر معانی بوده، که خود احتراع نمود و خود حاتم آن شد، و

(بقیه) روز روشن: ۳۰۵، آنجات: ۱۹۳۰، طور: ۵۴، حمضا: ۲۶، گل: ۱۷۹، انتخاب: ۱۹۰، قاموس: ۱، ۳۱۲، عسکری: ۱۲۴، حواهر: ۲۰، ۴۵۴، شیرنگر: ۲۶ و ۲۹۲، علوم هارث: ۳۴ -

مثلاً، در گاش سخن (۶۲) گفته «میر سید محمد، سور تحلیص، دهلوی از سادات عظیم الشان و مشاهیر، که رساییست - در اداسدی و یحتمگی و رشنگی کلام و فی کمانداری و خوشنویسی یدبضا دارد - در اوایل حال سار نکام دل ردگی سرکرد، و در او آخر برهمائی خاطر و ارسه، ترک عین دیوی نمود و اس فقر پوشید - تا این زمان، که سئ یکم رار و یکصد بود و چار هجریست، در آکھنوی می گرراند - دیوانش از هر ایت متجاوز دیده شد» -

و میر ولی الله، در تاریخ فرج آباد (۱۵۱ ب) نوشته: «میر سور سیدی بود از شاهجهان آباد، و از مریدان سید محمد راد دهلوی - در عهد اباب احمدخان، در سرکار مهران خان دیوان، عزت تمام اوقات می گرراند، و شعر لطافت و نداشت می گفت» در انتخاب، رحلتش را در ۱۲۰۹ ه (۱۷۹۷ ع) معرفی کرده، لکن در تالیق سبب هجره و عسویه صحت را نکار برده، زیرا که ۱۲۰۹ ه با ۱۷۹۴ ع تطابق دارد - و رد لطف، بعد ۱۲۱۲ ه (۱۷۹۷ ع) فوت شده - اما در قاموس و حواهر گفته که در ۱۲۱۳ ه (۱۷۹۸ ع) در گشت - و همین قول اصح است، چه علاوه بر ماده که در متن مدرج شده است، از ماده دیگر «وای داعی مانده از سور» که بر آورده، مولال آکھنوی متخلص براری است، همین سال بری آید - رجوع شود دیوان راری، محلوط، شعبه نظم فارسی، که بحاثه غایه رامور: ورق ۲۲۹ ب -

يك محلوطه از دیوان میر سور، که در ۱۲۲۷ ه (۱۸۱۲ ع) قلمی گردیده، در کتابخانه غایه رامور محفوظ است -

موتی صدف سے نکلے ہے، قائم، کب اس طرح؟
 ڈھلتی (۱) ہے نات منہ سے رے جس صفا کے ساتھ
 ہور تنوق دل بمرار ہے نافی
 بچی ہے آگے تو ، لیکن شرار ہے نافی
 گیا (تھا) آج میں قائم کے دیکھے کے لیے
 کوئی دم اور بفس کی تمار ہے نافی
 یارب، کوئی اوس چشم کا بیمار ہووے !
 دسم کے بھی دسم کو نہ آرار ہووے !
 کیا کیا عدم میں ہم ر ظلم و ستم ہو گئے !
 حرجے یہی رہیں گے اور۔ ہائے ! ہم ہو گئے
 وہ بھی کیا دن تھے کہ حی کو لاگ اوس کیساتھ تھی !
 میں تھا اور کوچہ تھا اوسکا اور اندھیری رات تھی

(۱۹۸ -) ساند وہ بھول کر، کبھی ماں بھی (۲) دم رکھے

یکساں کرو رمیں ہم رے درار کی

دل ڈھونڈنا سیمے میں درے نوالعجمی ہے

اک ڈھیر ہے مہن را کھد و ر آگے دی ہے

پسجم ار طمفہ اولی سیمفہ اندار محمودہ سخن رانی ، محو آئنے جمال

معانی، اداسد بی بطیر، ساعر دایریر، محرم درد عاشقان عم اندور ، نساہ

مر محمد المتخلص بہ سور (۳) بودہ است۔ عالم تنیر س کلام صاحب

(۱) اصل: «دیتی» تصحیح ار دیوان محلو ط - (۲) اصل: «نہی کھی یاں» - و تصحیح ار

دیوان مطلوبہ -

(۳) گردیری: ۱۳۸ (تخلص بر، وار حطیہ سافط شدہ است)، صف: ۲۲۵ الف،

محر: ۴۸، حسن: ۶۶، گار: ۱۳۳ الف، لطف: ۱۱۳، تذکرہ: ۳۸، بحر: ۱، ۳۲۰،

شیفتہ: ۸۸ الف، طقات: ۱۳۵، سرا یا: ۹۸، حدو لہ: ۱۴۱، سیم: ۲۹، سخن: ۲۲۷، (نافی)

عم ہوا ، ہاے ! یہ بڑا دل کو
 مٹ گیا لطف ریختہ گوئی
 حاك ، پھر، دے سخن مرا دل کو
 حاك میں مل گئی ادب دی
 (۱۹۹) گفتگو اب حوش آوے کیا دل کو
 کہی جرات نے روکے یہ تاریخ:
 » داع اب سور کا لگا دل کو «
 (۱۲۱۳ ھ)

تم کلامہ - ایں چند شعر ار وست :

رندگانی میں کسے آرام حاصل ہوئے گا
 ہاے ! آسودہ حہاں میں کو سا دل ہوئے گا
 تو ہم سے حو ہم شراب ہوگا
 عالم کا حگر کاب ہوگا
 ڈھونڈے گا سحاب ، چھپے کو ، مہر
 حس رور وہ لے نقاب ہوگا
 رات آنکھیں تھیں موبدیں، رخت ٹک بیدار تھا
 تا سحر، دل نحو دندار جمال یار تھا
 سور، کیوں آیا، عدم کو چھوڑ کر، دیا میں تو؟
 وہاں مجھے کیا تھی کی؟ یہاں محکو کیا درکار تھا؟
 اگر یکھہ سور نے پایا، تو میحائے بی خدمت سے
 حرم کے در پہ ، ورہ، بارہا سر مار مار آیا
 اہل امان سور کو کہتے ہیں: » کافر ہو گیا «

چنان اعتدال و دوام در کلام خود گراشت کہ کسی او را یافت ۔ لہذا شاگردانش سیار شدہ اند و باندارش نرسیدہ اند ، الاشخصی جند کہ سلیقہ کامل و ہمہ رسا داشتند ، مثل حکیم اشاء اللہ خان اشا و حکیم رصاقلی آشفته و بوارش حسین خان بوارش کہ ممر احانی شہرت دارد ۔ (۱۹۹ الف) عربلہای ایں صاحبان الہتہ از نمونہ طرر (۱) اوستاد خود حالی نمی ماند ، و مقرر یک دو شعر بہمان انداز از ایسان سر می رسد ۔ و بیان دیگر محامد و مکارم آن بیکو اخلاق از حصر تحریر قلم و احاطہ تقریر زبان بیرون و اوروست ۔ نوشتن خط ستعلیق وسیع و تیر اندازی و سواریء اسب و آداب دانیء صحت ملوک و سلاطین و خوش تقریری و خوش طبعی و طرافت و سعی و سفارش عربا بخدمت امرا ، کہ درین امور بطیر خود بداشت ، مثل آفتاب برہمہا روش و طاہراست بواب آصف الدولہ معفور از دل عاشق صحبت نمکین ایسان بود ، و کمال عزت و احترام می نمود ۔ و بواب سرور الدولہ مرحوم کہ بایب وریر بودہ ، او ہم سیار معتقد بلکہ مرید و علی ہدا القیاس جمیع اعزہ و عماید لکھنؤ خدمت میر را شرف و برکت خود میداشتند ، و صحت او عیبت می شمردند ۔ مدت شد کہ آن بررگوار ہم از دنیا ، کہ دار رنج و محن است ، اعراض کردہ ، روان حہان آورد ، و کلیات خوش را بجای خود یادگار گراشت ۔ و تاریخ آن اوستاد بیطیر ۔ میان حرات قلد ربخش چیں نوشتہ است ۔ قطعہ :

سور ماتم نے میر سور کے ، آہ !
 سمع ساں ، سں حلا دیا دل کو
 میر صاحب سا شخص نون مرحاے !

کھیچ کر تیر مار بیٹھے ، س
 سور ہے یا شکار ہے ، کیا ہے ؟
 ستیاں سستی ہیں ، اور احڑے نگر آباد ہیں
 وہ کہاں ، جبکے حدا ہوئے سے ہم ناشاد ہیں !
 مہ لگانے سے مرے کیوں تو حفا ہوتا ہے ؟
 حاتمیں ، بو سے کے لیے سے تو کیا ہوتا ہے ؟
 رونا بھی تھم گیا ، ترے عصے کے خوف سے
 تھی چشم ڈنڈنائی ، یر آسو نڈھل سکے
 مہ دیکھو آیہ کا ، تری تاب لاسکے !
 حورشید پہلے آنکھ تو مجھ سے ملا سکے
 امیدیں دلکی ساری (تو) بھر پائیں ہم نے۔ آہ !
 اے سور ، بعد مرگ تو اب مدعا ہے یہ
 دامن کشاں وہ لاش یر آکر ، مجھے کہے
 » ہے ، ہے اکسی کے پیچھے رستا ، موا ہے «
 یوں تو سبکی یہ مرے دل کی اما ہے گا (۱)
 اے فلك ، بہر حدا ! رحصت آہے گا ہے
 ايك ے سور سے بوجھا کہ » صم سے ابے
 اب بھی ملتے ہو دستور ، کہ گاہے گاہے ؟
 دیکھکر مونہہ (۲) ، گھڑی ايك میں بھر کر دم سرد

(۱) دردیاں مطوعہ یر ہیں طور واقع شدہ اما در آب حیات نوشتہ : » میں نکسے ہے
 مرے دل کی اپاہے گاہے « - » اماہو « در ہدی عمیہ امگ ، و » اپاہے « عمیہ تدبرو
 فکر وعبرہ می آید -
 (۲) اصل : » مہ « و در دیواں محلو ط : » دیکھ مونہہ اوس کا یوں اشارت سے تایا »

آہ! یارب، رار دل اون یر بھی طاهر ہو گیا
 سے ہے، سور، تو؟ ملے کا قصد مت کر، یار
 اوٹھا سکے گا تو ک بار بیدماعوں کا ؟
 مروت دتھا ، عقلت پساہا !
 ادھر ٹک دیکھ لیجو مڑ کے ، آہا !
 کٹے اوقات سب عقلت میں میرے
 حداویدا ، کریم ، بادشاہا !
 صروت العمر فی لہو و لعب
 قاہا، نم آہا، نم آہا !
 ہوئے تھے آتھا ترے بہت سے
 ولیکی سور نے اچھا ساہا
 مجھے گر حق تعالیٰ عشق میں یکھ دست رس دتا
 تو دل ان بیوفاؤں کو کوئی میں اپنے س دتا
 (۲۰ الف) قسم ہے، سور، گروہ قتل کرتا اپنے ہاتھوں سے
 توحی دتے ہوئے بھی، صورت اوسکی دیکھ، ہس دتا
 عم ہے نا انتظار ہے ، کیا ہے ؟
 دل حو اب بفرار ہے ، کیا ہے ؟
 وائے ! عقلت ، سمجھے دیا کو
 یہ حراں یا بہار ہے ، کیا ہے ؟
 کچھ تو یہلو (۱) میں ہے حلس، دیکھو
 دل ہے یا بولک حار ہے، کیا ہے ؟

نوحو ہو چھے ہے کہ »ترا دل، تا، کسیے لیا«
 سس حیا آتی ہے، مجکو مت دکا، کسیے لیا
 سرنسک تمع، آخر، تمع محفل ایکدن ہوگا
 یہ آسو رفتہ رفتہ جمع ہو، دل انکدن ہوگا
 تجھے اے دل، نعل میں محتوں سے میں نے پالا تھا
 نجانا تھا کہ تو ہی میرا قاتل ایکدن ہوگا
 کہوں کس سے حکایت آشنا کی ؟
 سو، صاحب، یہ باتیں ہیں خدا کی
 کہا میں نے کہ »یکھے خاطر میں ہوگا
 تمہارے ساتھ حو میں نے وفا کی«
 تو کہتا کیا ہے: »سس سس، چو یخ کرید
 وفا لانا ہے، دت ا تیری وفا کی«
 (۲۰۱ الف) عدم سے رنگی لانی تھی پھسلا
 کہ دیا حامے ہے اچھی فصا کی
 حمارہ دیکھے (کر) سس ہوگا دل
 کہ ہے ا طالم، دعا کی رمے، دعا کی
 اومیان، او حاسوالے اکھیواوس میحوار سے
 کوئی دیوالہ کھڑا یٹکے ہے سر دیوار سے
 ادھر، دیکھو تو، کس بار و ادا سے بار آتا ہے
 مسیحا کی موئی امت کو، ٹھو کر سے حلاتا ہے
 اشعار ادائیۃ میرسور سیار اید - چون پیش فقیر سودند، ناچار نوشتہ
 شدید ۔

یوں اشاروں سے حنا: «سر را ہے گاہے»

رات روم شراب تھی ، اور یار
حام لیتا تھا ہاتھ سے سب کے
(۲۰) کہیں منہ سے نکل گیا اپنے:

«حام لے ہاتھ سے مرے اب کے»
وہیں تیوری چڑھا ، لگا کہے:

«کچھہ بطر آئے تم عجب ڈھب کے»
میں حو پیالہ مہارا ہاتھ سے لون
ایسے تم میرے آسا ک کے؟»

تھہ کے مولی پکارتے ہیں ٹرے:
«میرے عاشق کا ناک میں دم ہے»

یہ چال (۱) باقیامت، نہ حس نا سرارا
چلتا ہے کس ٹھسک (۲) سے، ٹک دکھیو، حدارا
حوڑا لیٹے حب تک، رور حساب آخر
بلے اری ماوٹ، اے حود نما، حود آرا
کسکا نہ نرگستان؟ ترے سمید، پیارے

رور میں سے اوٹھ کر، کرے ہی پھر بطارا
بوچھے (ہے) مجھ سے، سیو: «عاسی ہے کما تو مبرا؟»

یکھہ حاتا نہیں ہے ، بھولا بہت بچارا
اتنی جراحاتوں پر حیتا ہے سور انتک

سینہ ہے ناکہ ترکش، دل ہے کہ سہگ حارا؟

تیرے کوچے میں دوبارا حوب ہم ہو کر چلے
 ڈھونڈنے آئے تھے داکو، حان بھی کھو کر چلے
 کب کب آوے ہے اتر، کیوں تجھے تنگ آتا ہے؟
 آنکلتا ہے کبھی، حی سے حو تنگ آتا ہے
 ہوا کیا وہ ترا، اے شر مگیں، چب ہو کے رہ حانا
 کبھی حو بات، کھاندا، ہوئی حو بات، سمہ حانا
 کوئی کھاتا تھا دعا، جھوٹی مدارات سے میں
 آہسہ دام میں، کیا حایے، کس بات سے میں؟
 سخت باچار ہے تقدیر کے ہاتھوں سدہ
 ورہ نون بار رہوں تیری ملاقات سے میں؟
 حی میں ہے، ار سربو حور ترے یاد کریں
 تو سے ناہ سے، ناہ و فریاد کریں
 ان بتوں کی ہے بڑی دوڑ، یہی دل شکسی
 یہ کہاں، حو نہ کسی دل کے تئیں شاد کریں؟
 ہم اسپروں کی اوسے چاہیے خاطر داری
 اور اولئی نہ کہ ہم خاطر صیاد کریں
 حو سرا دجھے، ہے نجا مجھکو
 تجھے سے کرنی نہ تھی وفا مجھکو
 آہ! لہجائوں اب کہاں دل کو؟
 چین اوس بن ہو اب حہاں دل کو (۱)
 آہ! لیجائیے کہاں دل کو؟

(۱) این مطلع در دیوان مطبوعہ (انجمن ترقیہ اردو) یافتہ می شود۔ و در مطلع دیگر
 تقدم و تاخر است۔

تسليم ارطقة اولی، برادر کوچک حواحه میردرد، که مجد میر نام دارد و اثر تخلص میگرارد (۱)، صاحب کمال آگاه فی وعالم نسرین سخن است که در عدوت و صفائی کم از برادر خود دست، بلکه در شوحی و مره ریاده تر از او - علی الخصوص مشوی، که در تعریف و بیان صحت کدام معسوقه، از قلم بار رفم او بر صفحه هستی نقش وجود گرفته، نکمال پاکیزگی و گرمی - محاوره واقع شده - بیان فصل و کمال او مستعنی از تشریح است - چون مرید خاص برادر خود بود، بعد رحلت او بر مسدس سسته، بهدایب مریدان و معتقدان مدتی مسعول مانده، آخر شربت احل چسید - دیوانش مسمورست و کلام اوهایت معمول - چند شعر ازوست :

رقیبوں نے، حماقت سے تو یہاں تک پاسماں کی
کہ اوس نامہرباں نے صد سے آخر مہربانی کی

(۱) حس : ۸ الف ، طقا ۳۴ ، گار ۸۰ ، اظف ۳۰۰ ، تذکرہ : ۵۶ ، بحر : ۴۴، ۱ ، شیفتہ : ۱۶ ب ، طقات ۲۲۰ ، شمیم ۲۰ ، سخن ۱۰۰ ، آنحیات ۱۸۵ ، طور : ۹ ، حواہ : ۱۲۶، ۱ ، گل : ۲۰۸ ، حواہ ۲ ، ۳۶۷ - یاص : ۲۲ - شوق رامپوری، در تكملة الشعرا (۳۰) می فرماید: «میر محمدی، اثر تخلص، برادر حقایق و معارف آگاه حواحه میردرد، حواہست موصوف و اوصاف حمیدہ و اخلاقی پسندیدہ - از مشرب صوفیہ حنطی وافر دارد - طرز سحش بارر برادر است - دیوان مختصر فارسی و ہندی ہر دو دارد - کلامش حالی از درد و اثر نیست - و مینا، در گلشن سخن (۹ ب) می گوید: «اثر، نامش حواحه محمد میر، برادر خورد میردرد از بھای دہلی است - میر در حلقہ اہل دلائل ہمدان و اوقات نکس ریاست سری برد، و بیشتر در یاد الہی مشغول می باشد - صاحب علم و عمل، و شورش و رشنگی از سحابش ہویدا» -

اثر تا سال احتتام تذکرہ ہدی گریاں مصحبی (کہ ۱۲۰۹ھ مطابق ۱۷۹۴ع می باشد) بقید حیات بودہ ، و قل از سال اتمام مجموعہ بحر (کہ ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ع است) وفات یافته بود - تاریخ قول گل و حواہ، کہ اثر قل سہ ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ع) رحلت کردہ، زمانی را نشان میدہد کہ از سہ و فاتش بعد تراست بست بہ سہ ۱۲۲۱ھ -

از دورہ سابقین بودہ - قامت دلفریب او لباس حس آراستہ، ونخیر طبعش تاب عشق و محبت پیراستہ افصح شاعران عصر خود بودہ - بست نیاگردش، باعتقاد بعض نساہ حاتم میرسد، و تحقیق بعضی بہ محمد علی حسمت منہتی می شود - کلام او بسیار نامرہ و برصفا است - از ہر حا کہ بودہ، عیمت بودہ است - در عین شباب وفات یافت، و دیواس در ہمہ شہر ہندوستان مشہور - اس چند شعر ازوست:

رہتا ہے حاک و حوں میں سدا لوٹتا ہوا

میرے عرب دل کو، المیٰ یہ کیا ہوا ؟

تو محکو دیکھہ رع میں، مت کڑھ کہ میرے نار

مجھہ سے بہت ہیں، انک نہ ہوگا تو کیا ہوا

تاہاں کے دیکھئے سے را مانتے تھے تم

کھودی بہار حق نے مہاری، بھلا ہوا

حفا سے اپنی ہسیمان نہو، ہوا سو ہوا

تری بلا سے، میرے دل پہ حوہوا، سو ہوا

(بقیہ) ۱۳۷، طور ۲، حجابہ ۱۴۲، گل ۱۲۴، قاموس ۱۵۴، عسکری ۱۰۹

حوار ۱، ۳۰، یاص ۱۳، اشیرنگر ۲۹۳، بلوم ہارٹ ۳۱ -

مثلاً، در گلش سخن (۲۱ الف) می گزید « میر عبدالحی تاہاں دہاوی در شرافت

و محات طاق، و در حس و داری شہرہ آفاق بودہ - میر مسطور را فقیر ہم در عہد

محمدشاہ معہور دیدہ بود - کلامش تارگی و اداہا دارد - صاحب دیواسٹ -

حس تصریح اہل تذکرہ، تاہاں در عہد محمدشاہ نادشاہ دہلی، (کہ در ۱۱۶۱ھ

مطابق ۱۷۷۷ع رحلت کردہ) وفات یافتہ است - اما بلوم ہارٹ، بار غلط فہمی عارت

اطاف، گمان کردہ کہ تاہاں تا سال ۱۲۰۱ھ (۱۷۸۶ع) در اکھڑ میریست - و ہمیں غلطی از

دناسی سرردہ - کریم الدین قہ ل دناسی را تعلیظ کردہ است، و سب تعلیظ برد بندہ ایست

کہ المان در تذکرہ خود گہتہ کہ او در ۱۲۰۲ھ سلیمان را، کہ محبوب تاہاں بود

نحالت یری در اکھڑ دید، کہ خود تاہاں را - و اس ہردو علمای یورپ گمان بردہ

اند کہ اطف تاہاں را دیدہ بود -

بہ لگا، لے گئے جہاں دل کو
 تو بھی حی میں اوسے حکمہ دیجو
 مرلت نہی اتر کے ہاں دل کو
 بیگاہوں سے دل کو صاف کرو
 نہیں تقصیر، پر معاف کرو
 اتر، کیجیے کیا، کدھر جائیے؟
 مگر آپ ہی سے گرر جائیے
 کہو دوستی ہے، کہو دشمنی
 تری کوسی بات پر جائیے؟
 کیدھر کی حوشتی، کہاں کی سادی؟
 حد دل سے ہوس ہی سب اوڑادی
 تا ہاتھ لگے بہ کھوج دل کا
 عیار نے رلف ہی اوٹھا دی
 (۲۰۲ الف) با رب ا سوا لفاء وحبك
 لا مقصودی و لا مرادی
 احوال تماہ کو دکھاؤں میں کسے
 افسانہ درد و عم سناؤں میں کسے
 تو دیکھ بہ دیکھ، سن اس، حان نجان
 رکھتا ہوں تھی کو، اور لاؤں میں کسے

ہفتم ار طبقۃ اولی تاناں (۱) کہ مر عدالحی نام داشت -

(۱) گلش گفتار: ۴۱، نکات: ۷۱، گردری: ۶، وض: ۴۱۸ الف، محرن :
 ۵، یحسناں: ۵۳۳، حسن: ۲۷ الف، طاقا: ۲۷، گار: ۲۷ الف، لواف: ۷۷، تذکرہ:
 ۱۶، بحر: ۱۳۱، شیفہ: ۳۶ الف، طقات: ۱۶۶، تسیم: ۲۴، سخن: ۸۰، آنجات (افنی)

ترے عشق میں ہم نے کیا کیا بدیکھا ۱
 بدیکھا، سو دیکھا، حو دیکھا، ندیکھا
 وہ آیا نظر بارہا، یر کسی نے
 یہ حیرت ہے، اوسکا سراپا بدیکھا
 ترا چیں ابرو، مرا عیچہ دل
 وہ عقدے ہیں یہ، حکو کھلتا بدیکھا
 خدا کی حدائی ہے قائم، پہ تجھے سا
 بدیکھا، بدیکھا، بدیکھا، بدیکھا
 سہی دعویٰ عشق رکھتے ہیں، یارو ۱
 پہ کوئی عشق سا ہم نے رسوا بدیکھا
 کہے کو ادھر ادھر گئے ہم
 بھے تیری طرف، حدھر گئے ہم
 تا، حاں ۱ نہو عدول حکمی
 تو نے کہا: «مر»، تو مر گئے ہم
 (۲۰۳ الف) ہم نے تو حاک بھی دیکھا نہ اتر رونے میں ۱
 عمر کیوں کھوتے ہو، اے دیدہ ترا روئے میں
 رات ک آئے تم اور ک گئے معلوم نہیں

(بقیہ) مثلاً، درگلش سحی (۷۶ ب) می گوید «شاہرک الدین منخلص بہ عشق، مشہور
 شاہ گھنٹا، بادشاہ فرہاد نقشبندیست۔ ار دہلی عرش آباد رسیدہ، در لاس دیا چندی
 ما حواہ محمد بخان روزگار سرت و حرمت گزراید۔ و سداران طریق آہای خود لاس،
 درویشی در ر عودہ، رحل اقامت در عظیم آباد انداخت۔ تا این زمان، کہ سال یکہزار و
 یکصد و ہود و چار ہجریست، در بلدہ مذکور شعل وحد وحال اکثر می باشد۔
 دیوان ریختہ اش ہزار و باصديت دیدہ»۔

در ہر، ار شاہرک الدین عشق الفاطی ذکر فرماتے است کہ رای اموات مستعمل می
 باشد۔ و اشہر نگار تصریح کردہ کہ وفاتش در ۵۱۲۰۳ (۸۸۷ ع) واقع شد۔

گلی میں اپنی روتا دیکھ مجھ کو، وہ لگا کہے
 کہ «کچھ حاصل نہیں ہو بیکا، ساری عمر رویٹھا»
 میں حواب میں دیکھا ہے لگاتے اوسے منہدی (۱)
 کیا حابیے، کس کسکا لہو آج بہے گا ؟
 آئی بہار، شورش طفلان کو کیا ہوا ؟
 اہل حنوں کدھر گئے؟ نارن کو کیا ہوا ؟
 (۲۰۲) اوس حامہ ریب عجبہ دھن کو جس میں دیکھ
 حیران ہوں کہ گل کے گربان کو کیا ہوا ؟
 آنے سے تیرے حط کے، یہ کیوں ہے گرفتہ دل ؟
 تلا کہ تیری راف یرساں کو کیا ہوا ؟
 روتے ہی ترے عم میں گررتی ہے اوسکی عمر
 بوجھا کہنی بہ تونے کہ «تاان کو کیا ہوا ؟»

ہشتم ار طبقہ اولی، صاحب حال و قال، مجمع فصل و کمال، شاد
 گھسٹیا المتخلص بعسق است (۲) کہ نکسوت درویشی در عظیم آباد با نہایت
 اعرار و احترام سربرده - آوارہ سیریمیء کلامش نارار قد و سات
 شکستہ، و طبطہ ملاحت تقر رش شور ملیحان را چون ماہی بر تانہ
 حسد برستہ - سوحتگیء عشق و رشتگیء تصوف ہردو باہم دارد۔ دیوان
 صفا بیاش، ار اول تا آخر، ربك حالت واقع شدہ اسب ان چند
 شعر اروست :

(۱) اصل «مہدی»

(۲) حس ۸۳، طقا ۳۴، گلر ۱۴۸ الف، لطف ۱۲۶، تذکرہ ۱۵۳ الف، بحر۔
 ۳۸۴، ۱؛ شبتہ: ۱۱۲ الف؛ طبقات ۱۸۴، شمیم: ۱۷۲، سخن: ۳۳۰، طور: ۷۱، قاموس:
 ۸۵، ۲، حواہر ۳۱۱، ۱، اشپرنگر: ۲۴۱۔
 (باقی)

احمدشاه بادشاه از دوره سابقین شمرده می شود - کلامش ، باوصف

(بقیه) و شوق رامپوی، در تکلمة الشعرا (۲۳۶ الف) باین الفاظ مختصر معرفی کرده:
 ”مرزا اشرف علی خان ، فعان -مخلص‘ کر که احمدشاه بادشاه بود - شاعر فارسی و هدیست -
 سخی او حالی از درد بیست“

و متلا، در گلش سخی (۹۷ ب) می فرماید: «اشرف علی خان متخلص به فعان،
 برادر رضاعی احمدشاه ابن محمدشاه سلطان دهلی بوده، لهذا محطاب کو که حافی سرافرازی
 داشت - در او احر عهد سلطنت احمدشاه از دهلی برآمده بصوبه اوده رسید ، و چندی
 در آن دیار توقف ورزیده ، در اوایل عشره سابعه بعد مائة والف بعظیم آباد وارد شد -
 روسای آن شهر او را گرامی داشتند، و خان مذکور حاجر آتئمعا حاصل نموده، هراعت
 می گرراید، و در مزاج راحه شتاب رای ناظم عظیم آباد دحل -عام داشت ، و بواسطت
 راحه مسطور خطاب طریف الملك نام خود گرفت ، و درسه هرا و یکصد و هشتاد و شش
 رحلت نمود، و در عظیم آباد مدفون گردید - کلمات ریخته اش دو هزار بیت دیده شد - اکثر
 سخنباش تاره مصمون ست و سراپا لطافت، و ست شاگردی میراندیم درست داشت» -

و عاشقی، در بشر عشق (۵۲۱ ب) می گوید: «فعان، اشرف علی خان شاهجهان آبادی
 مشهور بکوکه - چون مادر آن مرحوم، احمد شاه بن فردوس آرامگاه حضرت محمدشاه را
 شیر داده بود، لهذا باین لقب شهرت داشت - در اوایل عهد احمدشاه بادشاه مرحوم، از دهلی
 مترحه دیار مشرق شد، و اول بصوبه اوده رسیده، بابواب شجاع الدوله هادر پیوست،
 و چندی در آن حاسر ساحت ، و من بعد درسه بکهرار و یکصد و هشتاد شهر عظیم آباد رفته،
 راحه شتاب رای ناظم صوبه هار توسل جست - و راحه قدر دان محو ترین وجه ناوی
 پیش آمده، رفاقت خود کشید، و تکمیل معاش او گردید - و بواسطت وی خطاب طریف
 الملك از حضور شاه عالم بادشاه معمور ، که در آن هنگام در لدهء اله آباد رونق یریر بودند،
 یافت، و دوسه دبه بطریق آتئمعا حصول ساخته، هارع الال و حوشحال اوقات سر می نمود -
 سوای آن دیگر امر او اعرای آن شهر، سلوک و مراعات ناوی میکرد، و عرت و خاطرش
 می نمودند - چنانچه اولاد آن مرحوم تا تحریر محموله هدا در شهر عظیم آباد موجود اند،
 و از همان معاش مذکوره رندگانی می نمایند -

گویند: خان مذکور رکال شگفته مزاج بود - و ارس طرافت و مزاج رحاطر داشت -
 بونی مکان یخته برای سکونت خود بنا نهاد، و بعد تیاری آن احباب را صیافت کرد - و
 در آن مجلس عبدالادکار رزان آورد که می خواهم کدام شانی بر مکان درست سازم،
 تا از آن دریافت شود که مکان ولای است - خدمتگاران مذکور ایستاده بود - دست بسته
 عرص کرد که نشان مکان محاطر هدوی خوب رسیده است - چون خان استسار کرد، گفتم
 که بالای دروازه دو پستان سازند، تا مردمان دریافت کنند که این مکان اشرف علی خان کو که
 است - خان و حاضرین محده در آمدند، و وی را اعام نمودند - اکثر تلاش نظم (ناقی)

حان ، اننی نہی ہم کو حر رونے میں
 حب تلك اشك تهمے بیٹھے ، اگر آیا ہے
 تیری صورت نہیں آتی ہے نظر رونے میں
 تحکو، ای دیدہ تر، شعل ہے روبا، لیکن
 دُوبا حاتا ہے ہاں دل کا بگر رونے میں
 عالم عسوی میں محبوں بھی بڑا گاڑھا تھا
 یار، محبوں سے بھی ہم گاڑھے ہیں پر رونے میں
 لے آسمان اپنا اور یہ رمیں دوہوں
 عاسق تو چھوڑ بیٹھے دیا و دس دوہوں
 کوئی بت کہتے ہیں اور کوئی خدا کہتے ہیں
 ہم سے جو پوچھو، تو دوہوں سے خدا کہتے ہیں

نہم ارطقة اولی، موسی دل ردگان، عمجوار عاشقان، اشرف علی
 حان فغان (۱) بودہ ، کہ مشہور ”نکو کہ حان“ است، یعنی: کو کہ

(۱) نکات: ۱ الف، گردیری. ۲۰ ب، محرن. ۳۲، یحسان: ۳۸۲، حس: ۸۷،
 الف، گلر: ۱۵۱ ب، الف: ۱۳۰، عقد ۶۲ الف بحر: ۷۲، شیمتہ: ۱۲۶ الف، طنقات: ۹۱،
 سراپا ۹۸، تمیم: ۲۳، سحن. ۳۶۹، صحن ۳۱۸، آب حیات: ۱۲۳، طور: ۷۷؛ محبوس
 الرمن: ۹۰، ۸۲، گل: ۱۱۷، قاموس ۱۲۸، ۲، حواہر: ۲۶۳، ۱، یاص ۱۰، اشیرنگر ۲۲۶-
 میر علاء الدولہ، در تذکرۃ الشعرا (۱۳۸ ب حاشیہ) می فرماید: ”اشرف علی حان“ فعال
 ”مخلص“ حواں خوش طبع و اطیمہ گو است، و در ریختہ گریئی دسگاہی دارد، و صاحب
 دیوان است۔ در عہد احمد شاہ بختاب ”کر کہ حان“ و عصب پنج ہراری معرر گشتہ، و
 نامولف تذکرہ، فقیر اشرف علی حان، رشتہ قرات دور دراری دارد۔
 و شاہ محمد جہرہ، در فص الکلمات (۲۲۳ الف) وشتہ کہ ”ار عمدہ۔ مصداق
 عہد محمد شاہ است۔ وضع طریقہ بہ داشت۔“

و حیرت، در مقالات الشعرا (۵۴ الف) می گوید ”میرا اشرف علی حان ار
 کر کہ ہای میرا احمد است۔ و نگریم حوشی و حوش احتلاطی و حاضر حوائی موصوف۔
 اکثر ریختہ و گاہی شعر فارسی می گوید۔ بعد محوس شدن بادشاہ مسعود، بیش و اب
 (باقی)
 شجاع الدولہ پسر ابو المصور حان رفت۔“

اوس کی وصال و ہجر میں یونہی گرر گئی
 دیکھا تو ہنس دیا، حو بدیکھا تو رودیا
 جھکو روری ہو، مری حان، دعائیں لیا
 جھکو ہر سب تری رلقوں کی بلائیں لیا
 مرے وراق میں کو نکریہ درد ساک حیسے
 مرے تو مر نہیں سکتا، حیسے تو حاک حیسے
 مرحائیسے، کسی کو نہ دیا میں چاہیسے
 کما کیا ستم سہے مری چھانی سرا حیسے (۱)
 کہتے ہیں: «فصل گل تو جمر سے گرر گئی»
 اے عدلیب، تو نہ قفس بیچ مر گئی
 تنکوہ تو کیوں کرے ہے مرے اسک سرح کا
 تیری کب آستیں مرے لوہو سے بھر گئی
 تنہا اگر میں ار کو پاؤں، تو یوں کہوں
 «انصاف تو نہ چھوڑ، محنت اگر گئی
 آخر فغان وہی ہے، اوسے کون بھلا دنا
 وہ کیا ہوا تیاک؟ وہ الفت کدھر گئی؟
 مجھ سے حو پوچھتے ہو، ہر حال سکر ہے
 یوں بھی گرر گئی مری، ووں بھی گرر گئی»
 (۲ الف) ڈرتا ہوں، محنت میں مرا نام نہوے
 دیا میں، الہی، کوئی بدنام نہوے
 تسمیر کوئی تیر سی لانا، مرے قاتل
 ایسی نہ لگا کہ مرا کام نہوے

سقت رمانہ، صفای تمام دارد، وست شناگردیش مورا علی قلی بدیم، کہ
تساعرایہام گوگرشته، مہرشد۔ بسیار خوش تقریر و بدلسہج و لطیفہ گو
بود۔ باوجود مصاحت پیشگی، بعزت تمام سر رده۔ گویند کہ رورگار
بواب تسجاع الدولہ مفعور را ہمین قدر حرکت، کہ در عالم احتلاط
دستہش مجلس سرختہ بودند، بہ بیمرگی گرانندہ روت، و در عظیم آباد
پیش راحہ تہتاب رای یکی از مقربان اوتندہ، ہماچا ناحل طبعی در
گرشت۔ این چند شعر اروسن:

(۲۳) روتہ روتہ، ب خوش قد مرا آوت ہوگا
حر قدم آگے رکھیگا، سو قیامت ہوگا
اسی نگاہ کی کہ مرا حی نکل گیا
قصیا مٹا، عذاب سے چھوٹے حال کیا
آئی ہمار بھر، تو سن ایچیو، فعان
رنخیر کو توڑا کے دواہ نکل گیا
آہ ہمارے گھر میں تنھے عار ہو گیا
اسا فعان کے نام سے ہمار ہو گیا
آنکھوں ے، لے سمنۃ الفت، ڈودیا
کچھہ دس نہ چل سکا، تو، مری حان، رودیا
کیا پوچھتے ہو حال فعان؟ کیا سا نہیں؟
حانہ حراب عشق نے دیا سے کھو دیا

(بقیہ) رمان ریختہ می کرد۔ و گاہ گاہی فکر فارسی ہم می نمود۔
در گلش، و گلر، و سمیم، و سحر، و حواہر، رحلت فعان در ۱۱۸۶ھ (۱۷۷۲ء)
نت افادہ است اما صاحب محبوب الرمس گید کہ تاسہ ۱۱۹۵ھ (۱۷۸۱ء) نقد حبات
بود۔ و شیفہ و طقات، و فانتش رادر ۱۱۹۶ھ (۱۷۸۲ء) معرفی کردہ۔ اما اصح همان
۱۱۸۶ھ است۔

او، من اولہ الی آخرہ، ہمہ گفتہ مرزاست - بہر کیف، دریں وضع
ہمہا متبع او ہستند - در اول شباب مفقودالخبر گشت - حالش معلوم
نشد کہ چہ شد - مصحفی دردکرہ خود آوردہ کہ پدرش اوراکشتہ،
دردیگ مدفون ساحت، و ان سر را کسی نمیداند - حدایش بیامرد
شاعری لطیف بودہ - این چند شعرار دیوان فصاحت بیان اوست :

نہیں معلوم، ابکے سال میجانے پہ کیا گرا؟

ہمارے تو یہ کے کرنے سے، پیمانے پہ کیا گرا؟

برہمی سر کو ایسے بیٹھا تھا دیر کے آکے

حدا حانے، تری صورت سے مت حانے پہ کیا گرا؟

یقین، کب یار مرے سور دل کی داد کو پہچنے؟

کہاں ہے تم کو پروا کہ پروانے پہ کیا گرا؟

سر ر سلطنت سے آستان بار بہتر تھا

مجھے طلہما سے سایہ دیوار بہتر تھا

مجھے رنجیر کرنا کیا مناسب تھا ہاران میں؟

کہ گل ہاتھوں میں اور بابوؤں میں میرے حار بہتر تھا

کیا بدن مہکا کہ جسکے کھولتے حامے کا سد

برگ گل کی طرح ہر ناحی معطر ہو گیا

(۲۰۴) آنکھ سے نکلے پہ آسو کا خدا حافظ، یقین

گھر سے حو باہر گیا لڑکا، سو اتر ہو گیا

اگرچہ عشق میں آفت ہے اور بلا بھی ہے

نرا برا نہیں یہ شغل، یکہ بہلا بھی ہے

یقین کا شور حووں سکے، یار نے پوچھا

دهم ار طبقه اولی، شاعر رنگین، که کلامش همه شیرین و متین است، انعام الله حان یقین (۱) بوده - «از دوره ایهام (۲) گویان اول کسیکه ریخته را بر وضع فارسی گویان تنسته و رفته گفته، این برگ بود» - شاگرد مررا جان جان (۳) مطهر است - و بعضی گویند که دیوان

(۱) دیل تاریخ محمدی، تحت وفیات سه ۱۱۵۹هـ، گلش گمنار: ۴۴؛ نکات: ۱۱؛ گردیری: ۲۶؛ قص: ۴۲؛ الف، بحر: ۴۹، یحسان: ۱۶۱؛ حس: ۱۵۴؛ ب؛ طقا: ۲۶، گلز: ۳۰۸؛ ب؛ لطف: ۱۸۴، تذکره: ۹۰؛ الف؛ بحر: ۳۵۵؛ ۲؛ شیفه: ۲۰۷؛ ب؛ طقات: ۱۹۳، سراپا، ۱۸۷، نسیم: ۲۵۹، سحر: ۵۶۸، طور: ۱۲۸، گل: ۱۸۷، حواهر: ۲۸۴، ۱، دیباجه دیوان یقین، مررا مرحمت الله یگ صاحب، طبع المحمدر ترقی اردو اشیر نگر، ۳۰۵،

مثلا، در گلش سحر (۱۱۵ الف) نوشته: «یقین دهلوی، نامش انعام الله حان، حلف اطهر الدین حان، مطور بطر و محبوب دل مررا مطهر بود - راقم وی را در دهل نازها دیده - استعداد سحر سحری حیدان نداشت - مررا مطهر از فرط الفت اشعار خود را نام او کرده، اشتهار داد - گویند: "او آخر عهد احمد شاه، بدریقین وی راحت امرنا شایسته که درین زمان او - کشت» - و بعضی گویند: "او مانع پدری شد که افعال شیعه بعمل یارد - ابتدا از دست پدر قتل رسید» - العهده علی الراوی - هر تقدیر، من امام علیها (۹) - دیوانش که از پادشاهیت قدری ریاده باشد، همه مرعوب طبع است» -

و معجور، در مدایح الشعرا (۴۷) گفته: «نام آن شاعر بلند مقام، انعام الله حان حلف الصدق اطهر الدین حان، نخواستاده شیخ محمد الف تانی مشهور - مطور بطر میرزا مطهر حان حان شاعر مذکور سواد نداشت - مررا مطهر اشعار خود نامرد اومی فرمود» - مصف گلش گمنار گفته است که یقین برادر داده میرا مطهر بود - لاکن بنده عرشی رادرین تامل است، چه حسب تصریح گردیری و غیره، یقین از حوا داده محمد الف تانی فاروقی است، و میررا مطهر علوی السب بوده -

در خصوص و فاش گفته اند که عمرست و بیح سال، و علی الاصح سی سال تقریبا، در سه ۱۱۶۹ (۱۷۵۵) بردست پدر شهادت یافت -
یک نسخه خطیه دیوانش، در کتاب خانه عالی رامپور محفوظ است -

(۲) اصل: ایهام - و تصحیح از تذکره هندی گویان مصحفی، که عبارت هدا ارو اقتباس شده -

(۳) در اصل «حان حان» بود - اما کسی حرف «نا» افزوده، حان حانان ساخته

است -

اشعارش برربان خورد و بررگ جاری گشته ، مادوسہ کس ، کہ مراد
ار ناحی و مصمون و آبرو باشد، بای شعر ہدی بر ایہام گوئی نہادہ ،
داد معنی یابی و تلاش مضامین تارہ میدادیم، و ناحودہا محطوط بودیم ۔
عرضکہ اوستاد قدیم است ۔ بیستر اوستادان شاگرد او بودند ۔ سلطان
السعرا بر ساگرد اوست ۔ مسار الیہ رندگانی سیار نمود، و آخر آخر ،
وصع مررا پسند نمودہ، دیوان خودرا کہ قدیم بود ار طاق بطر افگندہ،
برطرر حال دیوانی دیگر گفتہ، دیوان رادہ اش نام نہادہ بود۔ این چند
شعر اوست :

تم تو بیٹھے ہوئے پہ آفت ہو
اولہہ کھڑے ہو، تو کیا قیامت ہو
دل تو چاہ دق میں ڈوب موا
آتشا تھا، عریق رحمت ہو
مفلسی اور دماغ، اے حاتم
تو قیامت کرے، جو دولت ہو

(۲۰۵ الف) مجھے تو دیکھ کر، کیا تک رہا ہے ؟
ترے ہاتھوں کلیجہ پک رہا ہے
حدا کے واسطے اوس سے نولو
سے کی لہر میں یکھہ پک رہا ہے

تو ادیت پیشہ دشمنی ہے بعل میں، دل نہیں
دور ہو پہلو سے، صحت کے مری قابل نہیں

تو صحدم نہا ہے حباب دریا میں
ڑے گا شور کہ ہے آفتاب دریا میں

«کوئی قبیلے میں مجبوں کے اب رہا بھی ہے»

یاردھم ارطمقہ اولی، شیخ طہور الدین بود کہ بشاہ حاتم (۱)
شہرت دارد۔ مصحفی در تذکرہ خود، رانیء شاہ موصوف، می نگارد کہ
« در سال دوم فردوس آرامگاہ، دیوان ولی در شہجہان آباد آمدہ، و

(۱) گلشن گمنام: ۲۵، نکات: ۱۰، ب، گردبری: ۱۰، ب، قص: ۴۱۸، ب، بحر: ۲۴؛
جستان: ۱۳۵، حسن: ۳۶، الف: طقا: ۱۹؛ گار: ۴۱۰، ب، لطف: ۸۱؛ عقد: ۳۵، ب؛
تذکرہ: ۳۸، الف، بحر: ۱۷۹، شیفہ: ۵۰، ب، گلدستہ: ۳۰۶، طقات: ۱۳۱؛ سراپا:
۲۶۶، سخن: ۱۲۰، روروش: ۱۶۱، آنجات: ۱۱۲، حمات: ۲، ۳۴۲، گل: ۱۱۵۰،
قاموس: ۱۹۲، عسکری: ۱۰۲، حواہر: ۲۳۳، اشیرنگر: ۲۳۵۔

مثلاً، در گلشن سخن (۳۴) می گوید: «شیخ محمدحاتم، موطش دہلی، و معاصر
محمد الدین آروودہ۔ راناش ماران ولی دکھی مسامت دارد۔ میرعلہی تانان از تلامذہ
اوست۔ شاعر فصیح بان و سرآمد ریختہ گریان (بود)۔ دیوانش دہرار بیت، ملکہ
ریادہ»۔

آزاد و کریم الدین و صاحب حماتہ و صاحب قاموس و عسکری گمان بردہ اند
کہ و فاتش در ۱۲۲۰ھ (۱۷۹۱ و ۱۷۹۲ع) واقع شدہ بود۔ برد بدہ عرشی، مشاو
مسای این قول را در تذکرہ ہندی گویان مصحفی توان یافت، حائیکہ می گوید کہ
عمرش قریب صد سال رسیدہ، و دوسہ سال شدہ کہ ازین دارما انتقال کرد۔ چون بانر
حاتم ۱۲۰۹ھ (۱۷۹۳ع) بودہ، این بررگان دوسال را از
سہ اتمام تذکرہ تفریق کردہ، قابل ہرگز حاتم در ۱۲۰ھ شد۔ اما این رای درست نیست، زیرا
کہ مصحفی تذکرہ مذکورہ را در ۱۲۰ھ (۱۷۸۶ع) آغاز نمودہ، ابتدا باید کہ «دوسہ سال»
را ازین سین خارج کنیم، تا ۱۱۹ھ باقی ماند کہ مختار اوست در عقد، چنانچہ درو
می گوید: «در یکہرار و یکصد و بودوہمت رحلت کرد۔ فقیر تاریخ رحلتش چیس یافتہ ...
آہ، صدحیف شاہ حاتم مرد»

و در حماتہ و عسکری از خود مصحفی نقل شدہ کہ حاتم بعمر ۸۳ سال در ۱۱۹۶ھ
(۱۷۸۲ع) ازین جہان در گشت۔ بدہ ہر چند تمحصن کردم، اما در تذکرہای مصحفی این
تاریخ را سواسم کہ یادم۔ اما مستعدیست کہ این بررگان ہم در ہم عبارت عقد غلطی
کرده باشد و در «آہ» یک الف احتیاز کردہ، یک عدد کم کردہ باشد۔

یک نسخہ خطیہ از دیوان زادہ اش، کہ بحسب ظاہر نسخہ منقول از نسخہ
مولف نظر می آید، در کتابخانہ عالیہ رامپور محفوظست۔ این دیوان مختصر باوجود
صغر حجم، در خصوص تدوین تاریخیء کلام شعرای عصر مولف حلی باقیمت و مہمت،
چہ تقریباً در عنوان ہر عمل تاریخ و طرح و اسم صاحب طرح را داراست۔

نزد اکثر اوستادان پایہ اوستادیء اومسلم۔ در آخر عمر ترك (روزگار) گھمٹہ، لباس درویشی اختیار کرد، و بعد چندی در لکھنؤ رحلت یافت۔ این اشعار اروست:

(۲۰۰۵) کسی نگہ کا تو لگا، آہ، کیا ہوا؟

تڑپے ہے دل مرا، اسے اللہ کیا ہوا؟

کوئی دم کی بات ہے کہ نہ تھا بقرار دل

کیا آفت اس پہ آگئی ناگاہ، کیا ہوا؟

بیاں کیا کیجے اوس سرو رواں کے قد و قامت کا

بلا ہے، آفت حاں ہے، مموہ ہے قیامت کا

ترے لب کے ہلانے میں حو، یارے، حی نہ اوٹھتا میں

نہوتا معتقد ہر گر مسیحا کی کرامت کا

حدا حافظ ہے، کیوں محفل میں اوسکا نام آیا تھا؟

تڑپے سے ابھی دل کو مرے آرام آیا تھا

فلک، اک دم بھی تو نے وصل کی شب کو نہ ٹھہرایا

یہ ساری عمر میں تجھے تک ہمارا کام آیا تھا

آئیاں چھوڑ چلے، اے جی آرا، ہم تو

توھی لیجائیو سریر یہ گلستان اوٹھا

(نقیہ)

حرات نے کہی یہ رو کے تاریخ وفات «یوں حاوے حباں سے حسرت، ارماں ہے، ہاے»
 ارین مادہ ۵۱۲۰۶ (۱۹۷۱ء) مستفاد می شود؛ اگر در لفظ «حاوے» حرف
 «و» را حرو مادہ تاریخ شمار نکیم۔ و اگر بر طبق الفاظ دیگر: «ورماے، رہاے»
 کہ در بیت اول واقع شدہ، و در تمام سجع حطیہ کتابخانہ عالیہ رامپور، بدوں «و»
 نوشتہ شدہ، «حاے» بخوایم (و رد بدہ ہمیں ارجح است) ۵۱۲۰، کہ مختار نسیم
 و غیرہ است، رمی آید۔

در کتابخانہ عالیہ رامپور یک سحہ حطیہ ار کلیاتش محفوظ است

طبقه ثانی

اول سر حلقه فصاحت طبقه ثانی، چمن آرای گلزار سخندان، مالک فصاحت و بلاغت، حمیر علی حسرت، (۱) که از شعرای نامدار لکهنو بوده. شاعر یخته گو و متین، کلامش نهایت مربوط و رنگین. همه اقسام سخن بچوبی گفته. بابر طبقه شاعری و معلومات فی که داشت، با سلطان الشعرا هم مقاله می خواست. اما چون رتبه اش بحسب و نسب هر دو در بطن مررا اعتبار نمیگرفت، مطلقاً او را ملافت نشد، و هیچ در حساب نیاورد. و حالانکه حسرت برعم خود همچو مررا هم گفته بود، آنهم شهرت نگرفت. و طرفه تر اینست که مررا با وجود بی اعتنائی و اعصاب دوچار شعر برعایت پیسه او که عطاری، یعنی دوا و روشنی بود، بگفته دیگر مردمان در قدحش گفته، آن اشعار تاحال بر زبان خلق جاری هستند. بالجمله پایه کلام مشارالیه ارفع و رتبه شاعریش مبع -

(۱) حس: ۴۰ الف، طقا: ۳، گلر: ۴۴ ب، لطف: ۸۴، تذکره: ۲۶ الف، بر ۱، ۲۰، شیمه: ۵۲ ب، سراپا: ۲۱۲، ۳۸۰، تسیم: ۳۶، سخن: ۱۲۰، آنجیات ۲۳، طور: ۲۸، رور روش: ۱۷۱، حمحانه: ۴۰۸، ۲، گل: ۲۱۵، قاموس: ۲۰۱، ۱، عسکری: ۲۴، حواهر: ۳۶۱، ۱، اشپرنگر: ۲۳۴ -

مثلاً، در گش سخن (۴۰ ب) گفته «مررا حمیر علی حسرت، ولد مررا ابو الحیر از مشاهیر ریخته گویان لکهنو است. اکثر تاراه گویان آن شهر شاگرد اوید. صاحب قضاید و غریات. و تاحال، که سه ۱۱۹۴ هجری بویت، در قید حیات».

وفات حسرت، بقول حمحانه و عسکری و حواهر در ۱۲۱۷ هـ (۱۸۰۲) و بقول الف و گل در ۱۲۱۰ هـ (۱۷۹۵) و بقول تسیم و سخن و طور در ۱۲۰۰ هـ (۱۷۸۶) واقع شده. و فاضل محترم حاب فاضی عبدالودود صاحب (یثه) رحاشیه تذکره سخن شعرا نوشته اند که از ماده تاریخ گفته حرات، که «سوی حبت رفت» می باشد، ۱۲۰۹ هـ (۱۷۹۴) مستخرج می شود. بدهه عرش در دیوان حرات (۳۹۵ الف، شماره ۴۰، می دوا وین اردو) این قطعه تاریخچه یافته ام

حلاق مصامین خو رحلت فرماے هر اهل سخن کو کیوں به حسرت رهحائے ؟ (نافی)

اب تك مرے احوال سے وہاں بیخبری ہے
 اے نالہ جانشوز، یہ کیا بے اثری ہے ؟
 فولاد دلاں ، چھیڑیو زہار نہ مجھکو
 چھاتی مری، جوں سگن، شراروں سے بھری ہے
 اوٹھکے ، لوگوں سے کارے آئیے
 کچھ ہمیں کہا ہے ، پیارے ، آئیے
 حو کچھ چاہیے آپ مرمائیے
 یہ عیروں کی باتیں نہ سوائیے
 نصیحت سے ، بیدار ، کیا فائدہ ؟
 جو ہو آپ میں ، اوسکو سمجھائیے
 دانت تو کیا ہیں ، اگر کاٹو چھری سے ، پیارے
 ہاتھ سے میرے تو ممکن نہیں دامن چھٹے
 صورت اوسکی سما گئی حی میں
 آہ ، کیا آن بھاگئی حی میں
 تو حو ، بیدار ، یوں ہوا تارک
 ایسی کیا بات آگئی حی میں ؟
 یہ وہی فتہ و آشوب حماں ہے ، بیدار
 دیکھکر پیرو حواں حسکو ، حذر کرتے ہیں
 نس نہیں حوب کہ ایسے کو دل اپنا دیکھے

(قبہ) می نوید کہ در ۱۷۹۳ء در اکبر آباد بودہ - و در گل و حمامہ نوشہ شدہ کہ در ۱۲۰۹ھ (۱۷۹۳ء) رحلت کرد - و اشپرنگر و فاش را در ۱۲۱۲ھ (۱۷۹۷ء) معرفی کردہ -

دیوان عزلیاتش، کہ در ۱۲۳۶ھ (۱۸۲۰ء) نوشہ شدہ ، در کتابخانہ عالیہ رامپور یافت می شود -

کل روتے ہوئے حو اتفاقاً
 حسرت کے مرار پر گئے ہم
 یڑھتا تھا یہ شعر وہ، تہ حاک
 بس سنتے ہی جس کے مرگئے ہم
 «واما ندو(ن) پہ دیکھیے کہ کیا ہو؟
 اپنا تو نہا کر گئے ہم»
 کس کا ہے حگر؟ حس پہ یہ بیداد کرو گے
 لو، دل تمہیں ہم دیتے ہیں، کیا یاد کرو گے؟

کوڑیوں کے مول بیچا مصر میں تونے، فلك
 ہاے اوس یوسف کو، جو تھا سارے کنعان کی ساط
 دوم ار طبقہ ثانی، شاہ محمدی بیدار است کہ میر محمد علی نام و
 بیدار تخلص او بود (۱)۔ شاعری گزشتہ کہہ مشق، کلامش شستہ و
 رفتہ، و خود در ری درویشی میر بست۔ ار مریدان مولوی فخر الدین
 سمرندہ مینند۔ فارسی ہم کم کم میگفت، بلکہ چند (۲۶ الف) عربی
 و رباعی و قصیدہ فارسی، کہ گفتہ، آنہم پشت سر ورق دیوان خود نوشتہ
 میداشت۔ این چند شعر انتخاب از دیوان ریختہ اوست :

(۱) نکات: ۲۱، گردیری: ۲۵ (مطوعہ)، بحر: ۶۳، یحسان: ۵۰، حس:
 ۲۲، گار: ۲۲، لطف: ۵۹، عقد: ۷۱، تذکرہ: ۱۲ الف، بحر: ۱۱، شبنہ:
 ۳۴ الف، طقات: ۱۵۶، سراپا: ۲۶۷، ۲۶۹، مسیم: ۱۰۲، سخن: ۷۳، روز روشن:
 ۱۱۴، طور: ۱۸، حجاب: ۱، ۶۶۳، گیل: ۲۰۰، عسکری: ۲۵۱، حواہر:
 ۶۸۶، ۲، یاص: ۲۵، اشپرنگر: ۲۱۲۔

مثلاً، درگلش سخن (۷۱) می گوید: «بیدارار روسای دہلی است۔ سحرور کامل
 مشہور۔ همصر حواہ میر درد۔ دیوانش بکھرار (و) پانصد بیت نظر آمدہ۔ کلامش دلچسپ
 و اسمش میر محمدی»۔
 مصحفی در تذکرہ گفتہ کہ «حالا در اکبر آباد است»۔ و بناء علیہ در طقات (باقی)

لائے تھے سر پہ دھر کے، کس احلاص سے ہمیں
 بس آنکھ اوحل ہوتے ہی، اے دوستان، چلے؟
 یاروں نے اپنی راہ لی، فدوی، ہمیں رہے
 وہ چیر اب کہاں ہے، حو بوجھے: «کہاں چلے»؟

چہارم ارطیقہ ثانی، میر حسن علی تجلی (۱) است کہ عرّش «میاں حاجی»
 بود۔ بقول مصحّمی (۲) «دروں ریختہ بی لطیر، و ہمشیرہ رادۂ میر
 محمد تقی میر۔ دیوان صحیح ترتیب دادہ»۔ و برعم راقم رویۂ
 میر، رحمہ اللہ تعالیٰ، سوائے مساریہ در کلام ہیچکس یافتہ نمی
 شود۔ حق ایست کہ ہر چہ گفتہ، خوب گفتہ، و ارتسیہ و استعارہ و کنایہ و
 مجاز ہر چہ می بایست، دران مطلق کمی نہ نمودہ۔ مثنوی «لیلی محنوں»
 را سائے خوبی نہادہ۔ عرلہائے بحر کامل، ہیچ شاعری بہتر و
 حوثہ تر ارونگفتہ۔ اشعارش بسیار مشہور۔ اگرچہ کلام دلیزی رِس ہمہ
 (۲ الف) انتخاب و مستثنیٰ، اما چند شعر دریں رسالہ ہم یادگار
 اوبوستہ شدہ اند:

بہ تھا باریک اتنا، حیر نہیں دل یا شکستہ کو کیا ہوا
 کہ گھر بمط، سر راہ میں چلا سر سے آبلہ یا ہوا
 تو کہیں رہے، پہ ترا الم مرے دل پہ رکھے ہے بت کرم

(۱) تذکرہ ۱۷ ب، بحر ۱، ۱۳۴، شیتہ ۳۸۰ الف، طقات: ۱۳۹،
 سراپا ۲۱۵، نسیم ۳۶، سخن ۸۲، طور ۲۱، حجابہ ۲، ۳۶۔
 اسم تجلی، در بحر و طقات، میر محمد محسن و در شیتہ، میر محمد حسن و
 در حجابہ، میر حسین و در سراپا و نسیم، میر حسن و در طور، میر محمد حسن ثبت
 افتادہ۔ و اسم پدرش در بحر و طقات و سراپا و نسیم و طور، میر محمد حسین کلم
 و در شیتہ، میر محمد حسن کلم و در حجابہ، میر حسن کلیم نوشتہ شدہ است۔
 مثنوی «لیلی محنوں»، کہ در متن ارونکر رفتہ، ناہتمام مولوی
 کریم الدین در ملی حانہ در ۱۸۴۴ع بچاپ رسیدہ بود۔
 (۲) اصل: «کہ در وں»۔

آگے تو حان، میان، ہم تو خبر کرتے ہیں

سیوم از طبقہ ثانی، فدوی (۱) لاہوری است، کہ نقوت شاعری و معلومات میں کہ نزع خود زیادہ تر داشت، بمررا مقابل شدہ مباحات نمود، و سب صفای بدش و ایراد قطعہ ہا در بیشتر غزلہا، شہرت سیار گرفت، و یکی از نامداران عصر (۲۰۶) خود گردید۔ اگرچہ از اصل نقال پسری بود، اما مراحتش عاشق پیشہ افتادہ۔ شعر سیار نامرہ میگفت۔ اس چند شعر اوست:

ارو کی تبع تیر سے، سورج ڈرے (۲) ہوئے
 پھر تا ہے ابے مہ بہ سپر کو دھرے ہوئے
 آسو نہیں بہ دلدہ ترمیں بھرے ہوئے
 موتی ہیں آنداز صدف میں دھرے ہوئے
 بہ سرو نہیں ناع میں، ہے آہ کسی کی
 نرگس ہیں، نکتا ہے جہر، راہ کسی کی
 سریر تو دھر کے نعش ہماری کو تا مزار
 ہریک قدم بہ روتے ہوئے حویقشان چلے

(۱) حسن ۹۰، طقا: ۳۶، گلر ۱۶۱ الف، تذکرہ: ۵۸، ب: ۲،
 ۳۹، شیعہ: ۱۹۸، طقات ۹۰، سرایا ۰۹۷، تبیم: ۱۷۹، سخن: ۳۵۹، آب حیات
 ۱۵۵ حاشیہ، اشراگر: ۲۲۶۔

مثلاً، در گلش سخن (۸۴) می گردید: « فدوی لاہوری مرد خود پسند بر خود
 غلط بود۔ » و میرولی اللہ، در تاریخ فرح آباد (۱۶۱ الف) می نویسد « فدوی شاعر
 مشہور، در عهد نواب احمد خان « فرح آباد آمدہ، تا میرزا رفیع السودا در مباحات
 مطارحات نمودہ۔ »

در تبیم پوشہ کہ اسم فدوی مکند لال بودہ، و بہ صار علی صار تلمذ داشتہ۔
 آخر کار مذهب خود ترک کردہ مشرف اسلام شد و در دہلی سکونت ورزید۔
 و در طقات گھنہ کہ بعد قول اسلام بمحمد حسن موسوم شد و بمیریحہ سال وفات یافت۔
 (۲) اصل ۰ « بھرے ہوئے » و تصحیح از بھر: ۲، ۳۰۔

و بشاگردیء کسی مقرر نمود۔ فکرش صاف، کلامش نامرہ،
بایراد معنیء بیگانہ ہم آتشا۔ چندی بخاطر، بلکہ بحکم مہاراحہ
ٹکیت رای بہادر، شادان بیر تحلیص نمودہ بود۔ اس چند شعر ازوست :

کل جو حیراں کو میں روتے دیکھا
بں گئی دوکھئے کی گہات مری
اون کی خدمت میں ادب سے، میں نے
عرض کی: «دیکھی کرامات مری؟
میں یہ کہتا تھا کہ دل آب بدیں
سدگی، قیلۂ حاحات ا مری»

کیا اک حلق کو ابرو نے اوس کے قتل، اے حیراں،
کہاں حاتا ہے؟ وہاں تلوار بر تلوار یڑتی ہے
صف مرگاں سے اوس کی، حب یہ تب دل حاکٹتا ہے
سمجھتا ہی نہیں، ہر چند حیراں سر پٹکتا ہے
حلا حاتا ہے حیراں آتش عشق نہابی سے
بھا حاتا ہے دل، اور حی سید آسا چٹکتا ہے
حی نکلتا ہے اب کوئی دم میں
بیٹھہ حا، کیچھہ نہیں رہا ہم میں

(قبہ) سحر ۱۲۳۰، طور: ۳۰، رور روشن ۱۸۹، فاموس ۱، ۲۱۶، یاص ۳۶، اشیرگر ۲۳۷،
ملا، در گاش سحر (۳۸-ب) نوشتہ کہ «میر حیدر علی حیراں، شاگرد
لالہ سرب سکھ دیوانہ، در رمرہہ نکہ سمحاں پسندیدہ محبوست۔ اصلش ار دہلی،
واکوں در لکھنؤ سر میرد۔»

در خصوص وفات وی معلوم میشود کہ در عہد یواب آصف الدولہ
(۱۱۸۸-۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۷۵-۱۷۹۷ع) در صوئہ ہمار ہل رسید۔ و لطف وشہ
کہ تا ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۰ع) قید حیات بودہ۔

میں اسے بھی حانون ہوں مغتسم، کہ رہے ہے گھر تو سا ہوا
 نہ کسوں نے حب سہی یہاں حفا، مجھے یاد کر کہا ہو حفا
 کہ «کبھی تجلی دی وفا، نہ مری جفا سے حفا ہوا»
 اب ایسی منہدی (۱) لگی تیرے بائے بارک میں
 کہ حواب میں بھی کبھی تو نہ، اے نگار، آنا
 گریونی حوں دست و گریبان رہے گا
 دامن ہی رہے گا، نہ گریبان رہے گا
 تا کوچہ دلداز پہنچ لیسے دے، طاقت
 آخر تو تو حاتی ہے، نہ ارمان رہے گا
 دل تو بھلا گیا ہی تھا، طاقت کو کیا ہوا؟
 یاروں کی، اس رمانے کے، الفت کو کیا ہوا؟
 میں تو نہ سمجھا، نارو، کہ سمجھا نا خوب او بھیں
 پر یہ کہو کہ «ارے، مہانت کو کیا ہوا؟»

کلام ابن وحید رمانہ سیار است۔ تا کجا نوشتہ سود۔

پنجم ارقطہ ثانی، میر حیدر علی حیران (۲) کہ مولدش
 شاہجہاں آباد و خود بلکھنٹو و فیص آباد سو و ہما یافت۔ سب
 رورگار سپہ گری و رسالہ داری، کہ پیشہ او بود، فرصت بد است۔
 تاہم بحمت معلومات فی و مورونی، طبیعت، کہ حلفی اورا حاصل بودہ،
 ہرچہ میگفت خوب میگفت۔ و معہدا ساگردان ہم بہم رسانیدہ۔
 میر سیر علی افسوس ہم از شاگردان اوست۔ و خود در ابتدای حال
 مسورہ نہ سرپ سکھہ دیوانہ نمودہ۔ (۲۷ ب) آخر ارو برگست

(۱) اصل «منہدی» (۲) حسن ۳۹ الف، گار ۴۵ الف، اذف ۸۵،
 تذکرہ ۲۵ الف، بحر ۱، ۲۲۳، شیعہ ۵۸ ب، طقات ۳۳، تسیم ۳۴، (ناقہ)

عقیق و نوشتن خط بستعلیق و نسخ و علم طب در همان حالت حاصل
 نموده، از راه بمگالہ عارم (۱) مرمل مقصود گردید۔ گوئند کہ در
 همان صلح انکدام مکان احلش در رسید، و از سودای دنیا او را
 خلاصی داد۔ با راقم بسیار آشنا بود، و کمال اس دانتت۔ حالا قریب
 دو ہزار سحر ارواحستہ ہستہ اس مردمان مسمور است۔ و ابن چند
 سحر اروست :

رے حو حال سیہ لب پہ آشکارا ہے
 کسی کے بخت سیہ کا مگر ستارا ہے
 جن میں لالہ نہیں، تجھکو دکھکر، قاتل
 رمیں سے خون شہیدان ے حوش مارا ہے
 ہا کی آہ ے اوس میں کھی اکی ناتر
 تان، وہ دل ہے تمہارا کہ سگ حارا ہے ؟
 او ے اس طرح کا، اے چرخ، گرا نا ہمکو
 کہ موے یرا ہی کسی ے وہ اوٹھایا ہمکو
 (۸ ۷) رھرواں کہتے ہیں جسکو «حرس مجمل ہے»
 بخت راہ سے دالان، وہ ہمارا دل ہے
 موج سے دس نہیں، ہستی و ہمی کی نمود
 صفحہ دھر یہ، گویا، وہ خط باطل ہے
 کچھ تعین نہیں، اس راہ میں، خون رنگ رواں
 جس حگہ بیٹھ گئے، اپنی وہی مرل ہے
 آستیں حسر کے دن خون سے تر ہو جسکی
 وہ نقی حایو اوسکو کہ مرا قاتل ہے

ششم ارطقه نابی، تهمت میدان سحوری، اسعد یار معرکه شاعری،
 لقاء الله حان نقا (۱) است، که بهوت صفائی و فصاحت الفاظ، حصیص
 ریخته را باوج فارسی رسانده، و توانائیء بلاغت و متانت کلام،
 ادهم هدی را ناشبه عربی دوا بدیده - شاعر قصیده گو گزشته،
 لهذا بمقاله مررا محمد رفیع، در قصاید خواش داد معنی نابی و
 تسایه غریبه داده - از متاخرین کسی همتراروی او بود - آخر آخر،
 دماغش محتل گردیده، دیوان خود را، مع (۲) همه مسودهای کلام خود،
 پاره نموده (۲۰۸ الف)، تاب تر کرده، در سبوچه کلان میداست -
 هرکسی که طالب شعرش می آمد، همان سبوچه نشان داده، میگفت
 که «درین همه کلیات من است - هرچه منظور نماند، بسویسد -
 اما بجهوهای بعض کسان که کرده ام، برای خدا بسویسد که من توبه
 کرده ام» - و چون آخر، شوق رنارت حضرت ابا عبد الله الحسین علیه
 السلام دامگیر شد، و از فرط غیبت، که دجمر طیشش بوده،
 بمیخواست که دست سوال پیش کسی دراز کند تا اعانت راد راه
 خود، اراده نموده که دو سه حرفه خود بیاورد، تا در آن بقعه مبارکه
 روریء حلال نکسب دست حاصل نموده حورده باشد - چنانچه کندن

(۱) حسن ۱۲۳ الف، طقا ۳۷، گار: ۲۲، لاف: ۵۸۰، تذکره: ۱۵۰ -
 بحر: ۱۰۷، شبنه: ۳۱، طقات: ۲۰۰، سراپا: ۱۶۸ و ۲۲۷، تبسم: ۳۱،
 سخن: ۶۸، رور روش: ۱۰۰، آجیات: ۱۶۶ و ۲۲۲، طور: ۱۸، حمایه: ۱۰،
 ۶۳، عسکری: ۲۵۳، یاس: ۱۳ اشیر نگر، ۲۱۲ -

مثلا، در گلش سخن (۱۱۴ الف) گفته: «نقا، اسمعش لقاء الله، حلف حافظ
 لطف الله ... در لکھؤ مقام و شاگرد مررا محمد فاحر مکن، فارسی گر است» -
 ماتناق اهل تذکره، بقادر ۶ ۸۱۲ (۹۱ ع) تقریبا اربین جهان مرحلت کرده است -
 اما در رور روش نوشته که «تا سال ستم، از مایه سیردهم در قید حیات بود» -

با آب و تاب، و دیوانش از اول تا آخر همه انتخاب. اگر تامل نگاه کرده آید، بدش و تالیف او کم از هیچ اوستادی نیست. میگوید که تاحال رنده است. بطرف دکهن در سرکار نظام علیخان عرواعتاری دارد (۱) - (۲۰۹ الف) این چند شعر از و ست:

(قبه) شاه محمد حمزه، در فص الکلمات (۴۱۸ الف) گفته که «حواحه احسن الله یان درسه یکهرار و یکصد و هشتاد و چار هجری، همراه بواب وریر عاری الدین خان مقبر حابه (در مارهره) رسیده بود. بحس صورت و سیرت محلی، و بهم و همراه محلی - زادگاهش اکبر آباد است، و طغش معنی ایجاد. مشتق سخن از میرزا مظفر می کرد. چند شعر بدست خود رخصتیه کتاب نوشته» -

و حیرت، در مقالات الشعرا (۱۴ ب) نوشته «حواحه احسن الله یان، مجمع حوایهای بشمار است، و معدن مکالمه هزاران هزار. اگرچه مولدش اکبر آباد است، اما از مدتی در شاهجهان آباد توطن گزیده، رابصاحب خداوند حلی اتحاد و از تاط دارد. هنگامی که این راهزنی مایده از باب سخن، مقتضای قسمت آب و دانه وارد شاهجهان آباد بود، تقدیر برگ مشر ریاده از آنچه که منصور شود، حال خود مشاهده می نمود. بحس خلق و وفور مروت با علوی ادراک و رسائی طبع در طبیعت اوجع است» -

و شوق رامپوری، در تکلمة الشعرا (۶۳ ب) فرموده «احسن الله یان تحلیص، صاحب دهی سلیم و طبع مستقیم. تا عهد عالمگیر ثانی در شاهجهان آباد اقامت داشت. باز معلوم نه شد که کجاست» -

و مثلاً، در گلشن سخن (۱۳ الف) ذکر کرده «یان، امین احسن الله، شاگرد میرزا مظفر، مولدش اکبر آباد، سکشن دهلی است. مرد عاشق پیشه، و کلامش پر شور» -

و عاشقی، در بستر عشق (۱۰۶ الف) آورده «یان، نام وی احسن الله بود. این ابیات اوست -

بحون آورده مژگام چه سست شاح مرخان را؟

که دل حون کرد اشک سرخ من لعل بدحشان را

وصف ناتوانی رفت دامنش ر دست من

پیء دفع حنالت چاک می سارم گریبان را

یان، حسب تصریح حنانه و گل رعنا و حواهر و یاس، در ۱۲۱۳ (۹۸۷ ع)

رحلت کرد. چنانچه از ماده تاریخ «استاد از حمان رفت» که گفته یکی از تلامذه اش می باشد، همین سال برمی آید. و صاحب تذکره محبوب الرحمن و قاموس ۱۲۶۰

(۱۸۴۴ ع) نوشته که بحسب طاهر مستعد و ادرست معلوم می شود -

کھول دو عقدہ کو بین بقا کے پل میں
یا علی، تمکو یہ آسان، اوسے مشکل ہے
دست ناصح حو مرے حبیب کو اس نار لگا
پھاڑوں ایسا کہ پھر اوس میں رہے تار لگا
یار کو یہ سچی حر نالہ تنہائی کی
مدعی کون کھڑا تھا پس دیوار لگا ؟
وہ حو دیکھ آئہ کہتا ہے کہ «اللہ رے میں»
اوس کا میں دیکھے والا ہوں، بقا، واہ رے میں!
رح اوسکا، صفائی ترے تلوے کی بیاوے
حورشید ہرار اپنے آئیں چرخ چڑھاوے
عیرت گل ہے تو، اور چاک گریباں ہم ہیں
رتک سسل ہے بری راف، پرساں ہم ہیں
ناتواں چشم تری، ہم ہیں عصا کے محتاج
بت کی بیمار وہ، اور طالب درمان ہم ہیں
ترکی اوس چشم کی ہے ابروے حمدار کے رور
چھیں لیتی ہے دل حلق وہ (۱) تلوار کے رور

ہفتم ار طبقہ ثانی، شاعر متہن و مربوط، کہ کلامش نہایت موصول و
مصبوط، حواہ احسن الدین حان بیان (۲) است۔ ہر شعرش گویا آئینہ آست

(۱) اصل: «و»۔

(۸) گردیری: ۴۲، محزون: ۴۷، چمستان: ۵۲، حسن: ۱۹، الف: ۳۳،
گلر ۲۰، الف: ۵۵، تذکرہ: ۱۳، ب: ۱، ۱۲۳، شیفہ: ۳۵،
طقات: ۱۵۴، شمس: ۲۴، حسن: ۷۰، حر یہ: ۱۵۲، ص: ۷۰، طور: ۱۹،
حماہ: ۱، ۶۱، محبوب: ۱، ۳۰۸، گل: ۱۹۱، قاموس: ۱، ۱۴۵،
عسکری: ۲۵۵، حواہ: ۱۰، ۲۹۳، باہر: ۱۸۰، اشپر بگر: ۲۱۲ - (باقی)

هشتم^۱ از طبقه ثانی، مستحب و صحای رمن، لیل شیرین سخن، سید حسن المتخلص بحس (۱). عمر الله دیوبه، صاحب مثنوی «سحرالبیان» است، که سهره خوش گوئی، او عالم را فرا گرفته، و نور صفای بیان آن جهان را منور ساخته. شاعر خوش بیان و شیرین زبان بود. دیوان ضخیم ترتیب داده. در مثنوی و غزل بطیر خود بداشت. طررش صاف و بسیار نامزده و مقبول خاص و عام هر دو. (۲۰۹) مدتی شده که جهان فانی را وداع گفته. تاریخ وفاتش مصحفی چنان نظم نموده. تاریخ:

(۱) حس. ۲۲ الف، طقا ۲۹، گلر ۵۲۰ الف؛ لطف: ۹۲، تکره: ۲۲ الف، نصر ۲۰۲۱، شیفه ۵۳، طقات ۲۱۳، سراپا: ۷ و ۹۸ و ۱۴۲ و ۱۹۸ و ۲۱۱ و ۲۲۹ و ۳۷۹، حدویه: ۱۴۳، شمیم: ۳۷، سح: ۱۳، آب حیات: ۲۵۳، طور: ۲۹، حجاب: ۲، ۲۲۹، گل ۲۳۳، انتخاب ۱۴، قاموس: ۱، ۲۰۲، ۲۰۲، ۲۰۲، ۱۴۳، حواص: ۲، ۳۹۷، یاص: ۴۰۰، اشیر نگر: ۲۳۳، لوم هارث: ۳۶. مثلا، در گلش سح (۲۲ الف) می گوید «میر علام حسن، حسن متخلص دهلوی، این میر علام حسن صاحبک. در شهر کهنه دهلوی مسکن داشت، و شاگرد میر صیابود. از دهلوی سفر کرده وارد اکهنو گشته، با نواب سالار جنگ و حلف ایشان نوازش علی حاد میگرداند. مصامین سحابیش تاریکی دارد» - و مهنر، در مدایح الشعرا (۲۱ الف) می نویسد «اسم شریف آن سید والا تار، و آن شاعر مر گفتار، و آن سحر را دره اشعار، میر علام حسن، حلی الرشید سند علام حسن صاحبک متخلص از اولاد امجاد میرا می هر وی ربوی است. اللهم اعمرها» -

لطف و اشیر نگر و انتخاب، رحلت حسن را در ۱۲۰۵ هـ (۱۷۷۹ ع) و قاموس در ۱۲۰۴ هـ معرفی کرده. اما اتفاق دیگر اهل تذکره سال رحلت همان ۱۲۰۱ هـ (۱۷۸۶ ع) است که در متن مذکور شده.

در خصوص اسم میر حسن باید تصریح کرده شود که او موسوم به علام حسن است و سارین بعد نیست که اعظم علام از متن سابق شده باشد.

کتاب خانه عالی رامپور دو نسخه خطیه کلیات حسن را داراست، که یکی از اها در رامپور بدست محمد رحیم، خطاط بسطینی، بموجب حکم نواب سید احمد علی حان بهادر، در ۱۲۵۳ هـ (۱۸۳۷ ع) با تمام رسیده و یح سحابی خطیه سحرالبیان هم محفوظ است.

میں ترے دُر سے رو میں سکتا
 گردِ عمِ دل سے دھو نہیں سکتا
 سب مرا شور گو یہ سس کے، کہا:
 »اسکے ہاتھوں میں سو میں سکتا«
 مصلحتِ اَرکِ عسو ہے، باصح
 لیکِ وہِ ہمسے ہو میں سکتا
 حوِ مسلسلِ بیانِ کہتا ہے
 کوئی موتی پرو میں سکتا
 وامق تو کیا ہے؟ قس بھی جاتا ہے مجھکو بھول
 حبِ دیکھتا ہوں حسرتِ فرہاد کی طرف
 ہو ونگا دوقِ حسرتِ دندار میں حل
 سیریں، گمرِ نکیحیو فرہاد کی طرف
 بھلا میں تو، اے دس و اماں عاسو
 ہوا ہے او کون دسمں جاں عاسو؟
 مقابلِ ہی رہا ہے ہر وقتِ ترے
 ہے آئینہ، نا چسمِ حبراں عاسو
 میں جاتا تھا وصل کی سب کچھ درار ہے
 آنکھیں حو کھل گئیں، تو درِ صبحِ نار ہے
 حلو میں پھرے ہیں برِرادِ اڑکے
 دوائے، رے اسِ تحمل کے صدقے
 رسوا بکر، خدا سے دُر، اے چسمِ تر، مجھے
 آنا ہے اوسکے کوچے میں نارِ دگر مجھے

کل صبا کس کی باس لائی تھی؟
 حان میں مہری، حان آئی تھی
 دل کو روؤں و یا حگر کو، حس
 محکو دوہوں سے آشنائی تھی
 اے گرد باد، طرف یمن ٹک گزار کر
 بدل کے پر پڑے ہیں، گلوں کے نثار کر

نہم ار طمعة ثانی، شعاع شمسین گفتار، محمد امان حان
 نثار۔ (۱) و شیخ گفتہ می شد۔ (۲۱ الف) بررگانش صیعت معماری
 داستند۔ کسیکہ طرح جامع دہلی ر محتہ، حد او بود۔ مسارالیہ ہم
 در پیس امرا، یعنی مجدالدولہ و صابطہ حان و راحہ نکیت راے و
 مہدی علی حان وغیرہ، ناہتمام ہمیں صیغہ بوکری نامتیار نمودہ است۔
 کلامس ار تلاس معالی و جمعیت الفاظ گونا گوں (۲) حالی بودہ۔
 کمال برگو بود۔ ہفت دیوان ترتیب دادہ، اما سوائے عزل و چند
 راعی، تسمردہ ہیچ نگفتہ آوردن الفاظ، کہ مخصوص بمردمان
 تماہجہان آباد اند، خاصہ او بود۔ ایں چند شعر ازوست:

آج کیا ہے، حو ادھر رجہ قدم فرمایا
 یہ تو فرمائیس: «کس طرح کرم فرمایا؟»

مجنوں کا میرے، ہے دل دلگیر لے صدا

(۱) حس ۱۳۹، طقا ۴۱، تذکرہ ۸۴، بحر ۲، ۲۶۶،
 شیمہ ۱۹۳ الف، طقات ۳۵۱، سراپا: ۲۷۴، تسمیم: ۲۳۵، سجن: ۵۰۳،
 طور: ۱۱۵، آحیات: ۲۱۸، حاشیہ، خواہر ۱، ۳۴۸، یاص ۳۱، اشپرنگر: ۲۷۴۔
 در حس و طقا، اسمش امان اللہ، و در تسمیم و یاص محمد امان ولد سعادت اللہ معمار
 ست افادہ۔ و طقا و تسمیم معرفی کردہ کہ ست تلمذ شاہ حاتم داشت۔

(۲) اصل «گونا گوں»۔

چون حسن، آن بلل خوش داستان
رو اریں گلزار رنگ و بو نتافت
سکہ شیریں بود بطقش، مصحفی
» ساعر شیریں زبان، « تاریخ یافت
(۱۲۰۱ھ)

ایں چند شعر اردیوان اوس:

حانا تھا اوس کے کوچے میں، میں نے حسر چلا
بارے، اوسی نے ٹوک کے پوچھا: » کدھر چلا؟ «
دل اب تو نات بات پہ یستا ہے، اے حسن
کیا حارے، اس میں کس کی نزاکت سما گئی؟
ہے دھیاں حو اپنا کہیں، اے ماہ حسن، اور
حانا تھا کہیں اور، تو حاتا ہوں کہیں اور
آخر تو، کہاں کوچہ ترا اور کہاں ہم؟
کرلیویں یہاں بیٹھہ کے اک آہ حزن اور
میں حسر کو کیا روؤں؟ کہ اٹھہ جاتے ہی تیرے
رپا ہوئی اک مجھہ پہ قیامت تو یہیں اور
تھا روے رمیں تنگ، رس ہم نے نکالی
رہے کے ائے تنعر کے عالم میں، رمیں اور
نکلی، تو اسی کوچے (۱) سے یہ گم شدہ نکلی
ڈھونڈھے ہے حس دلکو، تو پھر ڈھونڈھے ہیں اور
تم تو لڑ بھڑکے، حسن، یار سے بس ایک ہوے
معت میں میں نے یہ باتیں حوس میں، مجھ کو کیا؟

دل کو مرے، دیا سا، تو مت بچھا دیا کر
گالی ہو حواہ چھڑکی، خون حگر ہو یا عم
اے دل، حو یکھہ کہ وہ دے، حوش ہو کے کھا لیا کر

مکتب میں بیٹھہ کر یہی سیکھا ہے گالیاں
ملا نے کیا کہا ہے: « نکا کر تو لام کاف »؟

ابرو کو اوس کے ہے مجھے سجدہ روا، شار
کافر ہیں، کروں حو میں قلمے سے انحراف
مست، اوس لب میگوں کے میخانے سے کیا واقف؟
محمور، اوں آنکھوں کے پیمانے سے کیا واقف؟
معمور ہے، سرکس ہے، لے فکر ہے، لے عم ہے
تعلہ ہے وہ بے پروا، پروانے سے کیا واقف؟
حور تشید سے گرم اپنی صحت ہے بیاں میں
ہم، سایے سے کیا محرم، حس جانے سے کیا واقف؟

دھم ار طبقہ ثانی، عالم عالی منزلت، شاعر والا مرتبت،
میر قمر الدین مست (۱)، کہ در علم و فضل یگانہ رورگار بود۔

(۱) حس : ۱۹ الف ، گار : ۱۹۶ ب ، لطف : ۱۷۱ ، عقد : ۸۰ ب ،
تذکرہ : ۷۷ الف ، شیعہ : ۱۶۲ ب ؛ نایح : ۴۱۴ ؛ طقات : ۱۷۸ ، تسیم : ۳۸ ،
حریہ : ۲۰ ، سخن : ۴۵۷ ، شمع : ۴۱۵ ، رور روش : ۶۵۲ ، آب حیات : ۲۱۷ ؛
طور : ۹۶ ، محبوت : ۲ ، ۱۰۰۵ ، گل : ۲۷۸ حاشیہ ، قاموس : ۲ ، ۲۳۳ ؛
عسکری : ۲۳۶ ، باص : ۳۴ ، اشیر نگر : ۲۵۸ ۔

شوق راہ پوری ، در تکلمۃ الشعرا (۲۹۹ الف) می فرماید : « میر قمر الدین مست
تخلص ، منوطن شاہ جمال آباد ، از محباء و شرفای آن ملکہ بود ، و ار اولاد امام
جعفر صادی ، و ار حنادای مولوی قمر الدین ، صاحب ارشاد حداطلان بودہ ۔ مصنف
تصانیف متعدده مسموی ، و سہ دیوان وغیرہ است ۔ شخصی اہل دل ، و سحرور کامل ، و مال و
فاصل ، و مورح حوش مقال بارک خیال ، ملاشی مضامین نوورنگیں ، و منحس الفاظ
حوت و شیرین بودہ ۔ ار چندی در ملکہ سکھتو ادا مت داشت ۔ آوازہ سخوریہ او در (مانی)

گویا کہ رنگِ باقہ تصویر بے صدا
 اس آہ بے صدا کا حگر سے نہ ربط ہے
 کاعد سے جیسے حامی کی تقریر بے صدا
 گردش کا اوس نگاہ کی، اب طور اور ہے
 اے ساکناں میکدہ، یہ دور اور ہے
 ثار، اوس کی حقیقت سے کب تو ماہر ہے؟
 برب کعبہٴ تنوں میں وہ سخت کافر ہے
 مرحائب، کریں منہ سے نہ اظہار محبت
 شرمندہ عیسیٰ نہیں، بیمار محبت
 دل ضبط آہ سے مرے سیسے میں حل گیا
 جھگڑا چکا، عذاب سے چھوٹا، حال گیا
 کلۂ احزان میں روتیں کر دیا عم کا دیا
 آتش داع کہیں کو کی نے پھر جھکا دنا؟
 دل کو اول قتل کر، پھر مہربانی کی تو کیا؟
 اسکی کیا شادی، ہمیں خلعتِ حو ماتم کا دیا؟
 حب وصل تھا نصیب تو، اے یار، کچھ نہ تھا
 چنگے ہلے تھے، حاں کو آرار کچھ نہ تھا
 (۲۱۰) اے حاں، تم حو آگئے، بس حاں آگئی
 جیسے کا، ورہ، اپسے تو آمار کچھ نہ تھا
 ہم حاسکین نہ وہاں، نہ وہ گھر سے نکل سکے
 اٹکا ہے دل کہاں کہ جہاں کچھ نہ چل سکے
 عرم سفر کا اپسے مذکور مت کیا کر

و مشوی - مداحیء راجه ٹکیت رای بہادر، کہ دیوان آصف الدولہ مرحوم

(بقیہ) کہ احوالش مفصل در تذکرہ کاشی مرقوم است، میرسد. مولدش قصہ سونی پت بودہ، و در حطہ پاک دہلی نشو و نما یافتہ. تقریب قرات و پوئدہا، تربیت در خاندان شاہ ولی اللہ محدث گرفتہ، و تحصیل علوم و سند حدیث از خدمت مولوی شاہ عبدالعزیز ولد ارشد شاہ ولی اللہ مرحوم، کہ امروز ہیکل مستعدی و تحقیقات کوس یکائی می رند، ساحہ و رسالہ اجازت حدیث از مولانا حاصل کردہ، و دست ارادت در خدمت مولانا محمدالدین اورنگ آبادی ثم الشاہجہان آبادی طاریت قادریہ دادہ، و محار طرایق دیگر ہم، مثل چشنیہ وعرہ گشتہ - مشن سخن وحدت میر تہمن الدین فقیر نمودہ. تاکہ در شاہجہان آباد بود، بر طریقہ اہل تسبیحی سر برد. ہر گاہ در سند یکمہرار و یکصد و بود و یک در لکھنؤ رفت حل و عادات مذهب تشیع طاہری نمود، و در انحا قصاید مدح بطر نواب حن آرامگاہ، آصف الدولہ مرحوم، ر دیگر اعزہ، مثل حیدر بگ حان و راجہ ٹکیت رای، گہرا بیدہ، صلات بر گرفت. و از انحا ہزار ہنگالہ رفت، و مداح اعظم آنحا نمودہ بخایرہ معزز گردید و قصاید عرا در مدح نواب گورر مسٹر ہشمن صاحب بہادر گہرا بیدہ، محتاب ملک الشعرا ی سرفراز شد. و از آنحا حیدر آباد رفتہ، قصیدہ در تعریف نواب آصف حاہ نظام الملک انشا نمودہ، بدہ ہرار رویہ صلوٰۃ بقدر حسن ماہی گشت. گریہد با بایا ی والیہ حیدر آباد، شعرا ی آنحا عکارہ و محادہ ما میر یش آمدند. و چون وی را در ہرمس مسعد و ندیبہ گریافتند، محبی والیہ مرور معروض داشتند، و آن حوہر شاس نگین مرمد بحالاب ملک الشعرائی مرحمت کرد. میر بار از حیدر آباد علف عان بہ لکھنؤ نمود. و این بار راجہ ٹکیت رای اورا عشاہرہ دو صد رویہ رفاقت خود کشید. میر بعد چند سال در عمر چہل و نہ سالگی تقریبات بعضی امور وارد کلکتہ بود کہ درسد یکمہرار و دوصد و ہشت پیک احل در رسید و در گربلای آنحا مدفون گشت. مولوی عبدالواسع کہ از فصلا ی لکھنؤ است، این قطعہ نظم کشیدہ کہ نکتیہ یک عدد حال تاریخش برمی آید. « میر قمرالدین مت ہای ہای » شخص دیگر تنعیمہ گشتہ :

« خود گشت من ررون داش » من سعدی آحرالمام

دیگری تاریخش نظم کشیدہ کہ مادہ اش این است « قمر دین محسوف آمد آہ »

از انحا کہ از ابتدای سن تبر مشعولیہ - اطر شعر و شاعری داشت، دستگاہ کمال پیدا ساختہ بود. »

ماتاق اکثر اہل تذکرہ، مت در ۱۲۰۸ھ (۱۷۹۳ع) در کلکتہ وفات یافتہ است. چنانچہ علاوہ بر مادہ ہای مذکورہ صدر، راری کہ یکی از شاگردان مت است، در تاریخ و فائش می گریہد (کلیات ۲۲۳ الف و ب) « مرد مسع برم عراں، آہ، حیف. » مولوی احسان اللہ مختاری فرماید

(نامی)

در فارسی گویان، کسی قوت مقابله او نداشت، علی‌الخصوص در قصیده

(قبه) افراه عوام و حواص است، محتاج تعریف نیست. مصف دیوان فارسی و هندی « و مینا، در گلشن سخن (۱۹۴ الف) می‌گزید « مت دهلوی، نامش میر قمرالدین سلسلهٔ نسب او از حاکمان اجداد مادری سید حلال نحاری -»

میر علاء الدوله اشرف علی خان، در تذکرة الشعراء (۳۶۲ الف) می‌نویسد: « منم محصل از خوانان موزون طبع است. ما بواب وزیر عمادالملک نظام‌مخلص در فرح آباد می‌باشد. راقم تذکره، فقیر علاء الدوله، را بارها اتفاق مشاعره نامت مذکور دست داده. »

مرلوی عبدالقادر جیب رامپوری، در رورنامچهٔ خود (۱۶۲ الف و ب) گفته

است

« تاریخ ۲۷ جمادی الآخره سه ۱۲۳۹ هـ مطابق ۲۸ فروری سه ۱۲۴۱ ع، از ملاقات به میر نظام الدین محمود مسعود شدم. این بررگوار، فرزند میر قمرالدین مت است آ وی از اقربای حاکم شاه عبدالعزیز صاحب بود، و دست ارادت بحاکم یگانگ آفاق، در کمال اسابت و تهذیب اخلاق. مولوی قمر الدین اورنگ آبادی مولد و دهلوی مرقد طاب ثراه، داده عالمی را مرشد گشت. و بعد چندی در لکهنؤ تقرب بواب حسن رحه خان و حیدر نگ خان هم رسایده، خود را اثنا عشری و اعمود، و ازان راه برگشت و در رفعت حیدر نگ خان به کاکنه آمد و درگرفت. شعر فارسی هم می‌گفت. مطلع او

چو دیدم از دور آن ریزین وارا
گلستان گشت « مت مر خدا را »

ربان رد که و مه است.

و این بررگوار بر این بد مذهب و مشرب آزاد است. آسایش رندگانی نبود حار دانی می‌یابد. مرد سعهه جهان دیده و هیده و گرم و سرد روراً چشده است. تحریر و تقریر وی مربوط و بکار تحصیل و تشخیص و وکالت و مصالح سراوار. زبان اردو از شعرای کهنه مشق لکهنؤ است. عربی وی

لبنی ہے میں گل سے صا اور صا سے ہم

لے عطر اوس کے تن سے قا اور قا سے ہم

ر رنما هست. و ناترا می که گفته، بگو گفته. سمارش حبل سر ڈیوڈ احترام صاحب، مدتی کار تحصیل کوٹ قاسم صرف حاصل حضور والا می‌کرد. آخر سعا کسان ازان کار کاره کش گشته، پا کاری پر گمه مگره، که اهتمام آن به کی حال صاحب متعلق است، یافت.

و عاشقی، در بشر عشق (۱۶۵ الف) گفته « مت، نام پاکش میر قمرالدین سید مشهدی بژاد و از اولاد امام ناصر الدین بود که مزارش در قصهٔ سونی، مزار حلالی خاص و عام است. سب شریفش چهارده واسطه سید حلال بن سید عسیدری، (ناقص)

دلروں سے ہاتھا پائی ہو چکی
 تیغ سے وہاں اتلک ٹپکے ھے حوں
 قتل یاں ساری خدائی ہو چکی
 رات تھوڑی، حسرتیں دل میں بہت
 صلح کیجئے، س لڑائی ھو چکی

یاردہم ار طمقہ ثانی، تنع برم سخندان، آئینہ دار محوۃ معانی،
 شاعر پرور و قوت، ادا بندی دقت، سیخ علام ہمدانی، متخلص بہ
 مصحفی (۱) است کہ در یختگی و متانت محی طرر مررا، و در

(۱) حسن : ۱۲۵ ب ، طقا ۴۱ ، گلر : ۱۹۰ الف ، لطف : ۱۶۵ ،
 عقد : ۸۵ ب ، ریاض : ۴۹ الف ، تذکرہ : ۸۲ ب ، شیفہ : ۱۴۸ ب ، نایح : ۴۲۰ ،
 گدستہ : ۲۵۷ ، طقات : ۳۵۰ ، سراپا : ۵۴ ، حدولہ : ۱۴۱ ، عمیم : ۳۳ ، سخن
 ۴۴۰ ، سمع : ۴۱۶۰ ؛ بوستان اودہ : ۱۰۹ ، آنجات : ۳۰۹ ، طور : ۹۱ ، گل : ۲۱۸ ،
 اسباب : ۲۸ ، ماموس : ۲ ، ۲۱۶ ، عسکری : ۲۲۹ ، حواہر : ۲۰ ، ۵۷۵ ،
 باص : ۴۵ ، اشیرنگر : ۱۸۲ ، بلوم ہارٹ : ۷۰ -
 مہلا ، در گلشن سخن (۹۱ ب) می گزید . « مصحفی ار شرفای امرودہ است

در دہلی »

مولوی عبدالقادر جیف رامپوری ، در رورنامچہ (۴۰ الف) می نویسد
 « روری در محفل مشاعرہ ، کہ دران ایام بحاثہ مرزا جعفر می بود ، رفتم - مررا
 محمد حسن متخلص نقیث و مصحفی و میر نصیر دہلوی دران رمرہ سرگردہ شمار می
 آمدند - و شیخ امام بخش ناسخ را دران ایام رورافرونی و ناموری دریں کاربود -
 و بعد اران یک رور ملاقات تفصیلی میان مصحفی شد ، کہ بحاثہ آن ررگزار رفتم - بہ
 دشنر مردم درس « گلی کشی » میر بخت دادی ، و اصلاح اشعار اکثری ہم میکرد -
 یا این ہمہ یارمند بان شیفہ بود - می گفتم کہ مولدش بلم گدہ است کہ متصل
 شاحبان آباد است - »

و مہجور در مدایح الشعرا (۳۶ الف) گفتمہ " اسم شریف آن سر حلقہ
 شاعران سخن سبح . . شیخ علام ہمدانی ، مصحفی - متخلص میر مایند - این ہیچمدان راجہ
 یارا کہ رمان در توصیف آن شاعر نادر بیان کشاید - "

در وفات مصحفی اختلافی رو داده است کریم الدین در گلدستہ نوشتہ کہ
 " وفات ارسکی کو بہ اکتیسواں سال ھے - " چون سال تالیفش ۱۲۶۱ ھ است ، لہذا (باقی)

بود، سیار نموده۔ گاہ گاہ زبان فصاحت بیان را بہندی ہم آشنا می
ساخت، بالتخصیص در وقت اصلاح، چراکہ در ہدی شاگردان
سیار بہم رسانیدہ بود۔ علی الخصوص خلف الصدق او، مہر نظام الدین،
ممنون تخلص میماند۔ و آن ہم صاحب (۲۱۱ الف) دیوان است، و
مثل پدر بررگوار، تلامذہ سیار دارد۔ گوید کہ میر سعادت علی
تسکین و سید مہر اللہ خان عیور نیز از تلامذہ ممنون اند۔ و بعضی
گوید: «ار شاگردان مت۔» بہر حال سلسلہ واحد است۔ ایں چند
شعر اروست :

ہم سے وہ حوشش، وہ الفت دور کی
آپ کو سوچھی نہایت دور کی
شب کہ مجلس میں وہ بت محو خود آرائی تھا
آئہ، پست بدیوار، تماسائی تھا
مدعی اوس سے سخن سار سالوسی ہے
بہر تما کو یہاں مردہ مایوسی ہے
میری ہی طرح، جگر حوں ہے ترا مدت سے
اے حاء، کس کی تجھے خواہش پانوسی ہے
تہمت عشق عٹ کرتے ہیں مجھکو، مت
ہاں یہ سیچ، ملے سے حواں کے تواک حوسی ہے
س حفا رور آرمائی ہو چکی

(بقیہ) مت، آن بادشاہ ملک سخن کہ شدش منتظم محو اسلوب
قمر الدین نام بود، ازان بودش سال انتقال «دروب»
اما مصحفی در تاریخ وفاتش «مت کجا و رمرمہ شاعری او» گہتہ کہ از و
۱۲۰۷ (۱۷۹۲ع) مستخرج می شود۔ و لطف و ناص دریں حصص ۱۲۰۶ (۱۷۹۱ع)
را معرفی کردہ۔

سر حلقہ ریختہ گویان لکھتو ہمیں خوش فکراست و س۔ ایس چند شعر اروسٹ :

سمجھے وہ صید حسہ مرے اضطراب کو
 سیسے میں حسکے، ٹوٹ کے پیکان رہ گیا
 شوحی تو دیکھے، تیر کو سیسے سے کھیچ کر
 کہتا ہے: « میرے تیر کا پیکان رہ گیا »
 ترا حدنگ نگہ حس کے دل سے بار ہوا
 سنان تیر تعافل، وہ دلگرا ہوا
 فصد کرتا ہوں حو اس در سے کہیں حابکا
 دل یہ کہتا ہے: « توحا، میں تو نہیں حابکا »
 کبھی اوس یار قاتل بس، حورحت اپنا بدلتے ہیں
 ملے ہیں عطر تو، لیکن کف افسوس ملتے ہیں
 « توں میں آپ ہنس ہنس بت رہر گھولتے ہیں
 ہم سے ہی بیچیا ہیں، حو تم سے بولتے ہیں
 (۲۱۲ الف) داس اوٹھا کے چلتے ہو، میرے منار سے عث
 حاک میں میں تو مل گیا، کس سے اب احتراز ہے؟
 ہمکو ترساتے ہو کیا، تم یہ ادا دکھلا کر؟
 مہ چھپایا بہ کرو، مہر خدا دکھلا کر
 پھر قیامت ہے، حو وہ سُوح چھپالے مہ کو
 اپنا دیدار ہمیں رور حنا دکھلا کر
 حو دیکھے ہے نقشے کو ترے، وہ یہ کہے ہے:
 « سارا بدن اسان کا، چہرہ ہے یری کا »

ادا سدی و ارسال المثل ثانی سور تنبیر اداست - بر همه اقسام سخن
بکمال حوی قادر، و بطور شاعری و سخنوری، کماحقه، رهاهی (۱) خود
ماهر - شاعران سار هم رسانیده - گوید که منش دیوان در سبک
نظم کسیده، (۲۱۱) اما رطب و ناس بسیار دارد - و سمة از فوب
و خودت طبیعت او این است که در ایامیکه وارد لکهنو گردیده،
آبوقت دور دور میان حرات بود، و مردم سهر همه مسحر طرر
دلبد او - مسارالیه چون دند که کسی ملتفت بحالش نمی سود،
با حرات طرح خلاف انداخته، تنها با او ولسکر تلامدش مقابل شد،
و در اندک عرصه، خود هم شاعران بسیار بهمرسانده، در
مساعره های لکهنو شعر میخواند، و تا است سال همین راع و محاسمت
سر برده، آخر نام نامی خود مثل او، بلکه راده تر او، بر حریذ
سهرت و نام آوری تمت نمود - عرصه کمال یرگواست - اکنون از
طبقه شعرای (۲) هندی بقوت و معلومات و کمن سالی و اصلاح تلامد،
بمقامات او هیچکس نمی رسد - خدا او را بسیار رده دارد! چه د

(بقیه) بردش رحمت مصحفی در ۱۲۳۰ هـ (۱۸۱۳ ع) واقع شده باشد اما در طمعات می گردید
" در میان ۱۲۲۰ هـ (۱۸۰۵ ع) کے اوس حادث ہوا - "

و در نتایج گفته که " در اواخر عشره راعه بعد ماتین و الف قدم راه عد
سعاد - " و همین سال را مجمع و گل و فاموس و عسکری و حواهر و باص و لوم هارث و غیر
معرفی کرده اند - و آنچه اشیرنگر گفته که بار شیفه رحلتش در ۱۲۲۳ هـ رو داده
درست نیست - شیفه هم با داح موافقت دارد - رد بنده عرشی در گلدسته کریم الد
بحای " اکبوان " که مرادف است و یکم است، اکبیران که مرادف سی و یک
است، و بدل اعداد ۱۲۴۰ اعداد ۱۲۲۰ هـ از سهو کاتب مدرج شده -

کنایه ای عالیہ رامپور به سبحای حلیہ دیوانش را داراست - و از احو
چهار محلہ، که صدر الدین محمد در ۱۲۱۱ هـ (۹۶۷ ع) نوشته، مہر شاہ اودہ و بحر
حائره و فقرہ " بیش کرده میان مصحفی " بر صفحه اول دارد -

(۱) کذا - و اغلب این که " رانی خود " بود

(۲) اصل " شعرای - "

اوست. شعر را نکال صفائی و شیرینی گفته. صاحب دیوان است. «ریختی»، که بیای معروف حالا شهرت دارد، از اختراع مراج نزاکت امتزاج اوست. و آن عبارت است از شعری که دران فقط ربان و محاوره (۲۱۲) ساء سته شود. و هر معامله که ربان را با ربان یا با مردان روی دهد، صرف بیان و تقریر او باشد. و بس؛ و هر گز هر گز لفظی و کلمه که تعلق و خصوصیت تقریر مردان و حوانان داشته باشد، در بیاید. عرصکه طراح این طرز عجیب همین خوش سلیقه است، و سوای او هر که گفته و یا بگوید، متنع اوست. و «رساله نثر» در محاوره ربان ساء بین خوب نوشته است. این چند شعر اوست:

(نقه) آه کحی، تو آن حانی ه ار نه کحی، تو حان حانی ه.
 وه نه آوم، تو توهی چل رنگی اس میں کبا تیدی شان حانی ه؟
 و ربان اردو «فرسامه» دارد، که بهترین فرساماست. اول مقامها را، که اسپ در اها خوب باشد، نوشته و بار حال و حطش را که بدان فبتش در سوداگران کم و بیش گردد، بار رنگهای پسندیده و ناپسندیده، بار طرز پرورش آن و قواعد حفظ صحت و امراض قوت، بار طریق استدلال بر مرض و تشخیص و تعین قسمی از اقسام آن مرض، بار معالجه و سواری هم بیکوی داند؛ و حوی بد را شایستگی آوردن تواند. با این همه قدرت تحریر ندارد. در باب (ص ۳۹) هم ازو دگر رفته است. بدیه عمرشی مگوید که حان آرو در «عرايب اللغات» بعد هر ردیف فصلی مشتمل بر محاورات نگات نوشته است. چون این فصول در اکثر نسخ عرايب اللغات یافت نمی شود؛ ازین جهت عامه ادماي هد باین حقیقت بی برده رساله رنگی را کتانی وحید درین موضوع مبرده اند. بدیه خوشحانه در کتابخانه سرکار رامپور بر نسخه خطیه از عرايب اللغات آرو، که دارای این فصول مبهمی باشد، مطلع شدم. و رساله رنگی را، که در عقده بدیه هم رساله وحیده درین موضوع بود، رو عرص کردم. بعد تفحص و تمیض باین حقیقت پی بردم که رساله مذکوره ترجمه افطه فصول آرو است، حتی که، نامنشای مواضع چند، ترتیب لغات هم برهان ترتیب آرو ست رنگی رحمت و کلفت ناکشده، قصد ناموری و شهرت کرده است عمرالله.
 رنگی بنا بر اتفاق ارباب تذکره در ۱۲۵۱ ه (۱۸۳۵ ع) بمهر هشتاد سال فوت شد در کتابخانه عالی رامپور دو نسخه خطیه از دیوان ریختی اش محفوظ است.

منہدی ہے کہ قہر ہے خدا کا
 ہوتا ہے یہ رنگ کس کا؟
 تلوار کو کھینچ، ہنس پڑے، واہ!
 ہے مصحفی کستہ اس ادا کا
 بھنگے سے ترے، رنگ خدا اور بھی چمکا
 پانی میں، نگاریں کف پا اور بھی چمکا
 حوں حوں کہ ترے منہ پہ پڑیں مینہ کی بوندیں
 حوں لالہ تر، حس ترا اور بھی چمکا
 دھویا بگیا حوں مرا تبع سے تیری
 کم بخت پہ پانی حو پڑا، اور بھی چمکا
 کاعد کا ورق بہ پامے صورت؟
 بقاس ایسی پامے صورت
 چہرہ پہ نظر نہیں ٹھہرتی
 اللہ رہے، تری صفائے صورت!

دواردھم ار طبقہ تالی شمسوار عرصہ سجدانی، سعادت یا
 حان، کہ پسر طہماسپ بگ حان توری است و رنگیں (۱) تخلص
 (۱) طقا ۴۴، تذکرہ: ۳۵ ب، پھر ۱، ۲۷۸، شبنہ: ۷۴، الم
 طقات: ۳۳۳، سراپا: ۸۵، حدولہ: ۱۴۵، گلدان: ۲۶، سمیم: ۳۳۰، سحر
 ۱۹۴؛ رور روش: ۲۵۹، آجات: ۱۱۰، ۱۱۶، ۲۱۷، ۲۹۶، لور: ۷۷
 حمانہ: ۳، ۵۲۹، گل: ۲۶۴، قاموس: ۱، ۲۶۷، تذکرہ ریختی: ۷۰
 عسکری: ۲۳۷، حواہر: ۱، ۳۴۰، اشیرنگر: ۲۸، بلوم ہارٹ: ۴۰۔
 مولوی عبدالقادر جیف رامپوری، در رورامچہ حود (۶۹ الف) می فرماید:
 «و سعادت یار حان رنگیں است۔ عمرش از ہمتاد در گزشتہ، لکن نکلاش ہو
 شوحیہ بوحواست۔ در اسام شعر معنیہ بلد دارد، و در ریختی از میر سور
 میر اشاء اللہ -ان و در ہزل از صاحب قمران بالا دست است۔ این دو بیت او زبا
 (۲) کہ و مہ است

دلیل شیرین گفتار، ناظم خوش تقریر، مقبول هر برنا و پیر، میان قلندر بخش، که حرأت (۱) تخلص داشت - شیرینیء تقریر و صفائیء بدش، بمرتبه که داشت، مثل آفتاب بر همه روشن است - عرض که صاحب طرر است - نهایت حلیق و عالم آشنا گزینته - مردم چشمش، عارضه نرول، مدت است که از حلیه مصر عاری بودند - آنچه گفته بود همه یادداشت، حالانکه کم از صد هزار شعر فصیح نگفته باشد -

در هر مجلس و مجمع که رونق افزا می شد، سبب خوش تقریری او کسی نار سخن نمی یافت، و هرگز بر خاطرها نار نمی شد - مادام که زنده بود، مقبول دلها و عزیز امرا بوده - صاحب عالم مرزا سلیمان شکوه بهادر، دام طله، او را بسیار عزیز میداشتند - شنا کردان بیسمار بهمرساییده، در هر مشاعره که می آمد، نصف مشاعره بلکه زیاده از تلا مده او می شد - و در نجوم و ستار نواری و علم مجلس

(۱) حس ۳۱ الف، طاقا ۳۰، گلر: ۳۰، ب، لطف: ۳۰، تذکره ۲۲ الف، نمر ۱، ۵۵، شیفته: ۴۳، ب، گلدسته: ۱۴، طقات: ۲۰۵، سراپا ۷۱، مختصر ۸۵، جدولیه ۱۴۱، شمیم: ۳۲، سخن ۱۰۲، رور روشن: ۱۴۳، آحیات ۲۳۶، طور ۲۴، حجاب ۲، ۲۱۸، گل ۲۴، اسباب ۲۷، قاموس ۱، ۱۶۷، عسکری: ۲۲۵، حواهر ۲، ۲۸۲، یاص: ۳۷، اشیرنگر: ۲۴۴، لوم هارث: ۳۵ -

مثلا، در گلشن سخن (۲۹ الف) می گوید: « حرآت دهلوی، اسمش یحیی اما از حافظ اما، صاحب دیوان در تلامذه مرزا جعفر علی حسرتست - در علم موسیقی و ستار نوازی طرفه دستی دارد - و در نظم شعر ریخته طعش ملازم - در لکهنو و فص آناد میگرداند - »

اتفاق اکثر اهل تذکره، حرآت در ۱۲۲۵ هـ (۱۸۱۰ ع) وفات یافته است - اما در طبقات ۱۲۲۴ را معرفی کرده - و همین سال از مادهای مستخرج کمال، شاگرد قائم، و حسوت سگه پروانه رمی آید چنانچه کمال می گوید (دیوان قلمی: ۲۹۵ و ۲۹۶ الف، حاشیه):

حس تاریخی جو از هاتف کمال گفت « شاعر و هنی شیرین زبان » و پروانه می گوید « کهو، حس نصیب حرآت ه - » (حجاب ۲، ۷) - کسانچه عالیة رامور یح سبحای دیوانش را دارا ست -

يك بيك چونك كے، کہے لگے وہ رات: »نہیں
 روك مت، حانے دے گھر ہمکو، یہ یکھہ بات نہیں»
 ہاتھہ میں ہاتھہ ہے، یر ہوسہ نہیں لے سکتے
 دست رس اتنی بھی ہرگن ہمیں، ہیہات انہیں
 قسمیں کروڑ حس نے ملے کی کھائیاں ہوں
 یہ سوچ ہے، اب اوس سے کیونکر صفائیاں ہوں؟
 اوس ستمگر سے ہمارے حو کسی نے پوچھا:
 »کوئی رنگیں بھی ترے کوچے میں یہاں رہتا ہے؟«
 تو یکھہ اك تاؤ سا کہا، چیں بچیں ہوکے وہیں
 گالی دیکر، یہ کہا اوس لے کہ »ہاں رہتا ہے«
 حی بیچ کے یہ عشق کا ححال حریدا
 اوس حس کو کہو، ہمے ہے نہ مال حریدا
 میں نے چاہا حو اوس کو، اے رنگیں
 مجھہ سے ہر ایک بدگماں ہوا
 طوطئے حوڑقی (ہے) (۱) کیا کیا، حلق؟
 حی اگلا بلاے حان ہوا
 حب میں نے کہا کہ »مجھہ کو تم سے
 ملے کا ہے اشتیاق بیحد«
 یکار وہ کھل کھلا کے، رنگیں
 بولے کہ »چہ حوش، چرا ما شد؟«
 طبقۃ ثالث

(۲۱۳ الف) اول سر دفتر سنغوران طبقۃ ثالث، شاعر فصاحت کردار،

سر ہٹکتے رہ گئے ساحل سے ہم، ماسد موج
 اور اعیار اوس کو کشتی میں ٹھہا کر لے گئے
 کل تلك حسكى حمر سب لوگ آ کر لے گئے
 آج اوس بیمار کو، پیارے، اوٹھا کر لے گئے
 کیا عصب ہے؟ اوس لے جس جس کے تئیں لکھے تھے حط
 سامہ بر وہ مجھ سے سر سامے پڑھا کر لے گئے

نوسہ بہ حو منہ یہیرو، تو پھیرو ایسا
 لك باؤ تو داسے ہمیں دو ایسا
 گر نام سے عاشقی کے ہے تنگ تو، حان
 بوکر، چاکر، علام، سمجھو ایسا

چاہ کی چتوں مری، آنکھ اوس کی شرمائی ہوئی
 تارلی مجلس میں سب لے، سخت رسوائی ہوئی
 مخفی نماد کہ ایں شعر متعارفہ است۔ حرأت میگفت کہ
 «ار من است» و افسوس میگفت کہ «ار من» چون طرر ہردو قریب،
 و وقوع شعر ار ہردو ممکن، ناچار باتناع شہرت در اشعار حرأت
 دوستہ سدہ۔ و الله اعلم بالحق۔

دوم (۲۱۴ الف) ار طبقۃ ثالث، کہ حاک طیشش آب فصاحت
 سرنستہ (۱)، و عصر لطیفش بمایۃ بلاغت تالیف یافتہ، فصیح رمان، بلیغ
 دوران، میر شیرعلی افسوس (۲) بود، کہ در معلومات می و بدش

(۱) اصل: «سر رشتہ»۔

(۲) حسن ۱۶ الف، گلر: ۱۸ الف، لطف: ۴۷، تذکرہ: ۸ ب،
 میر: ۱۰، ۶۵، شیفہ: ۲۳۰ الف، طقات: ۲۳۳، سراپا: ۲۱۰، حدولہ: ۱۴۰؛
 شمیم: ۳۵؛ سخن: ۳۹، رور روش: ۵۸، طور: ۱۲، حجابہ: ۱، ۳۵۳،
 میر: ۱، ۷۹، قاموس: ۱، ۸۷، ارباب: ۸۲، حواہر: ۲، ۶۶۳، یاص: ۳۶،
 اشیرنگر: ۱۹۸۰، علوم ہارٹ: ۳۸۰۔
 (نافی)

یگانہ عصر خود بود۔ با راقم حروف سیار دوستی داشت۔ این
چند شعر اروسٹ :

میرے اور اوس کے، حو پوچھو، ربط کیا کیا یکھہ تھا؟
پر دل اوس کا پھر کیا ایسا کہ گویا یکھہ تھا
عنیزو، وصل میں بھی ہم حو رو رو کے سوتے تھے
سو اندیشہ تھا رور بھر کا، اس دن کو روتے تھے
سارے، یکھہ حدنہ دل نے تو اثر اوس کو کیا
اب حو آنا ہے، سو مزدہ یہ ساتا ہے مجھے
مہ ترے گھر کی طرف کر کے، یہ کہتا تھا وہ شوح:
« اسطرف کو کوئی کھینچے لیے حاتا ہے مجھے »

(۲۱۳) حواش دیدار جسکو ہو، تو ایک تصویر یار
وہ بہر صورت کھچامگو اے اور دیکھا کرے
لیک میں حیرت زدہ یہ پوچھتا ہوں، دوستو،

« حوقط ناتوں ہی کا مشتاق ہو، سو کیا کرے؟ »
عجب انداز سے کل برم حوساں میں وہ آتا تھا
کہ دل ہی دل میں اوس پر ہر کوئی قربان جاتا تھا
یہاں پھونک دیا دل کو، وہاں بار کو بھڑکایا
سالہ بھی قیامت ہے، کچھ آگ لگانے کو
کیا کہوں، کیا حوبرو، بطریں ملا کر، لے گئے؟
دل سے موس کو مرے مجھ سے جدا کر لے گئے
کیا نگڑ بیٹھے (۱) جو تم مجھ سے، تو بدسامی گئی؟
حاجا لوگ اوس کے اسانے سا کر لے گئے

ہمہ کردید شاعران افسوس
گفتم ار روی درد تاریخی
« رفت افسوس ریں حمان، افسوس! »

ایں چند شعر ار کلام اوست : (۱۲۲۳)

کیا تو نے لکھا تھا؟ حو ترے خط کے تئیں دیکھ
آسو لگے افسوس کی آنکھوں سے ٹپکے

اوس کی صورت کے تئیں یاد دلا دتا ہے

ہستے ہستے مجھے یہ گل تو رلا دیتا ہے

(۲۱۲) آنکھوں کے اشاروں سے عیروں کو بلاتا ہے

میان، جھوٹھی بکھا قسمیں (۱) تو کسکو ڈراتا ہے؟

یکہ بات ہم سے کر نہیں سکتے، ہزار حیف!

مدت میں تم ملے بھی، تو عیروں کے گھر ملے

مہ تو دیکھلا دے درا، گو بہ ملاقات کرے

ہم کو سو وصل ہیں، حو ہس کے وہ انکادات کرے

دیکھتے ہی اوسے، حاصر ہوئے مرجانے کو

وے ہی اشخاص، حویہاں آتے ہیں سمجھانے کو

کس درجہ بیکلی ہوئی، حاتے ہی یار کے

کیا کیا گھمنڈ تھے ہمیں صبر و قرار کے؟

سیوم از طبقہ نالت، ناظم ماہر مں، کامل شیرین سخن، فاضل

عالی تقریر، شاعر رنگیں تحریر، عواص بحر فصاحت، صاحب

« دریای لطافت »، طریف بی ہمتا، حکیم اشاء اللہ خان انشا (۲) بودہ

(۱) اصل : « قسمتی »۔

(۲) حس ۱۴ الف، لطف: ۳۵، تذکرہ: ۹ ب، امر: ۱، ۸۰، (نافی)

سخن از همسران بهیچ وجه پایۀ کمی نداشت. صاحب دیوان بوده است. اکثر اقسام سخن را بجویی گفته. اول شاگرد میر سوز، و آخر رحوع بمیر حیدر علی حیران آورده، مشق کلام به یختگی رسانیده. با فقیر سیار دوستی و یکجہتی داشت، چراکہ در علم طب، بخدمت فیصدرجت، حضرت قبلہ و کعبہ دوحہان، زدہ علمای ہدوستان، مجتہد رماہ، محدث یگانہ، مسیحای وقت، مخدومی و اوستادی، حباب حکیم آغا محمد باقر صاحب قبلہ، عفراللہ دیوہ، سبت تاملدی داشت، و سده و او مدتی ہمدرس بودہ ایم. و آخر باغات و سفارش خان رفیع الشان، مرزا فخرالدین احمد خان بہادر، معفور و مرحوم (۱)، در سرکار فیض مدار کمییہ انگریز بہادر، بصیغہ شاعری و اردودانی نوکر شدہ، مدتی در کلکتہ ماندہ، آخر ہمانجا حامل طبعی در گزشت. و تاریخش ایست. تاریخ:

ار حہان رفت میر شیر علی

کرد ہر پیر و ہر جوان افسوس

بود افسوس چون تخلص او

(قبہ) صاحب گلش سخن (۱۲ ب) می گوید « افسوس » اسمش میر شیر علی حلف مظفر علی خان، کہ داوعد توپخانہ، نواب عالیجاہ بود. اصلش از نابول است. بالنعل از ہم صحنیہ میر حیدر علی حیران و میرحسن، مشق سخن عمرتہ رسانیدہ کہ پسندیدہ بکہ سحاست. »

اتفاقا کثر اہل تذکرہ، افسوس در ۱۲۲۴ھ (۱۸۰۹ع) مقام کلکتہ وفات یافتہ است. اما بل در کتاب خودش، کہ تذکرہ مشاہیر اہل شرق است زبان انگلیسی، و در تنوع او در فاموس، کہ ترجمہ کتاب اوست، رحلتش را در ۱۸۰۶ع (۱۲۲۱ھ) نشان دادہ. و در روز روش گہتہ کہ « در اوایل مایہ ثلاث عشر رحلتش ازین دار ناپایدار است. » و این قول مشعر برعدم اطلاع مولف است. و در باص ہم دو تاریخ بدون ترجیح مذکور است.

(۱) در اصل مسودہ « دام اقالہ » بودہ. عالا وقت تبصص کتاب این فقرہ قلمرد شدہ، اما کاتب سحذ رامبور این حملہ خط کشیدہ را ہم نقل کردہ است.

و لطیفه گوئی رنگین تر از باغ و بهار- دیوان ضخیمش که مرتب

(بقیه) آدم بر احوال حیدر اشا الله خان- موصوف در صهرس کنت صرف و نحو و منطق و حکمت تا «صدرا» خوانده- چون شازده سال رسد، محصور نواب وزیر الممالک شجاع الدوله داخل حلسا شد در آن وقت دیوان هندی بطور خود و بطرز بوی بی استاد ردیف و اتمام نموده بود، و پاره از اشعار فارسی و عربی هم بر اوراق ثبت داشت- چون صورت منبوع و تقریر دلچسپ یافته بود، و در تمام دربار احدی بحس تکلم او نمی رسید، مورد عنایات بندگان عالی و محسود اهل دربار شد- بعد چندی که نواب وزیر موصوف قصا کرد، و دربار آصف الدوله مجلس ارادل شد، خان میرور بجای لشکر نواب دوالنقار الدوله میرزا محبت خان مرحوم، و مدتی در «بندیل کهند» و بعد چند روز باز همپای پدر بدهلی رفته، با محمد بیگ خان همدانی معر می بود و چند بار خود را بروی توب و تنگ و تیروتر زد، لیکن چون حیات مسعار باقی بود، سلامت برگشت- و در «حی نگر» بر سر حرمی ما میرزا اسمعیل بیگ خان برادر زاده محمد بیگ همدانی در افاد، و کشتار کشیده بطرفش دوید- هرچه زبان آمد بجا و دعا مصافحه نکرد- خان و حرمت او را حدش نگهان شد، والا در کشته شدن او حای تأمل بود- الحله اراں طرفها باز بلکهینو آمده، مدتها از مخصوصان حضور اقدس مرشد زاده آفاق، صاحب عالم و عالمان، میرزا سلیمان شکوه هادر بود- از سکه پر ارك مزاج ست، ارا بجا هم دمع شده بر ناست، و رفاقت الماس علی خان هادر گرید- بعد چند روز نواب وزیر الممالک هندوسان، عین الدوله، میرزا سعادت علی خان هادر مادر حنگ، دام اقاله، او را در سلك مقران خودش سرفراز فرمود- هر دو وقت شریک طعام با آنحضرت می باشد.

بده نیازی در خدمتش دارم- او بر شفقت بحال من از وقت ملاقات تا امروز مدبول دارد- در عالم آشنا پرستی بی طایر زمانه و در شعر هندی موحد طرز تازه و بگانه است- آدمی که در صحت او می رود، عمهای زمانه فراموش میکند- نقلهای عجیب و قصه های غریب یاد دارد، و از یش طاعت خود بیر می تراشد- ادایف او اگر تسمار کرده آید، کتابی جداگانه مرتب می توان کرد- با انهمه شجاعت و جلالت که در عرصه نرم ارو مذکور گشته، در بیم خود را کمتر از يك طفل نامرد حساب میکند- برای هر کس بوائی بر می آرد- اگر گاهی بخاطرش میگارد، با آدم اچیر راهرو سگانه صورت طرافت سری دهد- در بصورت اگر طرف ثانی سکوت کرد، حیر و اگر شروع بدشنام نمود، می خندد، و او را بر سر عصب می آرد- با آدم کم مرتبه این معامله دارد، و همت هراری را نمی گزارد که- لاف طمش حرف رید- نواب میرزا قاسم علی خان، یسر نواب سالار حنگ را، بر سر شعری روبروی حجاب عالی دلیل کرد- و اشعار در چهار زبان می گوید فارسی و ترکی و عربی و هندی- عارات بی نقط در عربی مشتمل بر مطالب مقرری چار چار ورق می نویسند، و تفسیر چند سوره همین زبان غیر منقوط نوشته بود- از شعرای معاصرین ما احدی سرفرو نمی آرد- و کسی که او را به ار (باقی)

است، که در نکته فهمی و بذله سنجی یگانه رورگار، و نظرات

(بقیه) شیفه: ۲۸ ب؛ گلدسته: ۱۰۰: طقات ۲۰۱، سراپا: ۱۳۳، حدولیه: ۱۴۱،
 «نمیم» ۲۰، سحر ۵۲، «مجمع» ۶۹، آب حیات: ۲۳۵، ۲۵۹، ۲۷۱، ۳۱۷،
 طور: ۹۶، گل: ۲۸۳، «مجمعه» ۱، ۳۶۷: انتخاب: ۳۱؛ سیرالمصطفی: ۱، ۸۷،
 قاموس: ۱۰، ۱۱۱، «عسکری»: ۲۰۹، حواهر: ۲، ۵۳۵؛ تذکره ریختی: ۲،
 یاص: ۳۸؛ اشیرنگر: ۲۳۰، لوم هارث: ۳۵،

میر علام الدوله، در تذکرة الشعراء (۳۶۲ الف حاشیه) می فرماید «میرامشاه الله،
 در طباطبائت دستگاه وافی (دارند) و طالب علم مقنع و خوش طبیعت اند، و نوکر معتبر نواب
 شجاع الدوله وزیرالمالک مهادر هستند. پسرایشان، که حوا و حیه بدل ردیک تراست،
 با مولف تذکره فقیر اشرف علی حان آشنا ست.»

شوق رامپوری، در تکملة الشعراء (۴۱ الف) گفته «میرامشاه الله حان، انشا
 -تخلص، پسر حکیم ماشاءالله حان، متوطن شاهجهان آباد، اکنون در بلده لکهنو
 اقامت دارد، و کوس سحوری می وارد. حوا می ست فاضل، صاحب استعداد کامل -
 در فون عربی و فارسی و هندی مهارتی تمام دارد. خوش تقریر عمرته ایست که در
 -تحریر می آید. آزاد مشرب، آرد مذهب، وارسه، بطور آزادان با صفای چهار
 ابرو می ماند. در ریحه گوئی، بطوری که دارد، عذیل و بطیر خود ندارد. دیوانش
 از سکه متداول ست، احیاح -تحریر بیست. گاهی اشعار فارسی هم می گوید.»

مثلاً، در گلش سحر (۱۰۰) نوشته: «انشاء، نامش میر انشاء الله ولد حکیم
 میر ماشاءالله مصدر -تخلص است راقم حروف وی را در صعرس هنگام درات و اب
 میر محمد جعفر حان مهادر دیده بود و با ولد ایشان آشنا بود. درین ولا مسموع شده که
 مرد مستعد و محلیه حو بها مریس است. گاهی شعری می گمت.»

و شبح احمد علی، در مخمر العرايب (۶۰ ب) می گوید سید انشاء الله حان،
 انشا -تخلص، مہیں حلف محرم الدوله، سرآمد اطباء رمان، میر ماشاء الله، جعفری السب
 محمی الموطن ست. حدش شاه نور الله محمی در هندوستان متولد گشته، و میر ماشاء الله
 محلاف پدر بررگوار معبها در تلاش دبا نموده. در بنگاله علاجهای نمایان ابرو ظهور
 رسیده، و اکثر در میدان کارزار بیش از دیگران داد شجاعت داده. تمام بدش
 حراحتگاه بود. در عالم تنزل، که عهد نواب فاسم علی حان بود، پیش نواب وزیرالمالک،
 نواب شجاع الدوله مرحوم آمد آن روزها با وصف برادری اسباب، نورده قبل همراه
 داشت. سخاوتش بدرجہ بود که در حسب او نام حاتم ذکر کردن باعث حجات ست
 و بذات خود مرغ پلاؤ و نان حو را مساوی می داشت، و همیشه بر زمین می حوا مید،
 و شب رنده دار بود. آخرها چون زمانه را نکام با کسان دید، کمر را وا کرده، در
 فرح آزاد مبروی شد. نواب مظفر حگ چری بقدر ضرورت تواضع می کرد. چند
 سال است که در همان شهر محوار رحمت ابردی پیوست، و مرازش بر همان حاست. (نامی)

که از فارسی و عربی و ترکی و هندی بجمع ربانها قادر و در همه آنها شعر خوب خوب دارد. راقم شرف صحت او نرسیده، الا کلام هدیش بسیار شنیده و حظ اران برداشته. بی اختیار دل نحو کلام فصاحت انحام اوست، و حان مهجور غایانه مالوف نام بیکو فرحام او. عمرش تحمیا ارشصت سال متجاوز بود. بخاشیه بوسیء مسد قرب و مصاحت نواب مستطاب، گردون رکاب، معلى القاب نواب وریر المالك، یمین الدوله، باطم الملك، سعادت علی حان بهادر، (۲۱۵ الف) مغفور مرحوم، سرف امتیاز دانست. و حباب مدوح هم از معری الیه سیار مخطوط ماند. فضایل و محامد آن عدیم المثال از فصیلت و حکمت و طبابت و غیره بسیار اند، که زبان قلم از بیانش قاصر است. آخر، آخر، مجنون تنده، چند سال گزشته بودید که بهمان مرض در گزشت حداش بیامردا این شعر اوست:

گالی سہمی، ادا سہمی، چین حین سہمی
سب یکہ سہمی، یر ایک ہین کی نہی سہمی

(بقیہ) مبرولی اللہ در تاریخ فرح آباد (۱۳۲ ب) می گزید «میراشاء اللہ حان» وادارش حکیم ماشاء اللہ حان، دو سہ بار وارد بلدہ فرح آباد شد. بحد زبان شعری گفت: عربی، فارسی، ترکی، ہندی، یحانی، بگالی، یشتو و حر آن. وقت حلوس نواب سعادت علی حان بر مسند و رارت سی و چہار زبان قصیدہ گہہ. «ما اتفاق اکثر اہل تذکرہ، اشا در سال ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۸ع) وفات یافته است. اما بلوم ہارت، بار مادہ بست سگہہ نشاط کہ «عربی وقت بود اشا» می باشد، رحلتش را در ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۵ع) نشان میدہد و ہمس سال در طبقات و انتحاب اختیار کردہ شدہ است. اما این قول می بر غلط فہمی است فی الحقیقہ نشاط این تاریخ را تعمہ گہہ بود؛ چنانچہ مصرع اول این بیت «سال تاریخ او ر حان احل» بر این دال است کہ اعداد «ح» را؛ کہ حان احل است، ایراد باید کرد. کتاب خانہ عالیہ رامپور دو نسخہای خطیہ کلاناش را دارا ست یکی از بسہا تاریخ ۱۱ دیقعدہ سہ ۱۲۴۱ھ بر دست امرسگہہ اتعام یافته است.

ساخته بود، بهمه اقسام سخن ملو است. ریختی هم بسیار گفته. گوید

(قبه) خودی داد، و در تحقیق لفظ و ترکیب عبارات و حسن و قبح کلام خود از مصابقه می کند، و میانه آشیای خود بر او را سرآمد آشیای می شمارد، بحر الشعرا میر محمد حسن قنیل است. چند سال پیش اربین مصحفی ریخته گو را آنقدر رسوای کویچه و بارار کرد، که اگر عیث مبداشت، خود را میکشت. همین بر حر سوار کردن نافی مانده بود. دگر هیچ دلتی بود که نصیب آن بیچاره شد. شرحش طول دارد. الحاصل عجب کسی است. حدایش سلامت دارد ۱»

عاشقی، در نشر عشق (۵۵۰ الف) بذیل قنیل نوشته: «روری سعادت یار حان رنگین.. هنگام معاودت از لکهنو برای دیدن راقم تشریف آورد. و عدالادگار مررای موصوف (قنیل) قسمیه بیان می فرمود که یوسی اشاء الله حان مرحوم، که از یاران مررای موصوف بود، و ما خودها مزاج و خوش طبعی هم می شد، در دوسه روز محوص و تامل بسیار دوسه فقره ذری نقط تلاش عوده، رفته عررا قنیل نوشت. صبح آن چون ما خودها ملاقات گردید، آن مرحوم از راه احتلاط ما مررا گفت که «دیدی» چه قسم رفته نوشتم، و چه فقره های معنی یاب فی ققط بهم رسانیدم؟ حالا مقدور تو بیست که در جواب آن دم رنی و پاسخ آن رنگاری». ایشان فی الفور قلم برداشتند و تفسیری ققط سوره های قرآنی، که آن معفور ارب بود و می خواندند، در عرصه یک سم پاس نهایت روانی و سلامت مهر از عارت سواطع الالهام بصط تحریر در آوردند».

مولوی عبدالقادر جیف رامپوری، در رورامیجه خود (۳۹ ب) سلسله سفر لکهنو، که در آخر عهد نواب سعادت علی حان هادر (۱۲۲۹ ه) رو داده، می گوید: «(حکیم میرزا علی صاحب) پاره از آبیجه بدل وی گزشت، در پاره بنده به میر اشاء الله حان صاحب گفتند. حکیم و حان صاحب و میر عدالی، هر سه بر رگوار بدیدن بنده آمدند و بوارش فرمودند. رور دیگر محذمت حان صاحب مستفید شدم. اگر چه وی شعر و شاعری مشهور است، لیکن ندانست من و هم نشینی شدن بخائی رسانیده بود که یکای رمانه اش درین کار او را توان گفت. زبان اردو و فارسی و عربی و بنگله و یوری و مرهٹی و کشمیری و ترکی و افغانی و لهجه آن قوم سخن گفتمی و نشر فارسی روان و فی تکلف خوب نوشتی. تیرانداری و شمشیر بازی و سواری اسب بیکومی دانست. «رکالت آبیجه باید همه داشت. میان رندان بیر معان، و در حلقه مشایخاں شیخ صعان بود.»

مبحور، در مدایح الشعرا (۸ ب) تحریر کرده «اسم شریفش اشاء الله حان هادر، ولد حکیم میر ماشاء الله حان مصدر تحلیس، از ریور طواهر و نواطن آراسته، و بخواهر رواهر علم و هر بیراسته. نواب سعادت علی حان هادر ..» - (نافی)

لکھنؤ نشوونما یافته - ایسهم، مثل اوستاد خود، شاعر قصیده گوشت -
تاو تیکه در لکھنؤ بود، با حرأت و تداگرداشش نراع کلی داشته -
اکثر در کلام خود کمایه ناومی نمود - و یک مرتبه در مشاعرۀ
مولوی مجیب الله، و نکار در مساعرۀ سید مهر الله خان عیور، که
مقابلۀ او طاهرا با تحمل مرثیه گو و مررا علی لطیف و مررا مغل سبقت
و نه باطن با حرأت شده بود، رهمه ها غالب آمده سبقت و اش داده،
و بهوهای ریک بر روی هر یک در مجمع کثیر (۲۱۰-) خوانده، حتی
همه زرگواران دشمن او شده، خواستند که او را بخان نکسند - مشار الیه
بیر ازین معنی حیر یافته، با وجود تمهائی مطای پروا نمیکرد، و مستعد
حنگ بران سمان و تبع ران هردو بود - بالآخر محمد عاشق تصور
و اسطه گردیده، با مررا مغل سبقت و او سبب ملاقات شد، و بطهر
نراع موقوف ماند عرصه ران گزیده دارد - با راقم نهایت دوست

(نقیه) آید، اندکی از بسیار و یکی از هزار است در انداز یشگاه شاهزاده
مررا حوان بخت، خطاب حانی یافته، ملقب به حش و کرجا گردیدند و در عهد نواب
آصف الدوله بهادر به لده لکھنؤ میرت و امتیاز اوقات شریف سر فرمودند - بعد از آن
حجت حج بت الله و ریارت عتات عالان رفتند، و معاونت نموده در ولایت ایران
بمحور بادشاه مجاه فتح علی شاه، ثروت و حشم تمام و تعرد و اکرام ماندند، و از
آنجا معاونت کرده، مقام حیدر آباد بخت و بصدور حن نواب ولاد هنگ این نواب
بطام ایچان بهادر، والی حیدر آباد، برسل راحه چند لال قیام کردند، و در هر مقام
قصاید عمده در تعریف و توصف والیان آن ولایت تصنیف فرمودند - آخرش در
مدیرین در سنه ۱۲۴۰ هـ (۱۸۲۴ع) لیک احاط با داعی حق گشتند - تاریخ و فائن از
نتایج افکار جامع الاوراق ایست - قتلعه :

طهور الله خان، آن سعودی همد بوده مثل او در دهر شاعر

چو در حبت رسیده، گمت رحوان "و احر مدیرین بود رایش"

از همین سال وفات در آن بخت بد که رفته است و در قاهره گفته که در
۱۲۴۱ هـ وفات یافت - و در اطف ۶ ۱۲۰ تقریبا (۱۷۹۱ع)، و در تمیم ۱۱۲۶
(۱۷۲۳ع) یافته میشود - رد بنده عرشی تاریخ اطف مشرر عدم الغلاع مراف است، و
در تاریخ تمیم تصحیف کاتب بطر می آید -

تمیم کا کل پیچاں سے میں حو اونگہہ گیا
تو ہنس کے کہنے لگے: «اسکو سائب سو نگہہ گیا»

یاس و امید و شادی و غم نے دھوم اوٹھائی سیسے میں
آج مجھی ہے خوب دھما دھم مار کٹھائی سیسے میں
حسرت دل تو کک کے سدھارے، خوب ہوڈھوڈھا اٹھانے
ایک دھواں سا آہ کا اوٹھا، حاک نہ پائی سیسے میں

چہارم او طبقہ ثالث، نلل خوش صدا، طوطیء رنگیں ادا، خوش
فکر حان بوا، (۱) شاگرد بقاء اللہ خان نقاست۔ مولدش بداؤن، و خود در

(۱) طبقات: ۴۰، گلر ۲۲ ب، لطف ۵۸، مر ۲، ۹، ۲، شیفہ:
۱۹۸ ب، حدولیہ: ۱۴۴، تمیم: ۳۰، سحر: ۵۳۳، صبح ۵۳۹، آنجات
۲۴۳، ناموس ۲، ۲۶۶، اشپر نگر ۲۰۲

شوق راموری، در تکملة الشعرا (۳۲۷ الف) می گرید «شیخ طہور اللہ
ولد فصیل و کمالات دسگاہ، مولوی دلیل اللہ بدایوی کہ جامع علوم عقلی و نقل بود،
حوایت قابل، خوش اخلاق، و در فنون سجوری مہابت رسا و ناطق، ملاشیء
مصامیں ہو و رنگیں، منخلص بہ بوا، شاگردان بقاء اللہ - ان بقا از طرف شاہراہدہ
صاحب عالم حواں تحت، بحال خوش فکر حان عت امتیاز دارد۔ شعر ہندی و فارسی
ہر دو خوب می گوید۔ در ریخہ گرنی قدم پہلو بہ پہلوئی استاد خود مرید،
خصوصا در قصیدہ گرنی یکتای رماں و یگانہ دوراست۔ دیراں ہندی نام تمام رسایدہ۔
از چندی مشق اشعار فارسی می کند۔»

میرولی اللہ فرح آبادی، در تاریخ فرح آباد (۱۶۷ ب) می نویسد:
«طہور اللہ متخلص بہ بوا، موافق بلدہ بدایوی است۔ احد علوم در ایام امامت بلدہ
لکھنؤ از علمای آنجا فرمودہ، و ما شعرا آنجا ملازحات سنگین نموده، ملک ایران
رسیدہ، در حضور فتح علی شاہ بحر مار یافتہ، مخاطب بہ «سعدی ہند» گشت۔ وقت
رجوع ازان دیار، وارد فرح آباد گردیدہ۔ در ہر نوع شعر فارسی از عربی و
مشوی و رم و رزم خوب می گوید۔»

حکیم وحید اللہ، در مستحضر سیر ہدوستان (ص ۹۳) می فرماید: «بوا تخلص،
طہور اللہ خان نام، اس مولوی دلیل اللہ الصدیقی المحمدی، از روسای بدایوی و
و بررگان محمدیہ جامع اوراق ہذا ست۔ تعریف علوم و ثقافت و وسعداری، و
توصیف علوی ہمت و مراتب و شاعران آن صاحب فصل و کرم، اگر مہرار زبان کردہ (نافی)

رسا، قصیدہ و عرل ہر دو تلاش تمام گفته، صاحب دیوان است۔
 بیشتر فارسی میگفت باز بریختہ راعب گردیدہ، دریں من ہم یکی ار
 نامداران عصر شد۔ در یعرصہ «حملۂ حیدری» ہندی نظم میکند۔
 روری دو داستان اراں پیش راقم ہم خواندہ۔ حق اینست کہ کمال
 خوب گفته، و نہایت داد شاعری دادہ، تلاش بسیار نمودہ، معنی
 بیگانہ بی شمار پیدا کردہ۔ ار شعرای حال کسی ہمتراوی و ہم
 قوت او نیست۔ ایں چند شعر اروست:

کروں حو وصف صم، طاقت بیان نہیں
 رساں کے جسم نہیں، جسم کے رساں نہیں
 دیکھتے ہی اوس کو، چہرے پر بحالی آگئی
 رعنرانی رنگ حو تھا، اوس میں لالی آگئی
 کھا تیغ نگہ حب ترے گھایل کو عش آیا
 گویا کہ (۱) دم نزع میں سمل کو عش آیا
 کیا کیجیے ہمد، کہ اوسے دیکھ کے ہم تو
 ہر چند سمہالے رہے، پر دل کو عش آیا
 کرتے تو کیا قتل، بہ حوں بہتے حو دیکھا
 ٹھہرا لگیا سامے، قاتل کو عش آیا

(نقبہ) در گلش سخن (۱۲ الف) گمہ: «یرواہ» اسمش راحہ حیوت سگہہ اس
 راحہ بی ہادر (شاگرد) لالہ سرب سگہہ راے دیواہ تخلص است در اکھٹو می
 گہراہد۔ کلامش شورش دارد»

بار تصدیح شمیم و سخن، در ۵۱۲۲۸ (۱۸۱۳ع) یرواہ را مرگہ در گرفت۔
 وہیں سال ار «یرواہ مرد» شمع ہم وای مرد» کہ گمہ اسح است (کلیات، ۳۹۵،
 مطبع مولائی، اکھٹو) مستفاد می شود۔ اما در حمانہ نوشتہ شدہ کہ یرواہ در ۱۸۵۱ع
 انتقال کرد۔ رد بدہ ایں قول ار صحت دور است
 (۱) اصل: «گو باوہ»۔ و تصحیح ار ہر

بودہ۔ ار چند سال مفقود الحسراست۔ بعضی گویند کہ عزم ریارت
عتات عالیات نمودہ، ار راہ ایران رفتہ، با قہر ماں آنخا ملارمت (۱)
حاصل کردہ، یکی ار مقربان درگاہ شد۔ و بعضی گویند کہ ار آنخا ہم
رحصت شدہ، بریارت رفت۔ ہر حا کہ باشد، خدا او را بعزت تمام
نگاہداردا ایں شعر ار کلام فصاحت بیان اوست:

ڈھلی ہیں دوہوں یہ تصویریں انک سانچے میں
توں کی سگدلی، میری سخت حالی کی
اب انک تو کہاں؟ کہ حو چاہوں ٹیک یڑے
آنکھوں سے وقت گریہ، مگر، حوں ٹیک یڑے
یہاں تک ہے حوش اشک کہ آنکھوں سے تحفہ نعیر
یک قطرہ آب چاہوں، تو حیحوں ٹیک یڑے

حط آبا یکطرف، اب چاہیے پیعامبر نانی
کہ حاکر، دے مری حاب سے یہ پیغام قاصد کو
«اے، توحط کو یہاں آیا تھا یا صورت پرستی کو»
چل اپنے کام آگن، اس کام سے کیا کام قاصد کو»
ہوا، قاصد کو اپنے پروہ مقتوں آپ کرتے ہیں

حو آپہی حوب ہیں، کیا دحسے الرام قاصد کو

(۲۱۶ الف) پیچم ار طعقہ تاب، کمور حسوت سنگھہ پروالہ
تحلص (۲)، پسر راحہ بیبی بہادر است۔ شاعر حوش تقریر، فکرش بسیار

(۱) اصل « ملادمت »

(۲) گلر: ۲۵ الف، عقد: ۲۰ الف، تذکرہ: ۱۶ ب، ہجر: ۱۰۳،
شیعہ: ۳۱ الف، طقات: ۱۴، تسم: ۱۰۳، سخن: ۸۰، رور: ۱۲۰، حجابہ:
۶، ۲، قاموس: ۱۰، ۱۵۱، اشیرنگر: ۲۷۶۔ (نافی)

عش نے ہمارے عشق کو اطہار کر دیا
 بہوش کیا ہوئے، اوسے ہوشیار کر دیا
 صالح کرتے ہوئے، وہ بر سر حگ آہی گیا
 عشق کا سام ہی بدھے، اوسے سگ آہی گیا
 حاک کا ڈھیر ہوا، ناتوں ہی ناتوں حل کر
 سمع کی گرم ربانی میں ہنگ آہی گیا
 کوہ الفت کا اوٹھانا نہیں سہل، اے تسکین
 ہاتھ فرہاد کا آخر تہ سگ آہی گیا

(۲۱۷ الف) ہفتم ار طبقۃ ثالث، موروں رنگیں تحریر، شاعر
 دلاور تقریر، شاہ نصیر، متخلص بہ نصیر (۱) است، کہ حالا در

(۱) تذکرہ ۸۶۰ ب، ریاض ۵۲، مصر ۲، ۲۷۲، شیمہ ۱۹۵ ب،
 طبقات ۲۱۸، آثار باب ۴، ۲۱۴، سراپا ۱۱۴، حدودہ ۱۴۱، گلساں :
 ۴۵۹، تسم ۴۰، سخن ۵۲۲، صبح ۵۲۳، آجیات ۴۲، طور ۱۱۶،
 حربہ ۲۰۴، محو ۲، ۱۰۶۶، گل ۲۷۲، ماموس : ۲، ۲۵۹، خواہر :
 ۲، ۶۶۷، ناص ۸۲، اشیر نگر ۲۶۹۔

ار طبقات و صوح می یوید کہ شاہ نصیر، چہار یا پنج سال قبل از تصنیف
 این تذکرہ، کہ در ۱۸۴۷ع اتمام رسیدہ، اریں جہاں نا پایدار اقبال کردہ بود۔
 و سار این قول، اشیر نگر رحلتش را در ۱۸۴۳ع (۱۲۵۹ھ) ذکر کردہ است۔ اما
 تذکرہ های دیگر فوتش را در ۱۲۵۴ھ (۱۸۳۸ع) معرفی می کنند۔ در کتب انجمن عالیہ
 رامپور یک مسجذ خطیہ از کلیات نصیر محفوظ است، کہ سار «گل دعا» بردست
 میر عبدالرحمن بن میر حسن تسکین ترتیب یافتہ بود۔ و در آخر این مسجذ یک قطعہ تاریخیہ
 زبان فارسی مندرج است، کہ درو مادہء تاریخ «چراغ گل» می باشد، و ارو
 ۱۲۵۴ رمی آید۔

در خصوص سمر شاہ نصیر بطرف لکھنؤ، مولوی عبدالقادر چیف رامپوری در
 روزنامہ حود (۶۹ الف) می نویسد: «و ہمدراں شہر (دہلی) شعرا بسیار اند۔ لاکہ
 آعار شعر ریختہ زبان اردو اریحا است۔ اکون مامو و دریں کار نصیر الدین نصیر است۔
 (باقی)
 و این مطلع وی

ششم از طبقہ ثالث، سید عالی نسب، جامع علم و ادب، شاعر متین، میر سعادت علی تسکین (۱) است، کہ تقریر فصاحت آئینش، از مدت (بعید) ریب گوش اہل سخن، و تحریر بلاغت آگیش، از عرصہ مدید، دہن نسس ہرہو وکھن۔ بظاہر در تلمیدی از مت ممنون (۲۱۶ ب) و باطن از بدو فطرت مستعد و موروں۔ نا وصف قدرت کمال، و صغای مقال، و تلاش معنیء بیگانہ، کہ کم کسی را این مسرات دست میدہد، گاہی ربان صدق بیان را، مثل دیگران، بدعوی خود ستائی نکسودہ، و در میدان ہجا، تبع لسان را بخون ہیج ہم پینشہ ہر گر بیالودہ۔ از مدت مدید مشق ریختہ دارد، بلکہ از عرصہ بعید کلامش بیایہ یختگی و اوستادی رسیدہ۔ دوار مسودہ ہایس زیادہ بر از دو دیوان افتادہ ناشد۔ سب کم دماعی متوحہ برتب میشود۔ ہر چند ہمہ دوستان و آسایان تکلیب ہمیسہ مید ہد۔ شاید در س عرصہ دیوان ترتیب دادہ ناشد۔ چہ از یکسال مرا ناں دوست صادق ملاقات شدہ است۔ این چند شعر از کلام اوست :

حال دل کہیے، تو ہمسے وہ صم رکتا ہے
 اور حوچپ رہیے، تو مشکل ہے کہ دم رکتا ہے
 کس کا کوچہ ہے نہ، یارب، نہیں معلوم ہمیں
 خود بخود یہاں کے پہچنے ہی قدم رکتا ہے
 کیا حاک ہے صفائی بھلا ہم میں یار میں !
 حظ بھی لکھا جو اوسے، تو حظ عمار میں

(۱) تذکرہ : ۱۹ ب، ریاض : ۱۳ ب، بحر : ۱، ۱۳۹، شمسہ : ۴۹ ب،
 طغات : ۳۶۱؛ سراپا : ۳۰۵، حجابہ : ۲، ۵۷؛ اشیر نگر : ۲۹۸۔
 ر طبق طغات و حجابہ، تسکین ۱۰ سہ ۱۸۴۸ ع (۱۲۶۵) بقید حیات بود۔

است مستطر (۱) محاصل داشت حوانی وارسته مزاج، شمرندہ سر، عاشق پیشہ، سر حلقہٴ تلامذہٴ مصحفی بودہ۔ آخر آخر، قوت شاعری بسیار بہر سایدہ، تقریرش نہایت دردناک و نامرہ کردیدہ۔ سوای میر، علیہ الرحمہ، و اوستاد خود، کسی را دریں فن بخاطر نمی آورد۔ بلکہ سبب مخاصمت (۲۱۷ ب) اوستاد، هجومیان حرأت و اساء اللہ حان علایہ کردہ، روروی ہریک میحواد۔ درعن حوانی و خوش ساعری از دنیا نامراد رفت۔ اس چند شعر اروست:

چاہے مرے دل کی آرما دیکھہ

طالم، کہیں تو بھی دل اگا دیکھہ

حالی دیکھے ہے مہ عید ممام، آج کی رات

تو بھی، اے ماہ، چھلک حال نام، آج کی رات

کل سب وصل کو پھر دیکھے یارب کیا ہو؟

ہو گئی باؤں ہی باتوں میں تمام، آج کی رات

ایک در اے ادبی ہوتی ہے، تقصیر معاف (۲)۱

پایتی گر رہے، کہیے تو، علام آج کی رات

مستطر، ہے نہ شب ہر کہ ایک رور سیاہ؟

(۱) تذکرہ ۷۸ الف، ریاض ۲ الف، عمر: ۲، ۲۱۶، شمیمہ ۱۶۱ ب،

طقات: ۲۰۹، سراپا ۸۸، ۱۶۵، ۱۸۳، شمیم ۲۲۲، سخن ۵۵۷، طور: ۹۶، اشپرنگر ۲۶۳۔

از طقات معلوم می شود کہ مدطر در ۱۷۹۳ع (۱۲۸۸ھ) سب و یح سالہ بود، لہذا سال تولد وی محسب تحمین ۱۷۶۸ع (۱۱۸۲ھ) می باشد۔ و تا ۱۲۹۱ھ (۱۷۹۳ع) کہ سال احتتام تذکرہٴ مصحفی است، نقد حیات بودہ، اما قبل از ۱۲۲۱ھ (۱۸۰۶ع) کہ درو ریاض نام محام رسیدہ، ازین حہاں رحلت کرد۔ چنانچہ در دایچہٴ ریاض باصطلاح اموات ارو دکر رفتہ است۔

(۲) عمر: ۰ «ایک یہ عرض ہے، صاحب، مری تقصیر معاف۔»

شاهجهان آباد بر مسند سخن حا دارد۔ گوید کہ دریں فن سبب قوت طبیعت و مقبول شدن کلام در حضرت سلطانی، دام شرفه، کسی را بخاطر نمی آرد و دعویء ملک الشعرائی دارد۔ صاحب دیواست و بدیمه گو۔ تنمہرب اوستادیش تمام سہر را فرا گرفته۔ راقم اوراندیدہ، و نہ کلامس سیدہ، الاہمیں نک شعر کہ نوشتہ می شود۔ و احوال آن آنچه مسموع شدہ بقلم آمدہ است۔ دروغ نکردن راویان۔ و طرفہ (۱) بر است کہ آگاہیء فن و علم هیچ ندارد، و دماغ برآسمان۔ گوید کہ در سال گزشتہ بار تلاش پسر خودش، کہ گریختہ بود، بلکہنئو آمدہ، در مساعرہ ہای مررا قمرالدین احمد حان بہادر حاضر می شد، و سہرحوائی میکرد۔ اشعار قدیم، کہ حوالہ، و خوب بودہ، و عمرلہای طرحی، کہ مسگفت، ہرگز آن یابہ ندانستند، و کسی پسند نکرد۔ و اللہ عالم۔ و شعری کہ راقم را نداشت، این ست :

چرائی چادر مہتاب شب میکش لے حیچوں یر

کٹورا صبح دوڑانے لگا حورنید گردوں یر

ہستم ار طمقہ تالت، شاعر شعیریں کلام، میان نورالاسلام بودہ

(بقیہ) یشت اب یر ہے ترے بہ خط ریحاں کیا ؟

مہ تو دیکھو، لکھے یافوت رقم حان ایسا ؟

عالمگیر است »

بار سلسلہ سہر خود طرف لکھنو ، کہ در ۵۱۲۲۹ (۱۸۱۳ح) رودادہ ، می

گوید « روری در محفل مشاعرہ ، کہ دران ایام بخانہ مررا جمع می بود ، رفتم

مررا محمد حسن قتیل و مصحبی و میر نصیر دہلوی دران رمرہ سرکردہ شمار می آمدند۔

و شیخ امام بخش ناسخ را دران ایام رور افرونی دریں کار بود۔ « (۴۰ الف)

(۱) اصل : « ترہ »

مارا ہے کوہکی نے سر اپنے پہ تیشہ، آہ
 دل کو لگی ہے چوٹ، تو کیا آدمی کرے؟
 گررا میں اسی چاہ سے، تا چنڈ، ہمسیں
 بیٹھا کسی کے منہ کو نکا آدمی کرے

نہم ار طبقۂ ثالث، رقت (۱) کہ مررا قاسم علی نام داشت۔ بررگانش
 اہل حطۂ (کسمیر) (۲) بودند۔ خود در شاہان آباد تولد شدہ،
 بلکہ ہٹو و فیض آباد سو و نما یافت۔ مسق سخن اول ار میان حرأت
 نمود آخر بحسرت، کہ اوستاد حرأت بود، رجوع آوردہ، ارو
 منحرف شد۔ مسق سخن بہ یختگی رساییدہ، دیوان ترتیب داد۔ اما حن
 عمل دیگر کلامش سیار کم است، بلکہ نیست۔ این چنڈ شعر
 اروست:

حط وہ بھیجے رقیب کا لکھا
 یہ بھی اپنے نصیب کا لکھا
 حواں تم ہوئے، نام خدا، پہ رقت تو
 گھٹا کے دیکھے ہے اب تک بھی تیں چار برس
 چھٹ حائے کسی سے نہ ملاقات کسی کی
 اللہ نگارے نہ سی بات کسی کی
 دیوار گلر حان کا سایہ مگر پڑا ہے
 راہد، تا تو مجھکو، طوبے میں شاح کیا ہے؟

دہم ار طبقۂ ثالث، عصمر علی حان عصمر کہ بسیرۂ علام حسین

(۱) طبقا ۳۰، تذکرہ: ۳۵ الف، عمر: ۱۰، ۲۷۵، شیفہ ۷۳،
 طبقات ۳۳۱، سرایا: ۱۸۳، ۲۷۳، سخن ۱۸۹، حجابہ: ۳، ۲۹۱، اشیرنگر:

نہ تو تیشہ ہے، نہ ساقی ہے، نہ حام آج کی رات
 آرو میں سجدے کی سر دے دے مارا، منتظر
 سر پہ کیا آفت یہ لی، وہ آستانہ (۱) چھوڑ کر؟
 تم پیار کرو گرہ، صم، اور کسی کو
 سوگند لو، پھر چاہیں جو ہم اور کسی کو
 اعیار تو سب چھوٹے ہیں، ک تمکو کہا کچھ؟
 بوجھو تو، درا دیکے قسم اور کسی کو
 میں نے جو کہا: »گھر مرے چلیے کوئی دم آپ«
 تو ہنس کے کہا: »دیئے یہ دم اور کسی کو«
 ہرگز نہوا طے یہ بیان محنت
 درپیش رہا مجھکو بیا مرحلہ، ہر رور
 یہ سر بوسنت میں تھا، حامے راہ میں مارا
 وہاں سے خط کا جو قاصد جواب لیکے چلے
 يك سر مو نہ یہ حال دل اتر سمجھے
 راف سے تری خدا، اوت کافر، سمجھے
 مجھ سے کہتا تھا وہ: »اکرور سمجھ لوں گا میں«
 حالت نزع میں ہوں میں، ابھی آکر سمجھے
 (۲۱۸ الف) دولت حسن ہے حس پاس، یہ اوس سے ہے سوال
 »یکھ نہ لے اور بدے، پر ہیں تو کر سمجھے«
 امید ہے کہ مجھکو خدا آدمی کرے
 پر آدمی کرے، تو بھلا آدمی کرے

تو میں پر ناندھہ کے، یا توڑ کے پر چھوڑوں گا
در بہ وحشت مری دیکھہ اوس نے کہا ہو کے نہ تنگ:
«اس کے ہاتھوں سے میں اک رور یہ گھر چھوڑوں گا»

آج لے لو سب سے لادعوئے، کہ رور حشر کو
ہو نہ فریادی کوئی دامن تمہارا کھینچکر

یاردہم ار طبقۃ ثالث، سید مہر اللہ خان عبور (۱) کہ مثل آئینہ محو
صفای و صاف کوئی است اگرچہ خود ار تلا مدۃ مت و ممون
است، کہ (۲۱۹ الف) طرر ایشان تلاشی است تا ترائیب فارسیہ، اما
چون طبع لطیفش ار اصل سادہ پسند و سادہ دوست افتادہ، در شعر
ہم آن قدر سادگی را دوست میدارد کہ گاہی خیال تلاش سمہو ہم
نمیکند۔ آئینہ ستہ* و نوشتہ، ہمہ بی تکلف است۔ دیوانش قریب
دوہزار بیت خواہد بود۔ تا راقم حروف سر رشتہ محنت بسیار
مصبوط و مستحکم دارد۔ بیان عمدگی، حادثان آن عالی براد، ار شرح
مستعنی است۔ میر فتح علی خان مرحوم، عم او بودہ اند، و خود ہم
ہمیشہ معرر و مکرم بود این چند شعر اروسست:

کیا بوجھے ہے، راہد، تو اب آئین ہمارا^۹
ایمان ہے اک کامر بیدیں ہمارا

گر گئے قامت کو دیکھہ، سرو گلستان کھڑے
رہ گئے جال اوس کی (۲) دیکھہ، کلک خرامان کھڑے

بوجھا نہ کھی اوس نے «کہ کیا نام ہے تیرا»^۹
«کیوں آتا ہے، کس واسطے، کیا کام ہے تیرا»^۹

(۱) ریاض ۳۱-الف؛

(۲) اصل: «اوس کا»

حان کرورہ هست (۱)۔ اصل بزرگاش کہتری، از چند پشت بشرف اسلام مشرف شدہ۔ (۲۱۸) کلامش در برشتگی و لطافت و صفای بدش ہم یتلوی متطراست، و خود ہم مثل سر حلقہ جمیع تلامذہ میان حرأت۔ از تقریر آن طرر اوستاد بسیار می تراود۔ عرصکہ نہایت شیریں کلام و خوش فکر است۔ ایں چند (شعر) اروست :

کرون کیوں نہ سارشی بہ دربان سے ؟
کہ ڈرتا ہوں شیطان طوفان سے
ملاقات سے میری یتکو نہ تم
کہ اسان ملتے ہیں اسان سے
شب بھر میں، اپنے اشکوں کا خوش
کئی ہاتھ اونچا تھا طوفان سے
یہ بوسہ تم اپنا ابھی پھیلو
میں گنڈرا، اجی، ایسے احسان سے
نرم کیونکر کرے دل کو تمہاری آوار ؟
ایسے سارک سے گلے میں یہ کراری آوار
مرتے دم یار حو آیا، تو کہوں کیا اب، آہ !
شدت ضعف سے، دیتی نہیں یاری آوار

اوس کے در سے نہ اوڑا حاک میری باد ما (۲)
کہیں کے : « بعد ما یار کا در چھوڑ دیا »
مجھے صیاد کہے ھے : « تمھے گر چھوڑوں گا »

(۱) طقا : ۳۸ ، تذکرہ : ۵۴ ب ، عمر : ۲ ، ۲۸ ، شیفہ : ۱۲۰ ب ،
طقات : ۲۵۶ ، سراپا : ۲۶ ، نسیم : ۱۷۶ ، سحر : ۳۵۱ ، طور : ۷۵ ، حوامر : ۷۲ ، ۷۳ ۔

(۲) کدا ۔ واسب « بادصا » است ۔

مغفور بود، و اکثر اولاد مرہا بحر الدین احمد خان ہادر، المشہور
بمرہا بحر صاحب، دام اقبالہ، است۔ جوانی است نالاس و حاجت و
حوش تقریری آراستہ، و بریور خلق و حلم پیراستہ، نہایت دکی و
کمال دہین۔ ہفت ہشت سال شدہ کہ شوق شعر دامن دلش بخود
کشدہ، اورا در فکر ریختہ مشغول ساخت۔ چون طبع آن عالی براد
ار اصل عالی بودہ، در عرصہٴ قلیل سخن را بیایہٴ یختگی رساندہ،
صفای تمام پیدا نمودہ۔ اکثر عربیہای نامی و مشہور سلطان الشعرا
مرہا محمد ربیع، و امیر بلعا میر محمد تقی، و مجد قایم صاحب، و نقا، و
حسرت، و ثار را جواب گفتہ، بخوبی ار عہدہٴ آنها برآمدہ، بلکہ
بعض مقام بر سر برگواران رحمان حسہ۔ کلامش بسیار ناصفا و
مناہت است۔ تراکیب فارسیہ دارد، و ار ارشد شاگردان مرہا مجد
حسن خان (۱۲۲۱ھ) قتل است۔ بر راقم کمال مہرانی و ہوارش
میرماید، و ار قدیم مالوف بودہ، بلکہ عاصی ار مدت نمک پروردہ
و دسب گرفتہٴ حاندان اوست۔ عمر تشریفش تحمیا بیچمل و پدچ سال
رسیدہ ناسد (۱)۔ ایں چند شعر کلام صفا نظام آن محس شدہ است:

یہ کیوں ہو یاس دل رار کی مگر سے آج؟

دھوان سا اوٹھے لگا بیطرح حگر سے آج

حراحت دل مضطر یہ ہے نمک افسان

(۱) شیعہ: ۱۳۳ الف، طقات ۳۴۶، سراپا: ۲۶۶، ۲۸۹، ۳۶۷،

سحر: ۳۸۸، آغیا: ۳۴۵، رور روش: ۵۶۱، طو: ۸۱۰، گل: ۳۴۲،
حاشیہ، اشپرنگر ۲۷۷۔

در شیعہ و طقات، اسم پدر قمر مرزا تقی ہوس ہوشہ اند، کہ
علط محس است۔ و در حصوص و فاتش در رور روش گفتہ کہ «در اواسط مایہ
ثالث عشر قمر عمرش بحسوف مرگ محسف گردید۔» اما صاحب گل رعا صراحت
می کند کہ در ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۸ع) وفات یافت۔

حش میں ہے وہ ابروی نمدار متصل
تلوار (۱) پر برستی ہے تلوار متصل

وہاں تیری چلی غیر پہ، اے یار، کٹاری
یہاں رشتک سے سہ سے کے ہوئی بار کٹاری

حسوت کہ مجلس میں لیا عمر نے بوسہ
تب کیا ہوئی وہ آپ کی خونخوار کٹاری

گو عمر کو گھر اپنے میں یہاں تمہے بچایا
س لیحو کہ ماری سر بار کٹاری

آتا ہے یہی جی میں، عبور، اوس کی گلی میں
گر رہیے کہیں مار کے ناچار کٹاری

ہے حو وضع فلك میں سمہری
اوسی عالی حساب کی سی ہے

(۲۱۹) کیا حانے، کون کون ہوئے بیگمہ ہلاک؟

کوچے میں اوس کے رات دوہائی پڑی رہی

حاری ہوا یہ جسم کا سیلاب رات کو

ڈوبا تمام صبر کا اسباب رات کو

دواردہم ار طبقۃ تالت، قمر جرح فتوت، حور شید فلك مروث،

حوان صبیح، حوش وکر فصیح، حاب معلی القاب، نواب افتخار الدولہ،

معن الملك، مررا قمر الدین احمد حان بہادر، صولت حنک، دام ظلہ و

اقالہ، است و قمر تخلص می نماید۔ و آن خواہر رادۂ نواب

سرور ار الدولہ مرحوم، کہ ناب و رر، یعنی نواب آصف الدولہ

(۲۲) حلد آ پہنچ اثر کو لیے، سائلہ رسا
 بر باد میرے اشک کا لشکر ہے تجھے بغیر
 دل اور حگر میں آگک ہے بھراں کی مستعل
 عاشق کی شکل، عیرت مجمر ہے تجھے بغیر
 رساں پہ شکوہ نہیں تیغ سار حانی کا
 میں کشتہ (ہوں) تری، اے تمنع، حاضنای کا
 اوٹھا سکے کبھی سار نگاہ مور نہ کوہ
 حو اوس پہ سادہ یڑے میری ناتوانی کا
 لگادی آگک سی دل میں تمام محاس کے
 را ہو اس دل سوراں کی قصہ حوائی کا
 دلوں کو دلتی ہے، حوں آسیا، وہ گردش چشم
 مجھے گلہ نہیں تجھے دور آسمانی کا
 دیدیا دل کہیں ناتوں میں اوس کی آکے، قمر
 بھروسا تجھے نہیں ایسے کی مہربانی کا
 اوس فتنہ محسر سے، قمر، دل نہ لگا
 اس چیں سے پھر تو کسی عنوان نہ رہیگا
 اے عدلیب، چہچہے تیرے سنا ہیں بر
 میری طرح، ترا تہ حشر گلو میں
 حکم اوس گلی میں آئے کا مدت سے ہے مجھے
 حر ناتوانی اب کوئی ایسا عدو نہیں

بدانکہ اسامیء چند کس ار نہعرا، کہ دریں رسالہ صط شدہ،
 بعضی اریں بمثلہ اصل اند، چہ پای صحت محاورہ اردوی معل
 بر مقولہ ایسا متحقق گشتہ، یعنی، مثل مرہرا مجد رفیع، و میر مجد

خیالِ حمدۂ دندانِ نما، سحر سے آج
 کچھ ان دنوں بہت اوس سے حما ہے وہ بیمبر
 ہوا ہے مجھکو یہ نات، رح قمر سے آج
 دشت میں صرف ہوئی ہمتِ نحچیرِ عث
 ک لگاتا ہے کسی صید پہ وہ تیرِ عث؟
 اعیار کی نظر میں مجھے حوار مت کرو
 گھر تک تو میرے چلے کی تکرار مت کرو
 رسوائی ہوگی، دوستو، بارار حس میں
 طاہر تو اوس کا مجھکو حرِ دار مت کرو
 حاک وہ خود ساس ہیں، تب ہی تک ہے حیر
 علق کے حواب سے اوسے بیدار مت کرو
 مصروف میں ایسے لاؤ اسے بھی حما کے ساتھ
 صایع رمیں بہ خون مرا ہرار مت کرو
 اے آہ شعلہ پرور و اے اشکِ حویچکان
 افسا کسی پہ رازِ دل راز مت کرو
 میں تیرے ہی آگے حانِ دوںگا
 تو قیس بکر پیاس مجھکو
 آبِ دم تیغِ یار، آ حلد
 کرتی ہے تمام پیاس مجھکو
 کر ڈالتا حوں میں ایسا ک کا؟
 ہوتا ہے ترا حو پیاس مجھکو
 آمد تند نفس، دم ححر ہے تجھہ بعیر
 حیا حہاں میں مرگ سے بدتر ہے تجھہ بعیر

مؤلف این کتاب که یکتا تخلص میگذارد، و خود را کمتر از همه می شمارد، میخواست که چند شعر از کلام خود هم تقاضای یامی تحثیه که سر تخلص اوست، آخر همه در یحسا بگارد. اما چون پاسبان و شهرت درین فی بیست و سود، لهدا هیچ به بوسته، صرف شعرهای امثله، که درین رساله درج هستند، اکتفا نمود.

مخمی مباد، که عرصه بید و مدت مدید سیری گردیده، که چهره تسطیر این مقاله، و گرده تصور این رساله، بر صفحه و خود نقش گرفته، سبب تردد خاطر و تست نال، که بوحوه شتی لاحق حال من عرت مال مانده، در محل تعطل افتاده بود. و درین تعطیل، که سالها سال سر آمده، هرگز طبیعت متوحه شد که بطری نانی بردارد، یا آن را بحوی که منظور بود، درست سازد، که دوستی از دوستان فقیر، مسمی سیدخ رمضان علی صاحب، سلمه ربه، از ناشدگان لکهنو، کمر همت بسته، نقاش برداختند، و سعی تمام در ماه دیحجه اس سال آن را تمام ساختند. الحمد لله علی اتمامه، و السکر علی التوفیق باحتتامه.

قطعه تاریخ

صد سکر که امام یزوت رساله
واصح شد اران جمله قوانین بلاعت
تاریخ تمامیش طلب کرد چو یکتا
فی الفور خرد گفت که «دستور فصاحت»

تقی، و مررا حان-حانان مظهر -مخلص، و میر درد، و قائم، و سور، و باقی بررگان، که مسطور اند، سار فصاحت کلام خودها و شهره و اعتبار، که ایسان را دریں فی حاصل شده است، و دوست و دتمی (۲۲۱ الف) مقرر نکال گردیده، آنها فرع- و الادر هر قصه و بلده و قریه موروان بسیار پیدا شده اند و می شنود، و موافق معلومات خویش و طبیعت مدام در ران خودها همه شعرها می گوید و گفته اند- لیکن چون مدار ریخته برران خاص شاههمان آباد است، بهمین جهت اشعار و کلام همان اشخاص، که در دهلی یا در لکهنؤ سو و نما یافته، و محاوره و ران در صحبت شعرای مدکور تحقیق نموده، بپایه اعتبار رسیده اند، مقبول و معتبر است و س- هر چند شعرای قصات فاصل و عالم فی باشند، اما کلام ایسان مطلق مقبول نیست، و برای دیگر هرگز سید تواند شد، چه ران دان و صاحب محاوره هستند-

و شعر مررا حان-حانان، که دریں مقام نوشته شدید، سمدش ایست که آن آفتاب چرخ فصاحت، و براءطم ولك الاعت، بیشتر فارسی می گفت، و ریخته همقدرد که برای اصلاح بعضی از ساگردان او بکارآید، تا نکدام حیاے دیگر، نقلت میفرمود اما کلام ثراو، که سراسر سید بود، همه شعرا باو ستادی او مقرر بودند، و درستیء کلام خود سار اصلاح و تصحیح او مسلم و موقوف میدارستند بلکه اعتقاد جمعی از محققین همین است، که بانیء ساری ریخته بطرر فارسی اول حباب ایشان است، چنانچه دریں مقدمه هم باین معنی اشاره شده و دیگران همه متنع و مقلد او هستند- بهر کیف در اوستادی و ربادائی او (۲۲۱ -) هرگز شك نیست-

اشاریہ

۱۔ اشخاص

احسان اللہ (مولوی) — ممتاز	۱
احسن الدین خان — بیان	آرو (نجم الدین) ۷۰، ۷۱۔
احمد خان غالب حنک (نواب) ۱۵۰، ۱۶	آرو حلیلی: ۴۴۔
۷۶، ۵۱۔	آرو (سراج الدین علی خان) ۱۵
احمد شاہ بادشاہ ۶۴، ۶۵۔	۲۳، ۳۶، ۴۴، ۹۷۔
احمد شاہ درانی ۱۵	آراد ۷۰۔
احمد علی (شیخ) ۱۰۰۔	آسی ۲۴۔
احمد علی خان (حافظ) ۱۶۔	آشفہ (حکیم رضا قلی) ۵۲۔
احمد علی خان (سید) ۲۔	آشمہ (عمر شاہ خان رامپوری)
احمد علی خان (نواب سید) ۸۵۔	۴۴۔
احمد یار خان (نواب) ۴۵۔	آصف جاہ، نظام الملک (نواب) ۹۱۔
احمر لونی (جنرل سر ڈیوڈ) ۹۰۔	آصف الدولہ (ورور الممالک، نواب)
اسعد یار ۸۰۔	۲۳، ۲۵، ۲۵۲، ۷۹، ۹۱، ۱۰۵۔
اسمعیل بیگ خان (میرزا) ۱۰۵۔	۱۰۹، ۱۲۰۔
اشیر بکر: ۶۳، ۷۵، ۸۵، ۹۴، ۱۱۳۔	ابوالخیر (مرزا) ۷۲۔
اشرف علی خان — معان	ابوالمصور خان ۶۴۔
اشرف علی خان (مر علاء الدولہ):	اثر (محمد میر): ۳۸، ۵۸، ۵۹، ۶۰۔
۲۳، ۶۴، ۹۰، ۱۰۴۔	احد علی بن سید احمد علی خان
اورامیاب: ۴۴۔	۲، ۱۲۵۔

ت

۱۰۳، ۷۱

حافظ شیرازی: ۲۴-

حسرت (مرزا جعفر علی): ۷۲، ۷۳،

۱۱۷، ۱۲۱-

حس (سید): ۸۵، ۱۰۲

حس (میر) - تحلی -

حس علی (میر) - تحلی -

حس رضا خان (نواب): ۹۰ -

الحسن، علیه السلام (اناعدا لله) ۸۰

حسین (میر) - تحلی -

حس (میر) - تسکین -

حس قلی خان - عاشقی -

حسنت (محمد علی) ۶۱ -

حمزه مارهروی (شاه محمد) ۱۶، ۴۳،

۶۴، ۸۳ -

حیدرنگ ۹۱، ۹۰

حیدر علی (میر) - حیران -

حیران (میر حیدر علی): ۷۸، ۷۹،

۱۰۲ -

حیرت (قیام الدس) ۲۳، ۶۴، ۸۳ -

خ

خاقانی: ۶ -

ح

حام (شاه طہور الدس) ۶۱، ۷۰،

ٹکیت رامے ہادر (مہاراجہ) ۷۹،

۸۷، ۹۱ -

ج

جان خانان (مرزا) - مظہر -

جرات (مساں قلندر بخش): ۴۴،

۵۲، ۵۳، ۷۲، ۷۳، ۹۴، ۹۹، ۱۰۱،

۱۰۹، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۸ -

جسوت سنگھ - پروانہ -

جعفر صادق (امام) ۸۹ -

جعفر علی (مرزا) - حسرت -

جلال بخاری (سید) ۹۰ -

حوان بنخت (مرزا) ۱۰۹ -

چ

چاند (شیخ) ۱۸ -

چستہ ۹۱ -

چندولال (راجہ) ۱۰۹ -

ح

حاقانی: ۶ -

حام (شاه طہور الدس) ۶۱، ۷۰،

- افسوس (میر شمع علی) ۷۸، ۱۰۱، ۳۶، ۳۷ -
 ۱۰۲، ۱۰۳ -
 الماس علی حان: ۱۰۵ -
 امام بخش (شیخ) — ناسخ -
 امامی ہروی ۸۵ -
 امان (حافظ) ۹۹۰ -
 امان اللہ: ۸۷ -

امر سنگھ: ۱۰۷ -

- اسماء اللہ حان، اساء (حکیم) ۵۲، ۹۶، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷ -
 ۱۱۵ -

انعام اللہ حان — بقیں -

ابوری: ۱۷ -

اورنگ رب — عالمگیر -

ب

بافر (آغا): ۱۶، ۱۷ -

بست سنگھ — نشاط -

بهاء اللہ حان، بقا: ۸۰، ۸۱، ۸۲ -

۱۰۸، ۱۲۱ -

باوم ہارٹ: ۶۱، ۹۴، ۱۰۷ -

بہاء الدین محمد نقشبند (حواجہ)

بیان (حواجہ احسن الدین حان):

۸۲، ۸۳، ۸۴ -

بیدار (میر محمد علی) ۳۸ -

بیل ۳۳، ۱۰۲ -

بیسی بہادر (راحہ): ۱۱۰، ۱۱۱ -

پ

پرواہ (کدور حسوت سنگھ)

۹۹، ۱۱۰، ۱۱۱ -

ت

تاہان (میر عبدالحی) ۶۰، ۶۱ -

۶۲، ۷۰ -

تخلی (میر حسن علی): ۷۷ -

تخل، مرتبہ گو: ۱۰۹ -

تسکین (میر حسن) ۱۱۳ -

تسکین (میر سعادت علی): ۹۲ -

۱۱۲، ۱۱۳ -

تصور (محمد عاشق) ۱۰۹ -

تقی (مرزا) — ہوس -

سليمان . ۶۱ -

سليمان شكوه بهادر (صاحب عالم،

مررا) ۹۹، ۱۰۰ -

سودا (مررا مجد رفيع) : ۶، ۷، ۱۳،

۱۵، ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲،

۲۳، ۲۵، ۲۷، ۳۸، ۳۹، ۴۳، ۴۴،

۴۵، ۴۸، ۴۹، ۵۱، ۵۶، ۵۷، ۵۸،

۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴،

سور (سياه مجد مير) : ۵۰، ۵۱، ۵۲،

۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹،

۱۰۲، ۱۲۳ -

سهراب ۴۳ -

ش

شادان — حيران -

شاه عالم نادر شاه ۳۷، ۶۵ -

شتاب راي (راحه) ۶۵، ۶۶ -

شجاع الدوله (نواب) ۱۵، ۶۳،

۶۵، ۶۶، ۱۰۳، ۱۰۵ -

شفائي : ۱۷ -

شمس الدس (مير) : ۹۱ -

شوق (مولوي قدرت الله رامپوري).

۱۴، ۲۳، ۳۶، ۴۳، ۵۸، ۶۵، ۸۳،

۸۹، ۱۰۴، ۱۰۸ -

شعر علي (مير) — افسوس -

شيرين : ۲۱، ۴۶، ۸۳،

تسفته : ۷۷، ۹۴، ۱۲۱ -

ص

صار علي، صابر ۷۶ -

صاحبقران ۹۲ -

صائب ۱۷۰ -

صدر الدس مجد ۹۴ -

ض

ضابطه خان : ۸۷ -

صاحك ۸۵ -

صبا (مير) ۸۵ -

ط

طهماسب بيگ خان توراني : ۹۶ -

ظ

ظرف الملك — فغان -

خان آرو - آرو -

حوش فکر خان - نوا -

ی

دارا - ۳۳۰ -

دناسی: ۳۳، ۶۱ -

درد (خواجہ میر): ۳۶، ۳۷، ۳۸ -

۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸ -

۱۲۳ -

دلیل اللہ بدایونی (مولاوی): ۱۰۸ -

دوانہ (سرپ سکھہ): ۷۸، ۷۹ -

۱۱۱ -

د

دای: ۱۶۰ -

دایصاحب: ۸۳ -

دستم: ۳۳ -

دصا فی (حکیم) - آسفتہ -

دصوان: ۳۳ -

دقت (میرزا قاسم علی): ۱۱۷ -

رمضان علی (سیخ): ۱۲۵ -

رنگیں (سعادت یار خان): ۹۶ -

۱۰۹، ۹۸، ۱۰۶ -

ز

زاری: ۵۱ -

زین الدین احمد - محمد محسن -

س

سالار جنگ (نواب): ۱۸۵، ۱۰۵ -

سبقت (میرزا دعل): ۱۰۹ -

سراج الدین علی خان - آرو -

سرپ سکھہ - دوانہ -

سرفراز الدولہ (نواب): ۱۵۲، ۱۲۰ -

سعادت اللہ معمار: ۸۷ -

سعادت علی (میر) - آسکس -

سعادت علی خان ہادر (نواب)

ورور الممناک، عین الدولہ،

باطم الملک): ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷ -

سعادت یار خان - رنگیں -

سعدی: ۲۵ -

سعدیء ہند - نوا -

سلطان الشعرا - سودا -

سلیمان: ۱۷ -

سلمی: ۲۵ -

۱۰۹، ۱۱۹، ۱۲۰ -

ف

فارسان ۷، ۱۷ -

فتح علی خان (میر): ۱۱۹ -

فتح علی شاه ۱۰۸، ۱۰۹ -

نحر الدس (مولوی) ۸۹۰، ۹۰، ۹۱ -

نحر الدس احمد خان بهادر (مررا): ۰

۲، ۹۳، ۱۰۲، ۱۱۳، ۱۲۰، ۱۲۱ -

مدوی لاهوری ۷۶، ۷۷ -

مردوس آرامگاه — محمد شاه

مردوسی ۶۰ -

ورهاد (کوهکی) ۳۱، ۳۲، ۳۶ -

۸۳، ۱۱۳، ۱۱۷ -

ورهاد نقسندی (ساح) ۶۳ -

معان (اتبروف علی خان) ۶۴، ۶۵ -

۶۶، ۶۷، ۱۰۴ -

میر: ۹۱

میرص الله خان: ۳۶ -

ق

قادره: ۹۱

قاسم علی (مررا) — رقت -

قاسم علی خان (نواب): ۱۰۴، ۱۰۵ -

قام (قیام الدین علی): ۱۶، ۳۳،

۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۵۰ -

۹۹، ۱۲۱، ۱۲۳ -

قیل (مررا محمد حسن): ۹۳، ۱۰۶،

۱۱۳، ۱۲۱ -

قدرت الله رامپوری (مواوی) —

تنوق -

قلندر محش — حرأت -

قمر (قمر الدس احمد خان بهادر):

۲، ۷۷، ۱۱۳، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۳ -

قمر الدس (میر) — مت -

قمر الدس احمد خان بهادر، صولت

حک (نواب افتخار الدوله، معین

الملک) — قمر -

قمر علی (مررا): ۲۴ -

قیام الدین علی (سیخ) — قایم -

قیس ۳۴، ۷۰، ۸۳، ۸۷، ۱۲۲ -

ک

کرم الدین ۶۱، ۷۰، ۷۷، ۹۳، ۹۴ -

طہور اللہ — نوا۔ عشق (شاہ رکن الدین) ۶۳، ۶۴۔

طہور الدین — حاتم۔ عہد بردی (سید) ۹۰۔

طہوری ۱۷۔ علاء الدولہ (میر) — اشرف علی خان۔

علی، علیہ السلام ۸۲۔

علی (حکیم مرزا) ۱۰۶۔

علی قلی (مرزا) — بدم۔

علی محمد خان (نواب) ۱۶۔

عہدہ الملک مہاراجہ بہادر ۲۳۔

عنایت حسین خان — مہجور۔

عندلیب: ۳۶، ۳۷۔

عسی، علیہ السلام (مسیح) ۲۸۔

۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹۔

غ

غاری الدین خان (نواب وریر) ۸۳۔

غافل (مرزا مغل) ۱۰۹، ۱۱۰۔

غصہ علی خان غصہ ۱۱۷۔

غلام حسین (میر) — حسین۔

غلام حسین — صاحبک۔

غلام حسین خان کروڑہ ۱۱۷۔

غلام ہمدانی (شیخ) — مصحفی۔

غور (سید مہر اللہ خان) ۹۲۔

ح

عاشقی (حسین علی خان) ۱۵، ۱۶، ۱۷۔

۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱۔

عالمگیر (اورنگ زیب) ۳۶۔

عالمگیر ثانی ۸۳۔

عبدالحمی (میر) — تاناں۔

عبدالرحمن (میر) ۱۱۳۔

عبدالعزیز (میر) ۹۰، ۹۱۔

عبدالعلی (میر) ۱۰۶۔

عبدالقادر چیف رامپوری (مولوی)۔

۱۶، ۲۳، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳۔

۱۱۳۔

عبدالواسع (مولوی) ۹۱۔

عبدالودود صاحب (قاضی) ۷۲۔

عرب ۱۱۔

عرسی ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰۔

عرفی شیرازی (ملا) ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰۔

۱۰۷۔

مرردا علی — لطف۔

مرردا معل — سسقت .

مسکین ۸۰

مسیح — عیسیٰ -

و مصحفی (شمیح علام همدانی) ۱۶،

— — — — —
'80 '77 '76 '75 '74 '73 '72

107 97 98 95 92 115

- ۱۱۵ -

مصدر — ما شاء الله حان۔

موصول ۱۷۱-

مظہر حگ (واب) ۱۰۴ -

مطهر علی حان ۱۰۲ -

مطهر (مرزا حان حان) ۶، ۷

- ۱۲۴ '۸۳ '۶۸ '۴۴

مجدی (ویر) ۵۸، ۶۳ -

محمد نادر خان (جواب) ۴۵۔

مردان علی حاں — — ومبتلا۔

مرزا — سودا -

مرزا جعفر -- خرد اس احمد خان

رہادر -

مرزا حاجی — قمر۔

مہرا حانی — نوارش۔

مت (قمر الدیس) ۸۹، ۹۰، ۹۱

- 119 '112 '92

مستط. (به الاسلام) ۱۱۳، ۱۱۵.

۳۷، ۵۱، ۵۸، ۶۱، ۶۳، ۶۵، ۷۰،

۷۲، ۷۶، ۷۹، ۸۰، ۸۳، ۸۵، ۹۰،

۹۳، ۹۹، ۱۰۴ -

محمد الدوله ۸۷ -

محبوب — قس -

محبوب الله (مولوی) ۱۰۹ -

محمد، صلی الله علیه وسلم. ۱ -

محمد (ملا) ۲۵، ۲۶ -

محمد اکرم ۴۴ -

محمد امان خان — ثار -

محمد راقر (حکیم آغا) ۱۰۲ -

محمد بیگ خان همدانی ۱۰۵ -

محمد تقی — مر -

محمد جعفر خان (مر) ۱۰۴ -

محمد حسن خان (مررا) — قیل -

محمد حسن — ودوی -

محمد حسن (مر) — نخلی -

محمد حسن (مر) — کلیم -

محمد حسن (مر) — کلیم -

محمد رحیم ۸۵ -

محمد رفیع (مررا) — سودا

محمد راهد دهلوی (سید) ۵۱

کلیم ۷۷ -

کمال ۹۹ -

کبیری انگرز مادر ۱۰۲ -

کوکہ خان — معان -

کوهکی — ورهاد -

کھتری ۱۱۸ -

گ

گلش (شاه) ۳۶ -

گهسیٹا (شاه) — عشق -

ل

لطف (مررا علی) ۱۰۹ -

لطف الله (حافظ) ۸۰ -

لطف علی حیدری ۲۴ -

لیلی ۲۵ -

م

ماتماء الله خان، مصدر ۱۰۴، ۱۰۶،

۱۰۷

مستلا (مردان علی خان) ۱۵، ۲۳،

ولی ذابھی - ۷۰ - هونندار - ۸ -

ولی الله (شاه) - ۹۱ -

ولی الله (میر) ۱۱۶، ۱۵۱، ۱۷۶، ۱۸۰ -

- ۱۰۸

یاقوب رفیع خان - ۱۱۳ -

نجیبی امان - حرأت -

نعموت - ۲۰ -

۸

نفس (انعام الله خان) - ۶۸، ۶۹ -

نکتا (احد علی) - ۱۲۷ -

نوسیع، علیه السلام - ۱۸، ۲۰ -

هال صاحب (پنجان) - ۹۰ -

هسٹیل (مستغر) - ۹۱ -

هوس (میر ذابھی) - ۱۲۱ -

۲ - مقامات

ب

۱

باجچہ خواجہ میر درد - ۳۸ -

بدائون - ۱۰۸، ۹۱ -

برج - ۱۰۰، ۹۰ -

بلی حانہ - ۷۷ -

بلم گڈھ - ۹۳ -

بگالہ - ۳، ۸۱، ۱۹۱، ۱۰۳ -

بودیل کھنڈ - ۱۰۵ -

سار - ۶۵، ۷۹ -

ایمیر آزاد - ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸ -

اکھڑہ بھوم - ۲۴ -

الہ آباد - ۶۵ -

امام سازد آفاسور - ۱۱۶، ۱ -

امروہہ - ۹۰ -

اودھ - ۶۵ -

ایران - ۱۵، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰ -

- 118 ' 117

مسو لال لکھوی --- راری -

مہمچور (عمالت حسین خان) ۲۴۰

- ۱۰۶ '۹۳ '۸۵ '۳۸

— مہدی علی حان . ۸۷ -

مہر اللہ خان (سید) - - عیور -

مہر ناں حان ۱۶، ۵۱ -

میاں حاجی -- محلّی -

ویر (مجد تقی): ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵،

'32, '31, '30, '29, '28, '27

— — — — —
, 22, '22, '25, '28, '30, '32, '33

91 74 80 82 81 80

— — —
- 120 . 121 . 110

میرں، مرتبہ گو ۸۔

۵

—
ماحی ۷۱ -

ماسخ : ۹۳ ، ۱۱۱ ، ۱۱۴ -

ناصر الدس (امام) - ۹۰ -

نثار (محمد امان خان) ۰ ۸۷، ۸۸، ۸۹،

- 121

نحات (میر) ۹۳ -

تخف حال (نواب دوالمقار الدوله،

میرزا (۱۰۵ -

۶۵، ۶۶ -

نشاط - ۱.۷

نصر اللہ حال ۱۶، ۴۳ -

نصیر دہلوی (۱۰، سنہ) ۹۳، ۱۱۳.

- 112

نظام - ۹ -

نظام الدس (ممر) — نمون -

نظام علی حان ۸۳-

طبری ۲۶ -

بہا (ظہور اللہ) ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰۔

یو ارش (یو ارش حسین حان، عرف

مرزا حای (۵۲-)

نوارش علی حان ۸۵ -

بور الاسلام — مستطير۔

نور اللہ (شاہ) ۱۰۴

,

وامق ۸۴ -

وحید اللہ (حکیم) ۱۰۸ -

ش

قراۓ ۳-
قدہار ۳

شاہمہاں آباد ۳۰، ۵۰، ۶۰، ۱۰۵، ۱۶۰

۲۴، ۲۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۴، ۴۵

۵۱، ۵۰، ۷۸، ۸۳، ۸۷، ۸۹، ۹۱

۹۳، ۱۰۳، ۱۱۳، ۱۱۷، ۱۲۳ (نہر)

(ملاحظہ ہو: دہلی)

ک

کتابخانہ آصفیہ: ۱۶-

کتابخانہ رامپور ۱۶، ۲۴، ۳۸

۴۵، ۵۱، ۶۸، ۷۰، ۷۳، ۷۵، ۸۵

۹۳، ۹۷، ۹۹، ۱۰۷، ۱۱۳-

کتابخانہ محمود آباد: ۲۴-

کشمیر ۳، ۱۱۷-

کعبہ ۳۳، ۱۰۹-

کلیکتہ ۳، ۹۰، ۹۱، ۱۰۲-

کوٹ فاسم ۹۰-

ص

صورت (صورت) ۳۱-

ع

عساکر عالیاں ۱۰۹-

عظیم آباد (پٹنہ) ۶۲، ۶۳، ۶۵

۶۶، ۷۲-

ل

لاہور ۴۴-

لکھنؤ ۶، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۳

۲۴، ۲۶، ۳۸، ۵۱، ۵۲، ۵۶، ۷۲

۷۳، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۵، ۸۹، ۹۰

۹۱، ۹۳، ۹۵، ۹۹، ۱۰۳، ۱۰۵

۱۰۶، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۳

۱۱۴، ۱۱۷، ۱۲۳، ۱۲۵-

ف

فرح آباد ۱۵، ۱۶، ۲۶، ۹۰، ۱۰۳

۱۰۸، ۱۰۷-

فیض آباد ۷۸، ۹۹، ۱۱۷-

ق

قاب (کوہ) ۱۵۰-

دریاے شور ۳۰۔

دلی — دہلی۔

دوآہ : ۷، ۹۔

دہلی ۱۴، ۱۵، ۲۴، ۳۱، ۳۳، ۳۶،

۳۷، ۵۸، ۶۱، ۶۳، ۶۵، ۷۰، ۷۶،

۷۹، ۸۳، ۸۵، ۸۷، ۹۱، ۹۳، ۱۰۵،

۱۱۳، ۱۲۴۔ (بزر ملاحظہ ہو)

شاہ جہاں آباد)

ق

ڈھا کہ ۳۔

د

رامپور ۰، ۱۶، ۲۴، ۳۸، ۴۳، ۵۵،

۶۴، ۷۱، ۷۰، ۷۳، ۷۵، ۸۵، ۹۴،

۹۷، ۹۹، ۱۰۲، ۱۰۷، ۱۱۳۔

س

سٹھٹی (محله) ۲۴۔

سونی پت ۹۰، ۹۱۔

بیت اللہ — کعبہ۔

پ

پٹنہ — عظیم آباد۔

پنجاب : ۳۔

ت

ترکان درواریہ ۳۸۰۔

ج

جامع دہلی ۸۷۔

حال شمال ۳۰۔

حیچوں ۱۱۰، ۱۱۴۔

حسے بگر ۱۰۵۰۔

چ

چاند پور ۴۳۰۔

ح

حیدر آباد ۹۱، ۱۰۹۔

د

دارالخلاہ — شاہجہان آباد۔

لہا کا — ہندی۔

بیاض : ۲۳، ۴۳، ۵۸، ۶۱، ۶۴،

۷۴، ۷۹، ۸۰، ۸۲، ۸۳، ۸۵، ۸۷،

۸۹، ۹۳، ۹۴، ۹۶، ۹۷، ۹۹، ۱۰۱،

۱۰۳، ۱۱۳۔

مصاص مہر ۲۵۔

پ

پجانی ۳۔

ت

تاریخ ادب اردو ۱۴، ۲۳، ۳۶،

۴۳، ۵۱، ۶۱، ۷۰، ۷۲، ۷۴، ۸۰،

۸۲، ۸۵، ۸۹، ۹۳، ۹۴، ۹۹، ۱۰۳،

تاریخ حدولہ ۱۴، ۲۳، ۳۶، ۳۸،

۵۰، ۸۵، ۹۳، ۹۶، ۹۹، ۱۰۱،

۱۰۴، ۱۰۸، ۱۱۳۔

تاریخ فرح آباد ۱۶، ۵۱، ۷۶،

۱۰۸، ۱۰۷۔

تاریخ محمدی ۱۶، ۶۸۔

تاری — عربی۔

تدکرہ — تدکرہ ہندی۔

تدکرہ ریختہ گویاں گردوری : ۱۴،

۲۲، ۳۶، ۴۳، ۵۰، ۶۰، ۶۴، ۶۸،

۷۰، ۷۴، ۸۲۔

تدکرہ ریختہ ۱۰۳، ۹۶، ۱۰۴۔

تدکرہ السعرا ۲۳، ۶۴، ۹۰، ۱۰۴۔

تدکرہ سعرا۱ مہر حسن ۱۴، ۲۲،

۳۶، ۴۳، ۵۰، ۵۸، ۶۰، ۶۲، ۶۴،

۶۸، ۷۰، ۷۲، ۷۴، ۷۶، ۷۸، ۸۰،

۸۲، ۸۵، ۸۷، ۸۹، ۹۳، ۹۹، ۱۰۱،

۱۰۳۔

تدکرہ کلسی ۹۱۔

تدکرہ کاملان رامپور ۴۳۔

تدکرہ مسافر تہق ۱۰۲۔

تدکرہ مہر — نکات السعرا۔

تدکرہ ہندی ۱۴، ۲۲، ۳۶، ۴۳،

۵۰، ۵۸، ۶۰، ۶۲، ۶۴، ۶۹، ۷۰،

۷۲، ۷۴، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۸۰، ۸۲،

۸۵، ۸۷، ۸۹، ۹۳، ۹۶، ۹۹، ۱۰۱،

۱۰۳، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۷،

۱۱۸، ۱۱۷۔

رکی ۹۔

تقصار حیوالات ۳۶۔

- دیوان تسکین ۱۱۲۰ -
 دیوان حسرت (ریخته) ۹۰۰ -
 دیوان حرأت ۷۲، ۹۹ -
 دیوان حاتم ۷۰ -
 دیوان مهر ۲۳، ۲۴، ۲۶، ۳۸ -
 دیوان حسن ۸۵ -
 دیوان نثار ۸۷ -

- دیوان درد (ریخته) ۳۷، ۳۸ -
 دیوان بصر ۱۱۳، ۱۱۴ -
 دیوان نوا ۱۰۸ -
 دیوان ولی ۷۰ -
 دیوان رقت ۱۱۷ -
 دیوان یقین ۶۸، ۶۹ -
 دیوان رنگین (ریخته) ۹۷ -
 دیوان رنگین (ریخته) ۹۷ -
 دیوان راده حاتم: ۷۰، ۷۱ -
 دیوان سودا ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۲۰ -
 دیوان شور ۵۱، ۵۲، ۵۵، ۵۶ -
 دیوان عشق ۶۲ -
 دیوان غمور ۱۱۹ -
 دیوان معان ۶۳، ۶۴، ۶۵ -
 دیوان قائم ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶ -
 دیوان کمال ۹۹ -
 دیوان مصحفی ۹۴ -
 دیوان ممدون ۹۲ -

ن

ذکر میر ۲۴ -

ر

- رساله احارث حدیث ۹۱ -
 رساله نثر در محاوره زبان نسا ۹۷ -
 رور روس ۵۱، ۷۰، ۷۲، ۷۳ -
 ۷۹، ۸۰، ۸۹، ۹۶، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۱۰، ۱۲۱ -
 رورناجیه ۱۶، ۲۳، ۳۷، ۹۰، ۹۳ -
 ۹۶، ۱۰۶، ۱۱۳ -
 رسال الفصحی ۹۳، ۱۱۲، ۱۱۳ -

[illegible]

١٨٢ ١٨٠ ٢٢٢ ٢٢٥ ٢٢٧ ٢٢٢ ٢٢٠ ٢١٨ ٢١٦ ٢١٤ ٢١٢ ٢١٠ ٢٠٨ ٢٠٦ ٢٠٤ ٢٠٢ ٢٠٠ ١٩٨ ١٩٦ ١٩٤ ١٩٢ ١٩٠ ١٨٨ ١٨٦ ١٨٤ ١٨٢ ١٨٠ ١٧٨ ١٧٦ ١٧٤ ١٧٢ ١٧٠ ١٦٨ ١٦٦ ١٦٤ ١٦٢ ١٦٠ ١٥٨ ١٥٦ ١٥٤ ١٥٢ ١٥٠ ١٤٨ ١٤٦ ١٤٤ ١٤٢ ١٤٠ ١٣٨ ١٣٦ ١٣٤ ١٣٢ ١٣٠ ١٢٨ ١٢٦ ١٢٤ ١٢٢ ١٢٠ ١١٨ ١١٦ ١١٤ ١١٢ ١١٠ ١٠٨ ١٠٦ ١٠٤ ١٠٢ ١٠٠ ٩٨ ٩٦ ٩٤ ٩٢ ٩٠ ٨٨ ٨٦ ٨٤ ٨٢ ٨٠ ٧٨ ٧٦ ٧٤ ٧٢ ٧٠ ٦٨ ٦٦ ٦٤ ٦٢ ٦٠ ٥٨ ٥٦ ٥٤ ٥٢ ٥٠ ٤٨ ٤٦ ٤٤ ٤٢ ٤٠ ٣٨ ٣٦ ٣٤ ٣٢ ٣٠ ٢٨ ٢٦ ٢٤ ٢٢ ٢٠ ١٨ ١٦ ١٤ ١٢ ١٠ ٨ ٦ ٤ ٢ ٠

1.00 1.01 .99 .97 .80 .83

- 112 • 112 • 111 • 111.

८

حام حمہان ۲۶۔

حد و امانه --- تاریخ حد و امانه -

حوار مع سجن ٠١٢ ٠٢٣ ٠٣٦ ٠٤٣

01. 08. 61. 62. 63. 64. 65.

٧٤٠ ٧٣٩ ٧٣٨ ٧٣٧ ٧٣٦ ٧٣٥ ٧٣٤

• 1.2 • 1.1 • 99 • 97 • 92 • 93

- 118 - 119

حمديستان سعرا ۰ ۱۴ ۰ ۲۲ ۰ ۳۶ ۰ ۴۳

- ۸۲ - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۷۸ - ۱۷۹ - ۱۸۰ -

 τ

حسن --- اے کریم سے را۔

حصص المتأخرين ۱۶ -

جماعہ حیدری ۱۱۱ -

خ

حرسه العلوم . ٠٣٣ . ٠٨٢ . ٠٨٩ . ١١٣ -

دواں شعلی -

دہواں ہاراں - ۶۱ -

دیوان سروانہ - ۱۱۱۰ -

دہواں مدار ۳۷۰ ۷۵ -

ذیوالحجہ ۱۲۸۳ھ -

دو ان دعا ۸۰

١٠٤٠١٥٠١٠٢ (١٠٤٠١٥٠١٠٢)

۱۰۲ ذی الحجه ال اوسوس

ذہیان اتر (پڑھی) ۵۸ -

تاریخ: ۱۵۸۰ (۱۳۵۷) - ۵۹

۱۰۰۰ -

بہارِ حیدرہ دہ ان دہس ۶۸ -

1505

٢٠٥ - ١٢٥

دای لطاف ۱۰۳ -

۷

ف

فارسی ۰۴۰ ۰۵ ۰۶ ۰۷ ۰۸ ۰۹ ۰۱۰
۰۱۱ ۰۱۲ ۰۱۳ ۰۱۵ ۰۲۳ ۰۲۴ ۰۲۶
۰۳۶ ۰۳۷ ۰۳۸ ۰۳۹ -

فرسامه ۰۷ -

فرنگی ۰۱۰ -

فص الکلمات ۰۳ ۰۶ ۰۱۰ ۰۱۶ ۰۲۲ ۰۳۶
۰۳۸ ۰۴۳ ۰۵۰ ۰۶۰ ۰۶۳ ۰۶۸ ۰۷۰
- ۸۳

مهرست کتابهای ساه اوده: ۰۱۰
۰۲۳ ۰۳۶ ۰۵۱ ۰۶۱ ۰۶۲ ۰۶۷ ۰۶۸
۰۷۰ ۰۷۲ ۰۷۳ ۰۷۵ ۰۷۶ ۰۷۹ ۰۸۰
۰۸۲ ۰۸۵ ۰۸۷ ۰۸۹ ۰۹۳ ۰۹۴ ۰۹۶
۰۹۹ ۰۱۰۱ ۰۱۰۳ ۰۱۰۸ ۰۱۱۰ ۰۱۱۲

۰۱۱۳ ۰۱۱۵ ۰۱۱۷ ۰۱۲۱ -

مهرست مخطوطات همدوستانی ۰۱۰

۰۲۳ ۰۵۱ ۰۶۱ ۰۸۵ ۰۹۳ ۰۹۴ ۰۹۶

۰۹۹ ۰۱۰۱ ۰۱۰۳ -

فص میر ۰۲۳ -

ق

قاموس اللغة ۰۲۳ -

۰۹۶ ۰۹۹ ۰۱۰۸ ۰۱۱۷ ۰۱۱۸

طهقات شعراى هند ۰۳۶ ۰۴۳ ۰۴۴

۰۴۳ ۰۵۰ ۰۵۸ ۰۶۰ ۰۶۲ ۰۶۳ ۰۶۶

۰۶۸ ۰۷۰ ۰۷۳ ۰۷۶ ۰۷۷ ۰۷۸ ۰۸۰

۰۸۲ ۰۸۵ ۰۸۷ ۰۸۹ ۰۹۳ ۰۹۴ ۰۹۶

۰۹۹ ۰۱۰۱ ۰۱۰۳ ۰۱۰۷ ۰۱۰۸ ۰۱۱۰ ۰۱۱۲

۰۱۱۳ ۰۱۱۵ ۰۱۱۷ ۰۱۱۸ ۰۱۲۱ -

طور کلیم ۰۳ ۰۱۰ ۰۳۶ ۰۴۳ ۰۵۱ ۰۵۸

۰۶۱ ۰۶۲ ۰۶۳ ۰۶۸ ۰۷۲ ۰۷۳ ۰۷۷

۰۷۹ ۰۸۰ ۰۸۲ ۰۸۵ ۰۸۷ ۰۸۹ ۰۹۳

۰۹۶ ۰۹۹ ۰۱۰۱ ۰۱۰۳ ۰۱۱۳ ۰۱۱۵

۰۱۱۸ ۰۱۲۱ -

طیارىء هولى (منهوى) ۰۲۶ -

ع

عجمى -- فارسی -

عربی ۰۴۰ ۰۵ ۰۸ ۰۹ ۰۱۰ ۰۱۱

۰۱۲ ۰۱۳ ۰۲۳ -

عسکرى -- تاريخ ادب اردو

عهد ترنا ۰۳ ۰۲۲ ۰۳۶ ۰۴۳ ۰۶۳

۰۷۰ ۰۷۳ ۰۸۹ ۰۹۳ ۰۱۱۰ -

غ

عرائب اللغات : ۰۷۷ -

سر المصنفین ۱۰۱، ۱۰۴ -

۱۱۵، ۱۱۹ -

رخته ۱، ۱۵، ۲۳، ۲۴، ۲۶،

ش

۳، ۳۶، ۳۷ -

رخته ۹۷ -

سکار سوه (دشوی) ۲۶ -

سمع ا حسن ۳۶، ۴۳، ۸۹، ۹۳، ۹۴ -

ز

رمانه (رساله) ۴۳ -

تتمه سخن ۱۰۴، ۲۳، ۳۶، ۳۸، ۴۳ -

۵۰، ۵۸، ۶۰، ۶۲، ۶۴، ۶۶، ۶۸ -

س

۷۲، ۷۴، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۸۰، ۸۲ -

سحر الیاء ۸۵ -

۸۵، ۸۷، ۸۹، ۹۳، ۹۶، ۹۹، ۱۰۱ -

۱۰۴، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱ -

سخن سعرا ۱، ۲۳، ۳۶، ۴۳، ۵۰ -

۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۸ -

۵۸، ۶۰، ۶۲، ۶۴، ۶۶، ۶۸، ۷۰ -

سفته — گلش بیجار -

۷۲، ۷۴، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۸۰، ۸۲ -

ص

۸۵، ۸۷، ۸۹، ۹۶، ۹۹، ۱۰۱ -

۱۰۴، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۳ -

صح گلش ۱۰۸، ۸۲، ۶۴، ۱۱۳ -

۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۱ -

صدرا ۱۰۵۰ -

سراپا سخن ۱، ۳۶، ۴۳، ۵۰ -

۶۴، ۶۸، ۷۰، ۷۲، ۷۴، ۷۶، ۷۷ -

۸۰، ۸۵، ۸۷، ۹۳، ۹۶، ۹۹، ۱۰۱ -

ط

طقات السعرا (طفا) ۲۲، ۱۵ -

۱۰۴، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۷ -

۳۶، ۴۳، ۵۸، ۶۰، ۶۲، ۶۸، ۷۰ -

۱۱۸، ۱۲۱ -

۷۲، ۷۴، ۷۶، ۸۰، ۸۲، ۸۵، ۸۷، ۹۳ -

سودا: ۱۸ -

گلش هد ۱۴ '۲۲ '۳۶ '۴۳ '۱۱۷ -

۵۰ '۵۱ '۵۸ '۶۰ '۶۱ '۶۲ '۶۴ 'محبوب الزمیں ۶۶ '۸۲ '۸۳ -

۶۸ '۷۰ '۷۲ '۷۳ '۷۴ '۷۵ '۷۶ '۷۷ '۷۸ '۷۹ '۸۰ '۸۱ '۸۲ -

۸۲ '۸۵ '۸۹ '۹۳ '۹۹ '۱۰۱ '۱۰۳ 'مختصر میر عبدالستار ۱۰۴ -

۱۰۸ '۱۰۹ - ۹۹ '۱۰۸ -

کل کہنتی ۹۳ - محزون العرائب ۳۸ '۱۰۷ -

محزون نکات ۱۴ '۲۲ '۳۶ '۴۳ -

۵۰ '۶۰ '۶۱ '۶۲ '۶۸ '۷۰ '۷۱ '۷۲ '۷۳ '۷۴ '۷۵ -

مدائح الشعراء ۲۴ '۳۸ '۶۸ '۸۵ -

۹۳ '۱۰۶ -

معالات الشعراء ۲۳ '۳۶ '۶۴ '۸۳ -

مقدمه کلمات میر ۲۳ -

مقدمه مثنویات میر ۲۳ -

مقدمه نکات الشعراء ۴۴ -

میوانی: ۴ -

ل

لطف -- گلش هد -

للی محزون ۷۷ -

م

مثنویء آفر ۵۸ -

مثنویء سکار نامہ -- سکار نامہ -

مثنویء طیارىء هولى -- طیارىء هولى -

مثنویات میر ۲۳ -

مجمع القائس ۲۳ '۳۶ -

مجموعهٔ شعر ۱۴ '۲۳ '۳۶ '۴۳ '۵۰ -

۵۸ '۶۰ '۶۱ '۶۲ '۶۳ '۶۴ '۶۵ '۶۶ '۶۷ '۶۸ '۶۹ -

۷۰ '۷۱ '۷۲ '۷۳ '۷۴ '۷۵ '۷۶ '۷۷ '۷۸ '۷۹ '۸۰ '۸۱ -

۸۵ '۸۷ '۹۶ '۹۹ '۱۰۱ '۱۰۳ '۱۰۴ -

۱۱۰ '۱۱۱ '۱۱۲ '۱۱۳ '۱۱۵ -

ن

نالهٔ درد ۳۶ '۳۷ '۳۸ -

نتایج الافکار ۱۴ '۲۳ '۳۶ '۴۳ -

۸۹ '۹۳ '۹۵ -

نستس عشق: ۱۵ '۳۷ '۶۵ '۸۳ -

۹۰ '۱۰۶ -

گلدسته ناريمان ۱۴، ۲۳، ۳۶،

۲۰، ۹۳، ۹۴، ۹۹، ۱۰۳ -

گل رعنا ۱۴، ۲۳، ۳۶، ۴۳، ۵۱،

۵۸، ۶۱، ۶۴، ۶۸، ۷۰، ۷۲، ۷۴،

۷۵، ۸۲، ۸۳، ۸۵، ۸۹، ۹۳، ۹۴،

۹۶، ۹۹، ۱۰۴، ۱۱۳، ۱۲۱ -

گلزار ابراهيم ۱۴، ۲۲، ۳۶، ۴۳،

۵۰، ۵۸، ۶۰، ۶۲، ۶۴، ۶۶، ۶۸،

۷۰، ۷۲، ۷۴، ۷۶، ۷۸، ۸۰، ۸۲،

۸۵، ۸۹، ۹۳، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۳،

۱۰۸، ۱۱۰ -

گلستان سخن ۹۶، ۱۱۳ -

گلشن بحار ۱۴، ۲۳، ۳۶، ۴۳،

۵۰، ۵۸، ۶۰، ۶۲، ۶۴، ۶۶، ۶۸،

۷۰، ۷۲، ۷۴، ۷۶، ۷۸، ۸۰،

۸۲، ۸۵، ۸۷، ۸۹، ۹۳، ۹۴، ۹۶،

۹۹، ۱۰۱، ۱۰۴، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۲،

۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۱ -

گلشن سخن ۱۵، ۲۳، ۳۷، ۴۳، ۵۱،

۵۸، ۶۱، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۸، ۷۰،

۷۲، ۷۴، ۷۶، ۷۹، ۸۰، ۸۳، ۸۵،

۹۰، ۹۳، ۹۹، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۱۱ -

گلشن گفتار ۱۴، ۶۰، ۶۸، ۷۰ -

فاموس المشاهر ۱۴، ۲۳، ۳۶،

۴۳، ۴۴، ۴۵، ۶۱، ۶۲، ۶۴، ۷۰،

۷۲، ۷۹، ۸۲، ۸۳، ۸۵، ۸۹، ۹۳،

۹۴، ۹۶، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۴،

۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۳ -

ک

کليات ارسل - ديوان ارسل

کليات حسرت ۷۳ -

کليات حسن - ديوان حسن -

کليات راري ۹۱ -

کليات سودا - ديوان سودا -

کليات سور - ديوان سور -

کليات معان - ديوان معان -

کليات قائم - ديوان قائم -

کليات مهر - ديوان مهر -

کليات ساسخ: ۱۱۱ -

کليات نصر - ديوان نصر -

گ

گردنزي - تذکرة رختد او سان -

گل - گل رعنا

تصحیح و استدراک

(اس صحت نامے میں نقطوں وغیرہ کی وہ معمولی غلطیاں جو نادبی شامل سمجھہ میں آجاتی ہیں، ترک کر دی گئی ہیں اور ح سے حاشیہ مراد لیا ہے۔)

صفحہ	عاط	صحیح
ص ۱ سط ۸	قرب او، تعالیٰ	قرب او تعالیٰ،
، ۵ ، ۶	دفعۃ	دفعۃ
، ۷ ، ۱۲	حمن	چمن (اصل میں حمن ہی ہے۔ لیکن ہوا چاہیے کوئی اس لفظ جو متحرک الاوسط ہو۔ چونکہ چمن کو عاط وحمی سے کاتب حمن لکھ سکتا ہے، اور ہے ہی وہ متحرک الاوسط، اس بنا پر میری رائے میں من کے اندر چمن لکھا چاہیے۔)
، ۱۳ ، ۲	نقط	صط (اصل میں فقط ہی ہے۔ مگر وہ صط کی تصحیف معلوم ہوتی ہے)
، ۲۱ ، ۲۱	آب	آپ کو
، ۲۳ ، ۲۳	حوصاً	حوصاً
، ۱۲۳ ، ۳	بحرکت دوم (?) است	بحرکت دوم است۔
، ۳۷ ، ۵	طبیعت	طبیعت
، ۲۳ ح		

(اصافہ کرو) و احمد علی ہاشمی در محرو
الغرائب (۱۶۳ ب) گمہ : « حواہ میر
درد، رحمة الله عليه، وی پسر حباب حواہ
محمد باصر است سلسلۂ ایشان محصرت
مہاء الدین نقشبند، قدس سرہ، میرسد۔
پدرش مرید شیخ سعد الله گلش است کہ آیدہ

نغز — مجموعه شعر -

۸

نکات الشعراء: ۱۴، ۲۲، ۲۳، ۳۶،

۱۰	۹	۸	۶	۵	۳	۲
----	---	---	---	---	---	---

۴۳، ۴۴، ۶۰، ۶۴، ۶۸، ۷۰، ۷۳ -

۱۱	۱۲	۱۳	۱۵	۱۸	۲۳	۲۴
----	----	----	----	----	----	----

و

واردات ۳۷ -

۳۶ -

صفحہ	علاط	صحیح
،، ۹۳ ،، ۸	محی	محی
،، ،، ۵ ح		(اضافہ کرو) تاریخ مشو بات اردو ۱۰۱
،، ۹۴ ، ۸	تلامدش	تلامدش (مگر اصل میں تلامدش ہی ہے)
،، ۹۸ ،، ۱۵	طوطئے	توطیے (مگر اصل میں طوطئے ہی ہے)
،، ۹۹ ،، ۵ ح		(اضافہ کرو) تاریخ مشو بات اردو ۷۰
،، ۱۰۱ ،، ۵ ح		(اضافہ کرو) عسکری ۲، ۸، تاریخ نر اردو ۸۵، داساں تاریخ اردو ۱۰۳۔
،، ۱۰۳ ،، ۳ ح		(اضافہ کرو) نوساں اودہ ۱۱۱،
،، ۱۰۳ ،، ۴ ح		(،،) تاریخ شر اردو ۹۷۔
،، ۱۰۴ ،، ۵ ح		(،،) تاریخ داستان اردو ۱۵۳
،، ۱۰۸ ،، ۱۸ ح	مستحصر	محض
،، ۱۱۹ ،، ۷	صدای	صدائی

تصحیح دیباچہ

،، ۲ ،، ۱۰	ادیوں	ادیوں
،، ۱۳ ،، ۴	راع	راع
،، ۲۵ ،، ۷	تیص	تیص
،، ۵۲ ،، ۷	وہ	وہ
،، ۵۷ ،، ۴ ح	۲، ۹۲	۹۲، ۲
،، ۵۸ ،، ۵	سہ ہجری	سہ ہجری
،، ۱۱۶ ،، ۱۳	Dictconary	Dictionary

صفحه

علط

صحیح

د کرش در حرف کاف خواهد آمد. در دهلی
بلکه در تمام هندوستان بطیر خود نداشت.
ملکی بود صورت اسان و شاهی بود محامه
حلقان. کمال استعنا و فروتنی داشته. حداث
بیاورد دیوان هندی او مشهور است.
حاجت یان بیست. و زبان فارسی بیر دیوانی
ترتیب داده. لیکن بسبب هرج و مرج دهلی
که در آن وقت روداده بود، چند شعر که
از گفته ایشان بدست آمده بود تلف شدند
فقیر ایشان را زیارت نموده نهایت شفقت
بررگانه محال بآرمند مدول می فرمودند.»

شبهه	شه	۳	»	۴۵	»
هروگیا	هروگا	۱۵	»	۵۷	»
(اصافه کرو) «ستان اوده ۹۶» تاریخ مشویات اردو ۸۵		۳	»	۵۸	»
(و و) وفای ابوالاعلانی در کعبه العارفین (ص ۱۷۸-۱۷۹ مطاع معنی، گیا، ۱۳۵۰) ذکر مفصلی از شاه رکن الدین عشق آورده - و در خصوص وفاتش گفته که عشق رور یکشنبه بوقت طهر هفتم ماه جمادی الاولی سال یکهزار و دو صد و سه هجری در عطیه آباد فوت شد.»		۸	»	۶۳	»
محوه	محوه		»	۶۵	»
.	(۱)	۴	»	۸۳	»
(اصافه کرو) تاریخ مشویات اردو ۵۴		۴	»	۸۵	»
محوه	محوه	۲۱	»	۹۰	»
و دیگر	ردیگر	۱۰	»	۹۱	»